فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 18

قَدۡ اَفۡلَحَ

سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

قُرْآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قُرْآنًا عَجَبًا" (پارہ 18)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مارچ 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : ww.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کے دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِیۡ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَۃٌ لِّلۡبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیۡہَا تِسۡعَۃَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتہ مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡعَقَبَۃُ ﴿ؕ۱۲﴾ فَکُّ رَقَبَۃٍ ﴿ۙ۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ﴿ۙ۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ﴿ۙ۱۵﴾
اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ ﴿ؕ۱۶﴾ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ ﴿ؕ۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور اجنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''
انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''
آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیات میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قرآناً عجباً** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیات کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگر چہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

ایاتھا ١١٨ ٢٣ سُوۡرَةُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ مَكِّيَّةٌ ٧٤ رکوعاتھا ٦

سوال1: سورۃ المومنون کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ المومنون مکی سورت ہے اس میں 6 رکوع اور 118 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 23 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 74 ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾

''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے'' (1)

سوال1: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے'' رب العزت نے ایمان والوں کو فلاح کی بشارت دی ہے۔ کامیاب وہ ہے جو اپنا مقصود و مطلوب حاصل کر لے۔ ایمان والوں کا مطلوب و مقصود جنت الفردوس ہے۔

(2) ایمان والے کامیاب ہو گئے انہوں نے فلاح پالی دنیا اور آخرت کی بھلائیاں سمیٹ لیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ بِاَنَّ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَضۡلًا كَبِيۡرًا﴾ ''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے۔'' (الاحزاب:47)

(3) ایمان والے اپنا مطلوب و مقصود کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ انہیں فلاح اور سعادت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ آگے کی آیات میں دس ایسے کام بتائے گئے ہیں جو جنت کی کنجی ہیں۔ ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ان آیات کی میزان پر تول کر دیکھے کہ اس کے ایمان میں کتنی قلت یا کثرت ہے؟

سوال2: فلاح سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) فلاح سے مراد ایسی کامیابی ہے جو کسی کو اپنے عمل اور محنت کے نتیجے میں ملے۔

(2) فلاح قرآن حکیم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔اذان اور اقامت میں مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ فلاح کی طرف بلایا جاتا ہے۔

(3) فلاح کے معنی یہ ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو۔(قاموس)

(4) فلاح کامل تو ایسی چیز ہے جو اس ملک دنیا میں دستیاب ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا تو دار التکلیف والمحنت بھی ہے اور اس کی کسی چیز کو بقاء و قرار بھی نہیں یہ متاع گرانمایہ ایک دوسرے عالم میں ملتی ہے جس کا نام جنت ہے، وہ ہی ایسا ملک ہے جس میں انسان کی ہر مراد ہر وقت بلا انتظار حاصل ہوگی۔﴿وَلَهُمۡ مَّا يَدَّعُوۡنَ﴾ ''ان کو ملے گی ہر وہ چیز جو وہ چاہیں گے'' اور وہاں کسی ادنی رنج و تکلیف کا گزر نہ ہوگا اور ہر شخص یہ کہتا ہوا وہاں داخل ہوگا ﴿الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَكُوۡرُ ۙ الَّذِيۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾ ''شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا بلاشبہ ہمارا رب معاف کرنے والا قدر دان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ایک مقام میں پہنچا دیا جس کی ہر چیز قائم و دائم ہے۔'' (تفسیر معارف القرآن:294/6)

(5) اللہ تعالیٰ کی نظر میں فلاح آخرت کی کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت،مغفرت اور جنت کا مستحق بن جانا ہے۔

سوال 3: ایمان والا کب اللہ تعالیٰ کی رحمت،مغفرت اور جنت کا حقدار بن جاتا ہے؟

جواب: ایمان والا اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت،مغفرت اور جنت کا حقدار بن جاتا ہے جب:

(1) ایمان والا اپنی نمازوں میں خشوع کرنے لگتا ہے۔

(2) جب وہ لغو کاموں،فضول اور بے فائدہ مشاغل میں وقت ضائع کرنے سے بچتا ہے اور ان کاموں میں وقت لگانے کو ہلاکت سمجھتا ہے۔

(3) جب وہ زکوٰۃ ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔(4) جب وہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔

(5) جب وہ امانت کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔(6) جب وہ عہد کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔

(7) جب وہ نماز کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔(8) جب وہ اللہ کی حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔

(9) جب وہ اپنی خواہشات کو ازواج کے دائرے میں پورا کرنے والا بن جاتا ہے۔

(10) جب وہ حقیقی ایمان والا یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرنے والا،محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے والا بن جاتا ہے۔

﴿الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ﴾

''وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں''(2)

سوال 1: ﴿الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ﴾ ''وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں'' مومن نماز میں خشوع کیسے حاصل کرتے ہیں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ﴾ ''جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور سکون کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں۔ دل حاضر رکھتے ہیں اور خیالات بٹنے نہیں دیتے، صرف اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھتے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوتی ہیں اور بازو پست رہتے ہیں۔

(2) نماز میں خشوع یہ ہے کہ جب بندے کا دل اللہ تعالیٰ کو قریب سمجھتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہو۔ اس سے قلب کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، اس کی تمام حرکات ساکن اور غیر اللہ کی طرف اس کا التفات کم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، وہ اپنی نماز کے اندر، اول سے لے کر آخر تک جو کچھ کرتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے پورے استحضار کے ساتھ کہتا ہے۔ اس طرح اس کے دل سے تمام وسوسے اور غلط افکار زائل ہو جاتے ہیں۔ یہی نماز کی روح اور یہی اس سے مقصود ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو بندے کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔ پس وہ نماز جو خشوع وخضوع اور حضور قلب سے خالی ہو اس پر اگرچہ ثواب ملتا ہے مگر صرف اتنا ملتا ہے جتنا قلب اس کو سمجھ کر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر السعدی:2/1753،1754)

(3) صحابہ نماز میں آسمان کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری تو انہوں نے نگاہیں جھکا لیں اور سجدے سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ نماز میں خشوع اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دنیا سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف توجہ ہو اور نمازی پر ایسی محویت کا عالم طاری ہو کہ وہ خود فراموش ہو کر دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جائے۔ اب اسے نماز میں راحت اور ٹھنڈک محسوس ہو گی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے خوشبو اور عورتیں محبوب ہیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے۔ (نسائی) آپ ﷺ نے فرمایا: بلال اٹھو اور ہمیں نماز سے آرام پہنچاؤ۔ (مسند احمد)(السراج المنیر:2/127)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں یہ پڑھتے تھے:﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعۡتُ وَبِكَ آمَنۡتُ وَلَكَ أَسۡلَمۡتُ خَشَعَ لَكَ سَمۡعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظۡمِي وَعَصَبِي﴾ ''اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا فرمانبردار ہوا۔ میرا کان اور میری آنکھیں اور میرا مغز اور میری ہڈیاں اور میرے پٹھے تیرے ہی حضور جھکے ہوئے ہیں''۔ (مسلم:1812)

(5) سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سینہ مبارک میں سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کہ چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔ (ابوداؤد:904)

(6) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے دیکھا تو فرمایا: اے گردن والے اپنی گردن اونچی کرلو۔ خشوع گردن میں نہیں ہوتا خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔ (مدارج السالکین:1/559)

(7) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت پڑھتے ﴿اَلَمۡ يَاۡنِ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ﴾ ''کیا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟'' (الحدید:16)

تو کہتے بلی یارب بلی یارب ''کیوں نہیں اے میرے رب! کیوں نہیں اے میرے رب!'' (مدارج السالکین:559/1)

(8) صحابہ کا خشوع ان کے دلوں میں ہوتا تھا، وہ اپنی نظریں اِدھر اُدھر سے بچاتے تھے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھتے تھے۔ اور اپنے بازو پست رکھتے تھے۔ (الدر المنثور: 84/4)

(9) مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: ﴿وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرۃ:238) قنوت میں رکوع، خشوع اور لمبا رکوع یعنی طویل قیام، غض بصر، بازؤں کا جھکانا اور اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ (مدارج السالکین)

(10) سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی، جو دیہاتی محسوس ہوتا تھا، وہ (مسجد میں) داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھنا شروع کی، اس نے اپنی نماز میں جلدی کی، پھر وہ نماز ادا کر چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے پاس آیا اور آپ) کو سلام کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ پھر سے نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' سو وہ پھر گیا اور پھر (پہلے جیسی) نماز پڑھی، پھر آیا اور آپ کو سلام کہا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' (اس طرح اس نے دو یا تین مرتبہ نماز دہرائی اور ہر مرتبہ آ کر آپ کو سلام کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر جب اس نے وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تفصیلاً نماز کا طریقہ سکھایا کہ ہر رکن میں اعتدال و اطمینان ہونا چاہیے۔ (ترمذی:302)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ڈاکہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔ (بخاری:751)

(12) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ آپ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔ (بخاری:429)

(13) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی منقش چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس کے نقوش کی طرف پڑی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا: ''میری اس چادر کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابو جہم کی سادہ چادر لا دو کیونکہ اس (منقش چادر) نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔'' (بخاری:373)

(14) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پہلے ہم نماز پڑھتے ہوئے بات بھی کر لیا کرتے تھے' کوئی بھی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اپنی کسی ضرورت کے لیے بات کر لیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ''سب ہی نمازوں کی پابندی رکھو اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح کھڑے ہوا کرو۔'' اس آیت کے ذریعہ ہمیں نماز میں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔ (بخاری:4534)

سوال 2: نماز میں خشوع اختیار کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:(1) نماز میں بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور غفلت میں کی گئی بات یا کلام مناجات نہیں۔اسی لئے کہتے ہیں بغیر خشوع کے نماز بغیر روح کے بدن کی طرح ہے۔

(2) خشوع ایمان اور حسن اسلام کا مظہر ہے جو بندے کی نیکی اور استقامت کی دلیل ہے۔خشوع سے دل کی سختی دور ہوتی ہے اور شیطان خشوع والے دل کے قریب نہیں آتا۔

(3) نماز میں خشوع واجب ہے رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں؟'' (محمد:24)

(4) تدبر اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک معنی پر ٹھہر ٹھہر کر غور نہ کریں اسی لئے فرمایا:﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ ''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔'' (المزمل:4)

(5) نماز میں خشوع نہ ہو تو اللہ تعالی کی یاد قائم نہیں ہوتی جب کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (طٰہٰ:14)

(6) رب العزت نے ذکر کے متضاد غفلت سے روکا ہے۔﴿وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ ''اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔'' (الاعراف:205)

(7) انسان پر خشوع کی کیفیت تبھی طاری ہو سکتی ہے جب وہ یہ شعور ذہن میں بٹھا لے کہ وہ رب کو دیکھ رہا ہے یا یہ کہ رب اسے دیکھ رہا ہے۔خشوع کی وجہ سے انسان کو قرار نصیب ہو جاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ ''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔'' (البقرہ:45)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾

''اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں'' (3)

سوال 1:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' لغو ہر اس بات یا کام کو کہتے ہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور اس میں دینی یا دنیاوی نقصان ہو۔ (تیسیر القرآن:187/3)

(2) یہاں (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی فائدہ نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:1754/2)

(3) ایمان والے اپنے آپ کو لغو، بے ہودہ اور باطل باتوں سے بچا کر رکھتے ہیں۔جب کسی لغو چیز سے یعنی بے کار باتوں اور کاموں سے

ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں رب العزت نے مومنوں کی تعریف کی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''اور جو لوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔'' (الفرقان:72)

(4)﴿ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔'' (القصص:55)

(5) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے نزدیک تم میں سے (دنیا میں) سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں بہترین اخلاق والے ہیں، اور میرے نزدیک تم میں (دنیا میں) سب سے زیادہ قابل نفرت اور قیامت کے دن مجھ سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو باتونی، بلا احتیاط بولنے والے، زبان دراز اور تکبر کرنے والے متفیہقون ہیں'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے ثرثارون (باتونی) اور متشدقون (بلا احتیاط بولنے والے) کو تو جان لیا لیکن متفیہقون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تکبر کرنے والے۔'' (ترمذی:2018)

(6) ایمان والوں کی صفت ہے کہ وہ حرام باتوں سے اپنی زبان کو روک لیتے ہیں۔

(7) نبی اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں آگاہ نہ کروں جس پر ان سب چیزوں کا دارومدار ہے؟ حضرت معاذ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، جی ہاں! ضرور بتائیں، چنانچہ آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا ''اس کو اپنے قابو میں رکھو'' (جامع ترمذی:2616، سنن ابن ماجہ:3973)

(8) اہل جنت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝﴾ ''نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔'' (الواقعہ:25،26)

(9)﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝﴾ ''اُس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔ تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے جو کافی انعام ہے۔'' (النبا:35،36)

(10)﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾ ''اُس میں وہ کوئی لغویات نہ سنیں گے۔'' (الغاشیہ:11)

سوال 2: لغو یعنی لہو ولعب کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب: (1) لغو کاموں میں مصروفیت برے اخلاق کے مظاہر میں سے ہے۔ (2) عقل کی کمی اور فہم کی قلت کی دلیل ہے۔

(3) باتونیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے، لوگ بھی انہیں ناپسند کرتے ہیں۔

(4) لغو میں مشغولیت لوگوں کی ناراضگی اور غصے کا سبب بھی بنتی ہے۔ (5) لغو میں مشغولیت ہلاکت کے مقامات تک پہنچا دیتی ہے۔
(6) لغو یعنی بے کار، بے فائدہ، وقت اور ایمان ضائع کرنے والی مصروفیات انسان کی زندگی کے ضیاع کا سبب بنتی ہیں۔

سوال 3: لغو سے اعراض کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: لغو سے اعراض کرنے سے مراد ہے کہ (1) انسان کا اپنی زندگی اور اپنے انجام کے بارے میں Serious ہونا۔
(2) بے فائدہ مشاغل کو ہلاک کرنے والا کام سمجھ کر ان سے خود کو بچانا۔ (3) لہو ولعب میں بے کار وقت ضائع کرنے سے خود کو بچانا۔
(4) اعراض کرنے سے مراد ہے کہ ان کی طرف توجہ بھی نہ کی جائے۔

﴿وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوۡنَ﴾

''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوۡنَ﴾ ''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوۡنَ﴾ ''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں'' یعنی مال کی مختلف جنسوں کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اپنے آپ کو گندے اخلاق اور برے اعمال سے پاک کرتے ہوئے جن کے ترک کرنے اور جن کے اجتناب ہی سے نفس پاک ہوتے ہیں۔ پس وہ نماز میں خشوع کا اہتمام کرکے اپنے خالق کی اچھے طریقے سے عبادت کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرکے مخلوق کے ساتھ احسان کا رویہ اپناتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1754/2)

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک نبی محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری: 8)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے (یعنی کافروں سے) اس وقت تک لڑوں جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں اور جب وہ یہ کام کرنے لگیں تو انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کا حق (ان سے لیا جائے گا) اور ان (کے دل کی باتوں) کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔'' (بخاری: 25)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے آپ ایسا عمل بتلائیں جس پر اگر میں ہمیشگی کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی

عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز قائم کر، فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان المبارک کے روزے رکھ۔'' وہ کہنے لگا: ''مجھے اس ہستی کی قسم ہے جو میری جان کی مالک ہے! میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔'' جب وہ واپس ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جنتی آدمی دیکھنا چاہتا ہو وہ اسے دیکھ لے۔'' (بخاری:1397)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جسے مال دے اور وہ اس مال کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لیے گنجے سانپ کے ہم شکل کر دیا جائے گا جس کے منہ کے دونوں کناروں پر زہریلا جھاگ ہوگا۔ وہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا پھر اس کے دو جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے (سورۃ آل عمران کی) یہ آیت نمبر (۱۸۰) کی تلاوت فرمائی: ''جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ روش ان کے لیے بہتر ہے۔ نہیں بلکہ یہ ان کے لیے بہت ہی بری ہے۔ (اور) جس چیز میں انہوں نے بخل کیا، اس کا انہیں قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا۔'' (بخاری:1403)

(6) زکوٰۃ کے دو فائدے جو ادا کرنے والے کو پہنچتے ہیں ایک تو اس کا مال پاک ہوتا ہے دوسرا اس کا نفس پاک ہوتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ ''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اور ان کو پاک کریں گے اور آپ ان کے لیے دعا کریں۔'' (التوبہ:103)

(7) زکوٰۃ سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد ہوتی ہے۔ (8) زکوٰۃ سے طبقاتی تقسیم میں کمی آتی ہے۔

(9) (i) زکوٰۃ سے مراد فرض زکوٰۃ بھی ہے۔ (ii) اس سے مراد ایسے کام کرنا بھی ہے جس سے انسان کو پاکیزگی حاصل ہو۔ اس کے اخلاق و کردار پاکیزہ ہو جائیں۔ (قرآناً عجباً)

(10) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں، یعنی زکوٰۃ نفس اور زکوٰۃ مال بھی۔ فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو پاک رکھے اور اپنے مال کی زکوٰۃ دے۔ (ابن کثیر:3/483)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ ''یقیناً کامیاب ہوگیا وہ جس نے اُسے پاک کیا۔'' (الشمس:9)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾

''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' شرم گاہوں کی حفاظت کرنے سے کیا فوائد نصیب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں''شرم گاہوں کی مکمل حفاظت سے مراد ان تمام کاموں سے اجتناب کرنا جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں مثلاً غیر محرم کو دیکھنا اور چھونا وغیرہ۔

(2)شرم گاہوں کی حفاظت کرنے سے:(i)انسان کی روح پاکیزہ رہتی ہے۔(ii)انسان کا خاندان پاکیزہ رہتا ہے۔(iii)انسانی معاشرہ پاکیزہ رہتا ہے۔(iv)اس سے فرد، خاندان اور معاشرہ گندگی سے بچے رہتے ہیں۔(v)اس کی وجہ سے انسان بدکاری سے محفوظ ہوجاتا ہے۔(vi)اس کی وجہ سے معاشرے سے بے حیائی ختم ہوجاتی ہے۔(vii)اس کی وجہ سے انسانوں کے نسب محفوظ رہتے ہیں۔(قرآناً عجباً)۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''(بنی اسرائیل:32)

(3)﴿وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾''اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔''(الفرقان:68)

(4)(i)شرمگاہوں کی حفاظت کی وجہ سے انسان کی قوت ارادی اس کے میلانات پر حاوی ہوجاتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسانی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔(ii)شرم گاہوں کی حفاظت کی وجہ سے پاک اور جائز ذرائع سے انسان کے فطری تقاضے پورے ہوتے ہیں۔(iii)شرم گاہوں کی حفاظت کی وجہ سے بچے پاک طریقے سے وجود میں آتے ہیں اُن کا نسب محفوظ رہتا ہے۔

سوال2:جن معاشروں میں لوگ شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے انہیں کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

جواب:(1)جن معاشروں میں لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے وہاں free sex رواج پاجاتی ہے۔

(2)ایسے معاشرے بگاڑ کا شکار ہوجاتے ہیں۔(3)ایسے معاشرے میں خاندان کا کوئی احترام نہیں رہتا، خاندانی نظام میں خلل آجاتا ہے۔

(4)free sex کی وجہ سے معاشرہ گندا اور غلیظ ہوجاتا ہے۔

(5)جس معاشرے میں لوگ شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے وہاں کے لوگ بے ہمت اور گرے ہوئے کردار کے مالک ہوتے ہیں۔

سوال3:شہوانی خواہشات کی تکمیل کی کیا ممکنہ صورتیں ہیں؟اسلام نے ان میں سے کس روش کو اختیار کیا ہے؟

جواب:(1)شہوانی خواہشات کے سلسلے میں تین صورتیں ممکن تھیں۔(i)ایک یہ کہ انسان ایسی خواہشات کو کلیتاً ترک کردے۔(ii)دوسری یہ کہ ان خواہشات کی تکمیل میں انسان کلیتاً آزاد ہو۔(iii)اور تیسری یہ کہ کوئی معتدل روش اختیار کی جائے۔اسلام نے ان میں سے معتدل روش کو اختیار کیا ہے۔(تیسیر القرآن:188/3)

(2)حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کردی گئی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز

پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔'' (بخاری:5063)

﴿اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ﴾

''سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' (6)

سوال1: ﴿اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ﴾ ''سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' اسلام نے جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے کون سے طریقے جائز قرار دیے ہیں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ﴾ ''سوائے اپنی بیویوں کے'' اسلام نے جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے دو طریقے جائز قرار دیئے ہیں: (i) بیوی سے مباشرت کرنا۔ (ii) لونڈی سے ضرورت پوری کرنا۔

(2) ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ﴾ ''جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے'' دلالت کرتا ہے کہ مملوکہ لونڈی کی حلت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ تمام کی تمام صرف اسی کی ملکیت میں ہو۔ اگر وہ صرف اس کے کچھ حصے کا مالک ہے تو یہ لونڈی اس کے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ کامل طور پر اس کا مالک نہیں کیونکہ وہ اس کی اور کسی دوسرے شخص کی مشترکہ ملکیت ہے۔ پس جس طرح یہ جائز نہیں کہ کسی آزاد عورت کے دو شوہر ہوں، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی لونڈی کی ملکیت میں دو مالکوں کا اشتراک ہو (اور وہ اس سے مجامعت کرتے ہوں) (تفسیر السعدی:1754,1755/2)

(3) ﴿فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ﴾ ''تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' یعنی اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جانے میں کوئی مواخذہ، کوئی ملامت نہیں اس لئے کہ رب العزت نے دونوں کو حلال ٹھہرایا ہے۔

سوال2: کیا عورت اپنے غلام سے تمتع کر سکتی ہے؟

جواب: یہ بات کہ مرد کے لیے تو اس کی ملوکہ کنیز سے تمتع جائز ہے۔ لیکن عورت اپنے مملوک غلام سے تمتع نہیں کر سکتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت نے اپنے غلام سے تمتع کر لیا۔ پھر دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ آپ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ میں یہ معاملہ پیش کیا تو سب نے بالاتفاق کہا کہ تَاَوَّلَتْ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى غَیْرَ تَاْوِیْلِهٖ (یعنی اس عورت نے اللہ کی کتاب کا غلط مفہوم اخذ کیا ہے) اور عورت کے لئے

اس چیز کو حرام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ غلام اپنی مالکہ کی خواہش شہوانی تو پوری کر سکتا ہے۔لیکن اس کا قوام نہیں بن سکتا۔لہٰذا ایسی عورت کے لیے بہتر یہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔(تیسیر القرآن:3/188)

﴿فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ﴾

"پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں" (7)

سوال1:﴿فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ﴾ "پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ "پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں" یعنی بیوی اور شرعی مملوکہ لونڈی کے ماسوا کچھ اور چاہیں۔

(2)﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ﴾ "تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔" یہی لوگ ہیں جو حلال سے آگے بڑھ کر حرام میں پڑ گئے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کرنے کی زیادتی کی ہے۔

(3)عبدالرحمن کا قول ہے کہ جس نے زنا کیا وہ زیادتی کرنے والا ہے۔(جامع البیان:7/18)

(4)ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ "زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کے ہوتے تھے:ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں'ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیرِ پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی کہتا کہ تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرا لے،اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔پھر جب اس غیر مرد سے اسکا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس کا شوہر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا،ایسا اس لئے کرتے تھے کہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو۔یہ نکاح "نکاح استبضاع" کہلاتا تھا۔تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو تعداد میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے۔پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی۔اس موقع پر ان میں سے کوئی مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے،اب میں نے یہ بچہ جنا ہے پھر وہ کہتی کہ اے فلاں!یہ بچہ تمہارا ہے۔وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا،وہ شخص اس سے انکار کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔یہ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔اس طرح کی عورت اپنے دروازے پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے۔جو بھی چاہتا ان

کے پاس جاتا۔اس طرح ان کی عورت جب حاملہ ہوتی اور جب بچہ جنتی تو ان کے پاس آنے جانے والے جمع ہوجاتے اور کسی قیافہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اسی کا بیٹا کہا جاتا،اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔پھر جب محمد ﷺ حق کے ساتھ رسول ہوکر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا،صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔'' (بخاری:5127)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:ابن آدم پر اس کے زنا سے حصہ لکھ دیا گیا ہے۔وہ لامحالہ اسے ملے گا۔پس آنکھوں کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا خواہش اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔(مسلم:2657)

(6)اس آیت کریمہ کا عموم تحریم متعہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نکاح متعہ کے ذریعے بنی ہوئی بیوی حقیقی بیوی ہے نہ اس کو نکاح میں باقی رکھنا ہی مقصود ہے اور نہ وہ لونڈیوں ہی کے زمرے میں آتی ہے، نیز یہ آیت کریمہ نکاح حلالہ کی تحریم پر بھی دلالت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:1754،1755/2)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾

''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں'' (8)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔'' مومن امین اور عہد کا پابند ہوتا ہے۔وہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنی امانت اور عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

(2)امانت کے دو پہلو ہیں ایک پہلو انسانوں سے متعلق ہے۔اس میں مال کی امانت ،راز کی امانت اور ذمہ داریاں وغیرہ سبھی آجاتے ہیں۔مومن مالی امانتوں کی طرح،رازوں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔دوسرا اور زیادہ اہم پہلو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے جو ہمارا خالق،مالک اور رازق ہے۔اس نے جو کچھ ہم پر فرض کیا ہے اس کو پوری طرح ادا کرنا اور اس کے احکامات کی حفاظت کرنا مومن کی ذمہ داری ہے۔ایمان والے امانت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پوری طرح سے پابندی کرتے ہیں۔امانت کی دونوں سمتوں کی حفاظت اور ان کو مکمل طور پر ادا کرنا فرض ہے۔رب العزت کا فرمان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کر دو'' (النساء:58)

(3)مومن عہد کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔اس میں وہ سارے معاہدے شامل ہیں جو بندے اور رب کے درمیان اور بندوں کے درمیان

ہیں۔مومن جب کسی سے عہد کرے تو اس کی حفاظت اور اس عہد کی پابندی، اس کو پورا کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔اس عہد میں کمی کوتاہی کرنا یا جان بوجھ کر اسے چھوڑنا حرام ہے۔عہد کی حفاظت اس طرح کرنی ہے جیسے چرواہا بکریوں کی حفاظت کرتا ہے تبھی وہ راعی کہلاتا ہے۔

(4)منافق عہد شکن اور خائن ہوتا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔'' (بخاری:33)

(5)عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق کی ایک قسم پر ہے جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔(وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔'' (بخاری:34)

(6)آپ ﷺ نے فرمایا:﴿لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ﴾''جس کے اندر امانت نہیں اس کا ایمان نہیں۔'' (مسند احمد:7179)

(7)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن (جن امانتوں کے سلسلہ میں باز پرس کی جائے گی ان میں) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے کہ میاں بیوی آپس میں صحبت کریں، پھر خاوند اپنی بیوی کی راز کی باتوں کو (دوست احباب کے سامنے) ظاہر کرے۔'' (مسلم:1437)

(8)﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بنی اسرائیل:34)

(9)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے مویشی جانور حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے اس حال میں کہ شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو، جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔'' (المائدہ:1)

(10)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔'' (الفتح:10)

(11)﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ

اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم آپس میں عہد کرو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ دیا کرو جب کہ اللہ تعالیٰ کو تم اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم کرتے ہو۔'' (النحل:91)

سوال 2: عہد کی رعایت ضروری ہے۔اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(i)عہد کی رعایت اس لئے ضروری ہے کہ ایک مومن اپنے عہد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتا ہے۔(ii)عہد پورا کرنا ایک شرعی فریضہ ہے۔(iii)عہد کے پورا کرنے کا تعلق تقویٰ سے ہے۔(iv)کسی بھی معاشرے کا نظام اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کے افراد امانت اور عہد کی پاسداری نہ کریں اسی کی وجہ سے سب کو امن، اعتماد، اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔(قرآناً عجباً)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾

''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (9)

سوال 1:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' نمازوں کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ مومن کیسے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''(i)نمازوں کی حفاظت سے مراد اُن کی اور ان کے اوقات کی پابندی ہے۔(ii)اس سے مراد نماز کے ارکان، آداب، شرائط کی پابندی ہے۔(iii)اس سے مراد نماز کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔

(2)یعنی وہ نمازوں کو ہمیشہ ان کے اوقات میں، ان کی حدود، شرائط اور ارکان کی کامل رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ نے نماز میں ان کے خشوع اور نماز کی حفاظت، دونوں باتوں کی بنا پر ان کی مدح وستائش کی ہے کیونکہ ان کا معاہدہ ان دونوں امور کے بغیر تکمیل نہیں پاتا۔پس جو شخص نماز پر مداومت تو کرتا ہے مگر بغیر خشوع کے نماز پڑھتا ہے، یا وہ کامل خشوع کے ساتھ تو نماز پڑھتا ہے مگر اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ ناقص اور مذموم ہے۔(تفسیر سعدی:1755,1756/2)

(3)عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''اپنے وقت پر نماز پڑھنا'' پھر پوچھا، اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا'' پوچھا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری:527)

(4)رب العزت کا فرمان ہے﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۝ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرہ:238)

(5)﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾ ''جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں۔'' (المعارج:23)

(6) کامیاب انسانوں کی صفات کا آغاز اور اختتام نماز سے کیا گیا ہے۔اس سے نماز کی اہمیت واضح کی گئی ہے کہ اسلام کا آغاز اور اختتام نماز سے ہے۔

(7) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سیدھے اور مضبوط رہو اور سب نیکیوں کو نہ گھیر سکو گے اور جان لو کہ تمہارے بہتر عملوں میں نماز ہے اور مؤمن کے علاوہ کوئی وضو کی حفاظت نہیں کرتا۔'' (ابن ماجہ:277)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور تمیم داری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بندے سے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔اگر اس کو پورا کیا ہوگا تو نفل نماز علیحدہ لکھی جائے گی اور اگر پورا نہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے پاس نفل نماز ہے تو اس سے پورا کرو، جس قدر فرض میں نقصان ہوا ہو، پھر دوسرے اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (ابن ماجہ:1426)

سوال 2: نماز کی حفاظت نہ کرنے کا کیا نقصان ہے؟

جواب: (1)(i) نماز کی حفاظت نہ کرنا دراصل اپنے اور اپنے رب کے درمیان رابطے کو کاٹ دینا ہے۔(ii) نمازوں کی حفاظت نہ کرنے والا انسانوں کے ساتھ بھی اچھے روابط نہیں رکھ سکتا۔ (قرآناً عجبا)

(2)﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ ''پھر ان کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے۔'' (مریم:59)

(3)﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝﴾ ''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔'' (الماعون:4,5)

(4)﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔'' (النساء:142)

(5) ابوالملیح نے کہا ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر جنگ میں تھے۔ابر و بارش کا دن تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔'' (بخاری:553)

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾

''یہی لوگ وارث ہیں'' (10)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''یہی لوگ وارث ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''یہی لوگ وارث ہیں۔'' جنت کے وارث وہ ہیں جو ایمان والوں کی صفات اپنے اندر پیدا کر لیں۔

(2) ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ ''یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔'' (مریم:63)

(3) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے دو ٹھکانے ہیں ایک جنت میں اور دوسرا جہنم میں، جب وہ مرتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے تو جنت والے اس کے حصے کو لاوارث سمجھ کر لے لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے قول ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''یہی لوگ وارث ہوں گے'' (المومنون:1) کا یہی مطلب ہے۔ (ابن ماجہ:4341)

(4) ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''(الحمد للہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (الاعراف:43)

(5) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!'' (الزمر:74)

(6) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿51﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿52﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿53﴾ كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿54﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿55﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿56﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿57﴾﴾ ''بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہے اور ہم اُن کو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔ اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔ وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (الدخان:51-57)

(7) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ (اے جنت والو) تمہارے لیے (یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ) تم صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ: آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔'' (مسلم:7157)

﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

''جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (11)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' جنت الفردوس جنت کا اعلیٰ حصہ ہے جہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجهاد)

(2) جو جنت کا بلند ترین، بہتر اور افضل طبقہ ہے کیونکہ وہ ایسی صفات سے متصف ہوئے ہیں جو بھلائی کی صفات میں سب سے اعلیٰ صفات ہیں۔ یا اس سے مراد تمام جنت ہے تا کہ عام مومن اپنے اپنے درجات و مراتب اور اپنے اپنے حال کے مطابق اس میں داخل ہو جائیں۔ (تفسیر السعدی:1756/2)

(3) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں۔'' (الکھف:107)

(4) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ربیع بنت نضر حضور ﷺ کے پاس آئیں۔ ان کا بیٹا حارثہ بن سراقہ شہید ہو چکا تھا۔ بدر کے دن اس کو ایک غیبی تیر لگا تھا کہ معلوم نہ ہوا کس نے مارا تھا۔ پھر ربیع حضور ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ مجھ کو حارثہ کے حال کی خبر دیجئے اگر وہ خیر کو پہنچا تو میں ثواب کی امیدوار رہوں اور صبر کروں اور اگر نہیں پہنچا تو میں دعا میں خیر کی کوشش کروں سو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''اے حارثہ کی ماں بے شک جنت میں کئی باغ ہیں اور تیرا بیٹا بلند فردوس میں داخل ہوا اور فردوس جنت کی بلند زمین ہے اور جنت کے بیچ اور بہتر ہے۔'' (ترمذی:3174)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ کے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، خواہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کرے (یا نہ کرے) بلکہ جس سرزمین میں پیدا ہوا ہو وہیں بیٹھا رہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں میں اس بات کو مشہور نہ کر دیں؟ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے۔'' مجھے خیال ہے۔ کہ نبی ﷺ نے (یہ بھی اس کے بعد) فرمایا: ''اس کے (یعنی جنت الفردوس کے) اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہیں سے (یعنی جنت الفردوس سے) جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔'' (بخاری:7423)

(6)﴿هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' وہ وہاں سے کبھی کوچ کریں گے نہ وہاں سے منتقل ہونا چاہیں گے کیونکہ جنت فردوس کامل اور افضل ترین نعمتوں پر مشتمل ہے وہاں کوئی تکدر ہوگا نہ پریشانی۔ (تفسیر سعدی:1756/2)

(7) ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورہ المومنون کی یہ دس آیات تلاوت کر کے فرمایا: ''یہ نبی ﷺ کا خلق تھا۔ (شوکانی) (تفسیر اشرف الحواشی:409/1)

﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' (12)

سوال1:﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب :(1)﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' قرآن حکیم نے ایمان والوں کی صفات کے بعد تخلیق انسانی کے مراحل کو اس لئے پیش کیا ہے کہ انسان غور وفکر کرے کہ کیچڑ سے انسان تک کتنی بڑی تبدیلی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) اللہ رب العزت نے عبادات کا حکم دینے کے بعد خالق، الٰہ اور معبود ہونے کے دلائل دیے ہیں۔ یہ دلائل چار طرح کے ہیں۔ اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کی صفات جلال اور اس کی وحدانیت کے دلائل ہیں۔ اور یہ تخلیق انسانی سات آسمانوں کی تخلیق، آسمان سے بارش کا نزول اور منافع کے لئے حیوانات کی تخلیق وغیرہ۔ (تفسیر منیر:338/9)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انسان کی تخلیق کی ابتداء سے لے کر مختلف مراحل کا ذکر فرمایا ہے۔ سب سے پہلے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے کہ بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے جو ساری زمین سے حاصل کیا گیا۔ آدم علیہ السلام کے بچے زمین کی نوعیت کے لحاظ سے فرق فرق ہیں۔ ان میں سے کچھ سنگ دل ہیں، کچھ رحم دل، کچھ پاک ہیں کچھ ناپاک ہیں۔

(4) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جسے اس نے تمام زمین سے جمع فرمایا تھا۔ چنانچہ آدم کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے (مختلف) ہوئی ہے، کئی سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ ہیں اور کئی

ان کے بین بین، کئی نرم خو ہیں اور کئی سخت طبیعت، کئی بری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور کئی اچھی اور عمدہ طبیعت والے۔'' (ابوداؤد:4693)

(5) مٹی سے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (i) پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (ii) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان جو بھی کھاتا ہے وہ مٹی سے بنتا ہے حتیٰ کہ نطفے کی اصل بھی مٹی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(6) ﴿وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکایک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو۔'' (الروم:20)

﴿ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ﴾

''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نُطفہ بنادیا'' (13)

سوال 1: ﴿ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نُطفہ بنادیا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نُطفہ بنادیا۔'' نطفہ پانی کا قطرہ ہے جو مرد کی پشت سے نکلتا ہے اسی کے ہزار خلیوں میں سے ایک خلیہ ہوتا ہے جو انسان کی شکل اختیار کرتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) قرار مکین سے مراد محفوظ جگہ ماں کا رحم ہے جہاں نو مہینے بچہ حفاظت سے رہتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔ رحم پر جھٹکوں، چوٹوں اور حرکات کے اثرات نہیں پہنچتے اس لئے اسے قرار مکین کہا گیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) نطفہ انسان کی پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے پھر وہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے محفوظ رہتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدہ:17)

(5) ﴿اَلَمۡ نَخۡلُقۡکُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ (۲۰) فَجَعَلۡنٰہُ فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ (۲۱) اِلٰی قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (۲۲) فَقَدَرۡنَا ٭ۖ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ (۲۳)﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔'' (المرسلات:20,23)

﴿ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ﴾

''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ،

بہترین پیدا کرنے والا ہے''(14)

سوال1:﴿ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ﴾ ''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً ﴾ ''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا'' جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کو علقہ کہتے ہیں جب مرد کا Sperm عورت کے Egg کے ساتھ Mix ہو جاتا ہے۔ ابتداء میں یہ رحم کے ساتھ چمٹا ہوا ایک نطفہ ہوتا ہے یہ اُن کے خون سے غذا حاصل کرتا ہے۔(قرآناً عجباً)

(2) یعنی نطفے کو چالیس دن گزرنے کے بعد سرخ خون میں تبدیل کر دیا گیا۔

(3)﴿ فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً ﴾ ''پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا'' خون کے بوٹی کی شکل میں آجانے کو مضغۃ کہتے ہیں۔ یہ بہت چھوٹی سی مخلوق ہے جو ابھی بہت شکلیں بدلنے والی ہے۔(قرآناً عجباً)

(4) چالیس دن کے بعد خون کے لوتھڑے یعنی علقہ کو گوشت کی چھوٹی بوٹی مضغۃ میں بدل دیا جاتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمۡ‌ؕ وَنُقِرُّ فِى الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ‌ۚ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـئًا‌ ؕ وَتَرَى الۡاَرۡضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ وَاَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ (۵) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّهٗ يُحۡىِ الۡمَوۡتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (۶) وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيۡبَ فِيۡهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡعَثُ مَنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ (۷) ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو

قبروں میں ہیں۔'' (الحج:5,7)

(6) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے۔ پھر اسی میں جما ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے۔ پھر اتنی مدت گوشت کی بوٹی رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت والا عمل کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (مسلم:6723)

(7) ﴿فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا﴾ ''پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا'' گوشت کی بوٹی کی ہڈیاں بنانے کا اصل مقصد انسانی ڈھانچے کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(8) سخت ہڈیاں جسم کی ضرورت کے مطابق گوشت کے درمیان میں ہوتی ہیں۔

(9) ﴿فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا﴾ ''پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا'' یعنی ہڈیوں کو گوشت پہنا دیتے ہیں۔ گوشت کے لئے ہڈیاں ہی سہارا بنتی ہیں۔ تیسرے چالیس دنوں میں یہ کام انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

(10) اگر انسان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی رکھا جاتا تو اس میں وہ حسن پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: ﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا'' دوسری بناوٹ میں پیدا کرنے سے مراد رحم مادر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح پھونکنے سے بے جان جسم کا جاندار میں تبدیل کرنا پھر بچے کو ایک خاص شکل دے کر ماں کے پیٹ سے باہر نکالنا اس حالت میں کہ اسے سننے، دیکھنے اور ادراک کی قوتیں دے دی جاتی ہیں۔

(2) اگر انسان غور کرے کہ ایک حقیر بوند سے زندگی کا آغاز کر کے، مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا سے کیا بنا دیا تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔

(3) ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ﴾ ''سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔'' انسان بہترین مخلوق ہے۔ اس کی تخلیق بہت ہی اچھی ہے اور تخلیق کرنے والا سب سے اچھا تخلیق کرنے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ كُلَّ شَیۡءٍ

خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۹)﴾ ''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا تھوڑے سے گارے سے کی۔ پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اُس کو درست کیا اور اُس نے اِس میں اپنی روح پھونکی اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ (السجدہ:7تا9)

(4)﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔'' (التین:4)

(5)﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۶) الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (۷) فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (۸) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (۹)﴾ ''اے انسان اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا۔ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست بنایا پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔ (الانفطار:6تا9)

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾

''پھر یقیناً اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو'' (15)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔'' انسان کے لئے فنا لازمی ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر یقیناً اس کے بعد تم'' یعنی انسان کو اس کی پیدائش کے مختلف مراحل سے گزار کر، اس میں روح پھونکنے، اس کو ماں کے پیٹ سے باہر نکال کر زندگی کی ساری قوتیں عطا کر کے زندگی گزارنے کے بعد ﴿لَمَيِّتُوْنَ﴾ ''ضرور مرنے والے ہو'' وہ مرحلہ بھی آئے گا جب تمہیں موت آئے گی۔ (2) موت اس زندگی کا خاتمہ ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾

''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے'' (16)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔'' انسانوں کو دوسری بار زندگی ملے گی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔'' قیامت کے دن انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھائے جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء

کی؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (العنکبوت:20)

(2)﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾ ''اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔'' (الانفطار:4) دوسری زندگی ابدی ہوگی جس کے پیچھے موت نہیں ہوگی۔

(3) پھر اللہ تعالیٰ اچھے برے اعمال کی جزا دیں گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (٣٦) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (٣٧) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (٣٨) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (٣٩) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْـيِۦَ الْمَوْتٰى (٤٠)﴾ ''انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔ پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟'' (القیامہ:36,40)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾

''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے'' (17)

سوال 1:﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے انسان کی پیدائش کے بعد اس کے مسکن اور اس پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر بنائے'' یعنی زمین کی چھت کے طور پر، انسانوں کے فائدے کے لئے۔

(2)﴿سَبْعَ طَرَآئِقَ﴾ ''سات راستے'' سات آسمان تہ بہ تہ بنائے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' (نوح:15)

(3)﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (المومن:57)

(4)﴿اۨلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (٢) الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (٣)﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟'' (الملک:3،2)

(5)﴿وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ ''اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کے سارے حالات کو جانتا ہے، وہ

بے خبر نہیں ہے، نہ وہ مخلوق کو بھولتا ہے، نہ پیدا کرنے کے بعد ضائع کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔“ (ھود:6)

(6) ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ”کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے۔“ (الملک:14)

(7) ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ”اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ (یٰسین:81)

(8) وہ نہ آسمانوں سے بے خبر ہے نہ زمین سے، نہ سمندروں سے، نہ صحراؤں کے کسی ذرّے سے، وہ علیم وحکیم ہے۔ وہ پہاڑوں کے سنگریزوں کی تعداد، درختوں کے پتّوں کی تعداد، صحراؤں کی ریت کے ذرّوں سمندروں کے قطروں کی گنتی جانتا ہے۔ مخلوق کی تخلیق ان کے خالق کی حکمت اور اس کے علم پر بہت بڑی دلیل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۳) اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۴)﴾ ”اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کر دو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے۔“ (الملک:13،14)

(9) ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۳) هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۴) لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۵)﴾ ”وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے خوب دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں۔“ (الحدید:3-5)

(10) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ”اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی

مثل۔اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' (الطلاق:12)

(11)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ڰ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾

''اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازے سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرا دیا اور یقیناً ہم اُس کے لے جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں'' (18)

سوال1:﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ڰ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازے سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرا دیا اور یقیناً ہم اُس کے لے جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً﴾ اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا'' اللہ تعالیٰ کے انسان پر بے شمار انعامات ہیں۔انسان پر رب العزت کے احسانات کی بارش ہو رہی ہے ۔زمین کا پانی رب العزت کی نعمت ہے۔

(2) زمین کے اندر جو پانی ہے وہ بارشوں کا پانی ہے اللہ تعالیٰ ٹھیک حساب کے مطابق نازل کرتا ہے۔(قرآناً عجباً)

(3)﴿بِقَدَرٍ﴾ ''ایک خاص اندازے سے'' بارش کا پانی نہ تو اتنا برستا ہے کہ زمین خراب ہو جائے، آبادیاں ہلاک ہو جائیں اور درخت، باغات اور نباتات برباد ہو جائیں اور نہ اتنا کم کہ زمین پر پیداوار پوری طرح سے سیراب نہ ہو اور پیداوار خراب ہو جائے۔

(4) بارش کا میٹھا پانی انسان خود بھی پیتا ہے۔جانوروں کو بھی پلاتا ہے اور مختلف فائدے اٹھاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَـتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝﴾ ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔ پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیئے۔اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں۔جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا۔'' (سورۃ ق:9,11)

(5)﴿فَاَسۡكَنّٰهُ فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرادیا'' زمین میں بارش کا پانی جذب ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھہر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے زمین میں ٹھہراتے ہیں جیسے نطفے کو رحم مادر میں ٹھہراتے ہیں۔ زمین میں ذخیرے کے طور پر جمع کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ کنووں کی گہرائیوں سے ضرورت کے مطابق پانی نکالا جاتا ہے۔ جس سے وہاں کے علاقے کو سیراب کیا جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَرۡسَلۡنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَیۡنٰکُمُوۡهُ ۚ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ لَهٗ بِخٰزِنِیۡنَ﴾ ''اور ہم نے ہواؤں کو بارآور بنا کر بھیجا۔ پھر آسمان سے پانی اُتارا، پس ہم نے وہ تمھیں پلایا۔ اور تم اس کو ہرگز ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔'' (سورۃ الحجر:22)

(6)﴿وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ۚ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا (۴۸) لِّنُحۡیِۦَ بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا وَّنُسۡقِیَهٗ مِمَّا خَلَقۡنَاۤ اَنۡعَامًا وَّاَنَاسِیَّ کَثِیۡرًا (۴۹)﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔ تاکہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا۔'' (الفرقان:48,49)

(7)﴿وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوۡنَ﴾ ''اور یقیناً ہم اُس کے لے جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں'' یعنی اگر ہم چاہیں بادلوں کو ہی واپس لے جائیں۔

(8) اگر ہم چاہیں تو زمین کی جذب کرنے کی صلاحیت ہی ختم کردیں اور پانی وہاں سے بہہ کر نکل جائے۔

(9) یا اگر ہم چاہیں تو پانی کو اتنا گہرا پہنچادیں کہ تمہاری رسائی ہی ممکن نہ ہو۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ﴾ ''کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا۔'' (الملک:30)

(10) یا اس پانی کو اتنا کھارا بنادیں کہ وہ تمھارے اور جانوروں کے لیے قابل استعمال نہ رہے۔﴿اَفَرَءَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ (۶۸) ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ (۶۹) لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا فَلَوۡلَا تَشۡکُرُوۡنَ (۷۰)﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنادیں پھر تم کیوں شکرادا نہیں کرتے ؟'' (الواقعہ:68-70)

(11) یہ جہانوں کے بادشاہ کا لطف وکرم ہے کہ وہ میٹھا، صاف شفاف پانی اتارتا ہے جس میں سے کچھ زمین میں جذب ہو جاتا ہے، کچھ ندی نالوں سے دریاؤں میں چلا جاتا ہے جس سے نہریں نکال کر تمہارے علاقے سیراب کیے جاتے ہیں۔ یہی پانی تمہارے لیے چشموں، کنوؤں اور تالابوں میں ذخیرہ کردیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿فَاَنۡشَاۡنَا لَکُمۡ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ ۘ لَکُمۡ فِیۡهَا فَوَاکِهُ کَثِیۡرَةٌ وَّمِنۡهَا تَاۡکُلُوۡنَ﴾

''پھراس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے کھجوراورانگور کے باغ پیدا کیے،اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں اوران ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو''(19)

سوال1:﴿فَاَنۡشَاۡنَا لَـكُمۡ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍۘ لَـكُمۡ فِيۡهَا فَوَاكِهُ كَثِيۡرَةٌ وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾''پھراس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے کھجوراورانگور کے باغ پیدا کیے،اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں اوران ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب (1): ﴿اَنۡشَاۡنَا لَـكُمۡ بِهٖ﴾''پھراس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے پیدا کیے''یعنی میٹھے پانی کے ذریعے۔

(2)﴿جَنّٰتٍ﴾''باغ''تمہارے لیےخوب صورت باغات پیدا کردیے۔

(3)﴿مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ﴾''کھجوراورانگور کے باغ''اللہ تعالی نے دوطرح کے باغات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ حجاز میں یہی باغ ہوتے ہیں۔رب العزت نے ہر علاقے میں وہاں کی پیداوار کے مطابق ہرے بھرے باغات پیدا کیے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾''اور کھجوراور انگور کے پھلوں سے بھی جس سے تم نشہ آور چیز بناتے ہواوراچھارزق بھی،بلاشبہ اس میں یقیناًان کے لیےنشانی ہے جوعقل رکھتے ہیں۔''(النحل:67)

(4)﴿لَـكُمۡ فِيۡهَا فَوَاكِهُ كَثِيۡرَةٌ﴾''اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں''یعنی تمہارے لیےان باغات میں بہت سے پھل ہوتے ہیں مثلاً انار،زیتون،سیب وغیرہ۔

(5)﴿وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾''اوران ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو''یعنی پھلوں سےاوران کے حسن وجمال سے آپ خوش بھی ہوتے ہو،ان کی تجارت بھی کرتے ہواورانہیں کھاتے بھی ہو۔

﴿وَشَجَرَةً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَيۡنَآءَ تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ﴾

''اورہم نے وہ درخت پیدا کیا جوطورِسینا سے نکلتا ہے وہ کھانے والوں کے لیےتیل اورسالن اُگاتا ہے''(20)

سوال1:﴿وَشَجَرَةً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَيۡنَآءَ تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ﴾''اورہم نے وہ درخت پیدا کیا جوطورِسینا سے نکلتا ہے وہ کھانے والوں کے لیےتیل اورسالن اُگاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَشَجَرَةً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَيۡنَآءَ﴾''اورہم نے وہ درخت پیدا کیا جوطورِسینا سے نکلتا ہے''اس سے مراد زیتون کا درخت ہے۔شام کی سرزمین زیتون کا خاص علاقہ ہے۔

(2)طورِسینااس مقدس وادی کے قریب ہے جہاں حضرت موسیٰ کواللہ نے نبوت عطا کی تھی۔(قرآناًعجباً)

(3)﴿تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِیۡنَ﴾ ''وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن اُگاتا ہے۔''یعنی زیتون سے تیل نکلتا ہے اسی وجہ سے یہ سالن کا کام دیتا ہے۔اہل عرب روٹی کے ساتھ زیتون کا تیل لگا کر کھالیا کرتے تھے۔اس تیل کو جسم پر بھی ملا جاتا ہے۔

(4)بغوی نے لکھا ہے صبغ اور صباغ اس سالن کو کہتے ہیں جس میں روٹی ڈبوئی جاتی ہے اور روٹی پر اس کا رنگ آجاتا ہے اور ادام عام سالن کو کہتے ہیں جس کو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے خواہ اس سے روٹی رنگین ہو یا نہ ہو۔زیتون کا پھل، تیل، لکڑی سبھی کچھ مفید ہے۔(قرآناً عجبا)

(5)عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے (جسم پر) لگاؤ، اس لیے کہ وہ مبارک درخت ہے۔''(مسند احمد، ترمذی:1851)

﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِیۡكُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهَا وَلَكُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ كَثِیۡرَةٌ وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾

''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، جو ان کے پیٹ میں ہے،ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو''(21)

سوال1:﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِیۡكُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهَا وَلَكُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ كَثِیۡرَةٌ وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، جو ان کے پیٹ میں ہے،ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو''۔ترجمہ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ﴾ ''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں''اس آیت کریمہ میں مویشیوں یعنی اونٹوں، گائیوں اور بھیڑ بکریوں کے فوائد کو بیان کیا گیا ہے۔

(2)﴿لَعِبۡرَةً﴾ ''یقیناً بڑی عبرت ہے''ان کی تخلیق، یعنی اگر آپ ان کی تخلیق، ان کی زندگی اور منافع پر غور کرو تو یہ آپ کو ایمان، توحید اور اطاعت کی طرف لے جائیں گے۔

(3)﴿نُسۡقِیۡكُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهَا﴾ ''جو ان کے پیٹ میں ہے ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں''یعنی تمہیں جو دودھ پلایا جاتا ہے گوبر اور خون کے درمیان سے نکالا جاتا ہے۔یہ خالص دودھ پینے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔

(4)﴿وَلَكُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ كَثِیۡرَةٌ﴾ ''اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں''یعنی تم ان کا گوشت کھاتے ہو، سواری کرتے ہو، ان کی اون اور بالوں سے بنا ہوا کپڑا بھی استعمال کرتے ہو۔ان کی کھالوں، چمڑوں سے خیمے بھی بناتے ہو۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ (۷۱) وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ

﴿وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ (٧٢) وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (٧٣)﴾ اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں۔ اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں۔ اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟" (یٰسین 71،73)

(5) ﴿وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ "اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو" یعنی تم ان کے گوشت اور چربی سے بہترین کھانے بناتے ہو۔

﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾

"اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو" (22)

سوال 1: ﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾ "اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾ "اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو" یعنی خشکی پر تم ایک شہر سے دوسرے شہر تک ان جانوروں پر اپنے بوجھ لاد کر لے جاتے ہو جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح سمندر میں تمہارے سفر کے لئے کشتیاں بنائیں جو تمہیں اور تمہارے سامان کو، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اٹھائے پھرتی ہیں۔ پس وہ ہستی جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں، جس نے مختلف انواع کے احسانات کئے ہیں اور جس نے اپنی نوازشوں کی بارش کی، وہی کامل شکر، کامل حمد وثنا اور عبودیت میں پوری کوشش کی مستحق ہے اور وہ اس چیز کی بھی مستحق ہے کہ اس کی نعمتوں سے اس کی نافرمانی پر مدد نہ لی جائے۔ (تفسیر السعدی: 2/1760)

(2) ﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اُٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔ یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنیوالا، نہایت رحم والا ہے۔" (النحل: 7)

(3) ﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (٥) وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (٦) وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (٧) وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (٨)﴾ "اور اُس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فوائد بھی اور اُن ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ اور ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کے وقت تم انہیں چرانے لے جاتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اُٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔ یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنیوالا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم اُن

پرسواری کرواور زینت کے لئے،اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے ہو" (النحل:5,8)

(4) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (١٤) وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (١٥) وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (١٦) اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (١٧)﴾ "اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر وتازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگا نے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔اور بہت سی علامتیں ہیں اور تاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں۔تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟" (النحل:14،17)

(5) کیا ان انعامات پر اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرو گے؟

(6) اس کو یاد کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔یہ نعمتیں منعم کا شکر ادا کرنے کو واجب کرتی ہیں۔یہ انعامات واجب کرتے ہیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔(ایسر التفاسیر:970)

رکوع نمبر 2

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟" (23)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا" رب العزت نے انسانوں پر انعامات کا ذکر فرمایا تو سب سے بڑے انعام "ہدایت" کے لیے زمین پر اس کے آغاز سے ہی اپنی جانب سے کیے جانے والے انتظامات کا ذکر فرمایا۔رب العزت نے شروع سے ہی اس مقصد کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔

(2) رب العزت نے سب سے پہلے اپنے بندے اور رسول سیدنا نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے۔

رب العزت نے انہیں ایسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو بتوں کی پوجا کرتی تھی۔سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں اپنی اطاعت، توحید اور بتوں سے برأت کرنے کی دعوت دی۔

(3)﴿فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ﴾ تو اُس نے کہا:''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو''انہوں نے دعوت دی کہ اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو، اپنی عبادت کو اس کے لیے خالص کرو۔ اخلاص کے بغیر تمہاری عبادات قبول نہیں ہوں گی۔

(4)﴿مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ﴾''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''اللہ تعالیٰ کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں وہی تمہارا خالق ہے، وہی رازق ہے، وہی مالک ہے، وہی سارے کمالات رکھتا ہے۔

(5)﴿اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾''تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟''یہ حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے سوال ہے کہ کیا تمہیں برے انجام سے ڈر نہیں لگتا؟ جبکہ تم جانتے ہو اس کا نتیجہ دنیا میں عذاب اور آخرت میں بڑی آگ کی صورت نکلنے والا ہے۔(قرآناعجبا)

(6) کیا تم غیر اللہ کی عبادت کر کے اس کے غضب اور عذاب سے نہیں ڈرتے۔(ایسر التفاسیر 970)

(7) اللہ سے ڈر جاؤ اور صرف اسی ایک کی عبادت کرو۔

﴿فَقَالَ الۡمَلَؤُا الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ۙ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتَفَضَّلَ عَلَیۡكُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ﴾

''تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا:''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کر لے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا''(24)

سوال1:﴿فَقَالَ الۡمَلَؤُا الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ۙ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتَفَضَّلَ عَلَیۡكُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ﴾''تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا:''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کر لے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا'' کی وضاحت کریں؟

جوب:(1)﴿فَقَالَ الۡمَلَؤُا الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا﴾''تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا'' قوم کے سرداروں نے یعنی مالداروں اور اہل حل وعقد نے کہا۔

(2)﴿مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ﴾''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی''یعنی نوح علیہ السلام تو تم جیسا انسان ہے تم کیسے اس کی اطاعت کرو گے۔ اگر تم اس کی دعوت کو قبول کرو گے تو تمہیں اس کی ماننی پڑے گی۔

(3)﴿يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ ''جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کرلے''یعنی وہ رسالت کی وجہ سے تم پر اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتا ہے(ثمرقندی:499/2)

(4)یعنی وہ تم پر برتری حاصل کرنے کے لیے تمہارا پیشوااور سردار بننا چاہتا ہے۔اس میں ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے اسے تم پر فضیلت حاصل ہوجائے۔

(5)﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا''انہوں نے دلیل دی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھانا چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا جو کہ عالم بالا سے جڑے ہوئے ہیں تب ہم یقین کر لیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری ہدایت کے لیے آئے ہیں۔ایک عام انسان کو جو کہ ہم جیسا ہے اس میں اتنی قوت کہاں ہے کہ وہ انسانوں کو عالم بالا سے جوڑ دے۔

(6)﴿مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا''انہوں نے یہ دلیل بھی دی کہ ہمارے آباؤاجداد میں کسی نے رسول کے معبوث ہونے کے بارے میں نہیں سنا۔

(7)قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو تنگ نظری سے دیکھا اور جب بھی انسان تنگ نظر ہوجاتا ہے اُس کے اور حقیقت کے درمیان پردہ حائل ہوجاتا ہے پھر انسان حق کے معاملے میں اندھا بن جاتا ہے۔قوم نوح بھی تعصب کے اندھے پن کا شکار ہوگئی۔انہوں نے نہ دعوت کی حقیقت کو سمجھا، نہ اُس کا ادراک کیا اسی وجہ سے انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی شخصیت پر تبصرے شروع کردیے کہ یہ تو ہم جیسا ایک انسان ہے اس کی کیسے مان لیں؟(i)حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ایک انسان کی دعوت کو قبول کرنے سے اس لئے انکار کیا تھا کہ اگر اس کی بات مان لیں تو ایک عام شخص عظیم شخص بن جائے گا۔(ii)ایمان لاتے ہی وہ ہمارا بڑا بن جائے گا۔اس لئے انہوں نے اپنی بڑائی کو برقرار رکھنے کے لئے رسالت کا انکار کردیا۔(قرآناً عجباً)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے، سوایک وقت تک اُس کا انتظار کرو''(25)

سوال1:﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے، سوایک وقت تک اُس کا انتظار کرو'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان پر دیوانگی کا لزام کیوں لگایا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ''وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان پر دیوانگی کا الزام اس لیے لگایا کیونکہ(i)حضرت نوح علیہ السلام قوم کو بتوں کی عبادت سے روکتے تھے قوم اسے نرالی دعوت سمجھتی تھی اس لیے کہ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کے دور میں ایسی بات نہیں سنی۔(ii)حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کی زد جب باپ دادا پر بھی پڑتی تھی تو باپ دادا کی کم عقلی اور

بے وقوفی بھی نظر آنے لگتی تھی چونکہ خود ماننا نہیں چاہتے تھے اسی لیے ضد میں دیوانہ قرار دیتے تھے۔

(2) وہ یہ کہتے تھے کہ یہ دیوانہ ہے اس لیے کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور میرے پاس اس کی طرف سے وحی آتی ہے۔

(3) ﴿فَتَرَبَّصُوۡا بِهٖ حَتّٰى حِيۡنٍ﴾ ''سو ایک وقت تک اُس کا انتظار کرو'' یعنی نہ اس کی بات سنو، نہ اس کی اطاعت کرو، انتظار کرو، صبر کرو دیکھو یہ خود زمانے کے حوادث کا شکار ہوتا ہے یا ہلاک ہو جاتا ہے ہمیں اس سے نجات مل جائے گی۔

(4) (i) اس سے مراد یہ تھی کہ کچھ انتظار کرلو اس کی موت کے ساتھ اس کی دعوت بھی ختم ہو جائے گی۔

(ii) اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی تھی کہ اسے چھوڑ دو ہو سکتا ہے یہ دعوت بھی چھوڑ دے۔

﴿قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ﴾

''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے'' (26)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کے مقابلے میں اپنے رب سے دعا مانگی وضاحت کریں؟

جواب: (1) نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کے بعد دیکھا کہ قوم کو ان کی دعوت اس کے سوا کوئی فائدہ نہیں دے رہی کہ وہ اپنے رب سے بھاگ رہے ہیں۔ تب انہوں نے دعا کی۔

(2) ﴿قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' کہ اے میرے رب میری مدد فرما دے۔ سورہ القمر میں سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے مجبور ہو جانے کا معاملہ اپنے رب کے سامنے رکھتے ہوئے دعا کی۔ ﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ﴾ ''تو اُس نے اپنے ربّ کو پکارا: ''میں بے بس ہوں۔ سو تو بدلہ لے لے!'' (القمر:10)

(3) سورۃ نوح میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا (٢٦) اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (٢٧)﴾ اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔ اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے۔ (نوح:26،27)

﴿فَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ اَنِ اصۡنَعِ الۡـفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ فَاسۡلُكۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ مِنۡهُمۡ ۚ وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾

''تو ہم نے اُس کی طرف وحی کی کہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ، پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور اُبل

پڑے تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو اور اپنے گھر والوں کو مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں'' (27)

سوال 1: ﴿فَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ اَنِ اصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا﴾ ''تو ہم نے اُس کی طرف وحی کی کہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ'' رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا کشتی کیسے بنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ﴾ ''تو ہم نے اُس کی طرف وحی'' اللہ رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی تو قوم کے عذاب سے پہلے ان کی نجات کے لیے، وہاں سے نکلنے کے وسیلے کے لیے وحی کی۔

(2) ﴿اَنِ اصۡنَعِ الۡفُلۡكَ﴾ ''کہ کشتی بناؤ'' یعنی آپ ہماری تعلیم سے کشتی تیار کرو۔

(3) ﴿بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا﴾ ''ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق'' یعنی ہماری مدد سے، ہماری حفاظت میں ہمارے ہی حکم کے مطابق، ہماری ہی نگرانی میں، ہماری تعلیم کے مطابق کشتی بناؤ۔ آپ ہماری نظروں میں ہو، ہم آپ کی باتیں سنتے ہیں اور آپ کو دیکھتے ہیں۔

سوال 2: حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بنانے میں کیا سبق ہے؟

جواب: (1) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں اسباب اختیار کرنے کا سبق تھا۔

(2) اس میں سبق یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اُن لوگوں کے لیے آتی ہے جو اَن تھک کوششیں کرتے ہیں اور پھر بھی اسباب و وسائل اختیار کرتے ہیں۔

(3) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں ہمارے لیے سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اُن لوگوں کو نہیں ملتی جو عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں، آرام کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کا انتظار کرنے کے سوا کوئی کوشش نہیں کرتے۔

(4) جب انسانی عمل کی سرحد ختم ہو جاتی ہے تو الٰہی عمل کا آغاز ہو جاتا ہے مگر یہ مواخذے کا وقت ہوتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 3: ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ فَاسۡلُكۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ مِنۡهُمۡ ۚ وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور اُبل پڑے تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو اور اپنے گھر والوں کو مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آجائے'' یعنی آپ کشتی بنالو تو ہمارے حکم کا انتظار کرو۔ جب ہماری طرف سے

عذاب کا حکم آجائے۔

(2) ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ ''اور تنور اُبل پڑے'' تنور سے مراد ہمارے یہاں کا روٹیاں پکانے والا تنور نہیں بلکہ زمین ہے جو اندر سے تنور کی طرح دہک رہی ہے۔ تنور اُبلنے سے مراد پوری زمین سے چشموں کا اُبل پڑنا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) جب زمین سے پانی پھوٹ نکلے حتی کہ آگ جلانے والی جگہوں سے بھی پانی نکلنے لگے۔

(4) ﴿فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ ''تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو ہر قسم کے جانوروں کے جوڑے'' یعنی نر اور مادہ کشتی میں لادلیں۔ ہر طرح کی بوٹیاں اور پھلوں کے پودے بھی لادلیں تاکہ حیوانات اور نباتات کی نسلیں باقی رہیں۔

(5) ﴿وَاَهْلَكَ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو'' یعنی اپنے گھر والوں اور اور ایمان والوں کو کشتی میں بٹھالیں۔

(6) ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ﴾ ''مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی'' سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے سے ہی ہلاکت دی گئی ہے اور اہل خاندان میں سے جو ایمان نہیں لاتے جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا اور بیوی۔

(7) ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں'' ظالموں کے بارے میں آپ مجھ سے اس وقت کوئی بات نہ کرنا کہ میں انہیں نجات دے دوں کیونکہ ان کے بارے میں تقدیری فیصلہ ہو چکا کہ انہیں غرق ہونا ہے جب آسمان سے غضب کی بارش ہو اور قوم تباہ ہو رہی ہو تب تمہارا دل نہ پگھلے تب یہ امید نہ باندھنا کہ وہ ایمان لے آئیں گے یہ شرک پر جمے رہیں گے اور ڈوب مریں گے۔

سوال 4: حضرت نوح علیہ السلام کو لوگوں کی سفارش سے کیوں روک دیا گیا تھا؟

(1) حضرت نوح علیہ السلام کو اس لیے روک دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت رشتہ داری دوستی کی رعایت نہیں کرتی۔

(2) ظالموں کی ہلاکت کے بارے میں قطعی فیصلہ کیا تھا اور کوئی سفارش کام نہیں آسکتی تھی۔ (قرآناً عجباً)

﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ تو کہنا سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دلائی'' (28)

سوال 1: ﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ﴾ ''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ﴾''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ'' جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ اور کشتی تیرنے لگے تو ظالم قوم سے نجات پانے اور طوفان سے سلامتی ملنے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کر لینا۔

(2)﴿فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾''تو کہنا سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دلائی'' یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے ظالموں سے نجات دی۔

(3) سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم اتنی بد بخت تھی کہ ان کے غرق ہونے پر رب العزت نے شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔

(4) سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی دعا میں اپنی قوم کے فجور کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا:﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۶) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۷)﴾''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔ اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے''۔(نوح 26،27)

(5) سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام اور اصحاب نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے رب العزت کی جانب سے تعلیم تھی کہ وہ ظالموں سے اور ان کے اعمال سے نجات پانے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾

''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے''(29)

سوال1:﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا﴾''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو'' یعنی اپنے رب سے یہ نعمت مانگو کہ تمہیں بابرکت منزل نصیب کر دے۔ یعنی جہاں پانی اور درخت میسر ہوں۔ جہاں نسل کا سلسلہ چلے اور بڑھے۔

(2)﴿وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾''اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے'' یعنی رب کی ثنا بیان کرو کہ تو ہی سب کچھ دینے والا ہے تو ہی بچانے والا ہے ہمیں بہترین جگہ پر پہنچا دے۔

سوال2: سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کے شعور پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1) اس دعا کے شعور پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

دُعا کے شعور پر اثرات (i) انسان اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا (ii) انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ پر یقین پختہ ہوتا ہے۔

(iii)انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔(iv)انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے اُمید بندھ جاتی ہے

(2)اس دعا کے انسان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔(i)انسان کو نئے علاقے میں برکتیں ملتی ہیں۔(ii)انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصار میں رہتا ہے۔(iii)انسان کی جن چیزوں پر قدرت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ انسان کے لئے آسانیاں پیدا کردیتے ہیں۔(قرآناعجبا)

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں'' (30)

سوال 1:﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعے میں نشانیاں ہیں۔

(i)اس واقعے میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔(ii)یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ہلاک کردیتے ہیں۔

(iii)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لے کر آتے ہیں، اس میں وہ سچے ہوتے ہیں۔

(vi)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(v)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی کشمکش میں ہر چیز کے بارے میں علم رکھتا ہے۔وقت آنے پر اہل باطل کو پکڑ لیتا ہے

(vi)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو پکڑتا ہے تو وہ چھوڑتا نہیں ہے اور اس کے شکنجے سے کوئی کسی کو چھڑا نہیں سکتا۔(قرآناعجبا)

(2)اس واقعے میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے اور نوح علیہ السلام اس کے سچے رسول تھے اور ان کی قوم جھوٹی تھی۔

(3)رب العزت نے کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر چھوڑ دیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾
''اور بلاشبہ یقیناً اُس کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر:15)

(4)﴿وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ﴾''اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر لوگوں کو خیر اور شر سے آزماتے ہیں تاکہ مومن اور کافر، فرماں بردار اور نافرمان کو پورا پورا بدلہ دیں۔یہ اللہ وحدہ لاشریك لہ کا عدل ہے اور رحمت ربانی ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ جب مومنوں کو آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں تو انہیں صبر اور شکر سکھا کر اجر دینے کے لیے کرتے ہیں۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ﴾

''پھر ان کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے'' (31)

سوال 1:﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ﴾''پھر ان کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ﴾ ''پھران کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے'' قوم نوح کو ہلاک کرنے کے بعد دوسری قومیں پیدا کیں۔(i)اس سے مراد قوم عاد ہے کیونکہ اکثر مقامات پر قوم نوح کے جانشین کے طور پر قوم عاد ہی کا ذکر کیا گیا۔(ii) کچھ لوگوں کے نزدیک یہ قوم ثمود ہے۔(iii) کچھ کے نزدیک اہل مدین ہیں۔(قرآنا عجبا)

﴿فَاَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾

''پھران میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواس کے سواتمہارا کوئی معبود نہیں،
توکیا تم ڈرتے نہیں ہو؟''(32)

سوال1:﴿فَاَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾ پھران میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواس کے سواتمہارا کوئی معبود نہیں،توکیا تم ڈرتے نہیں ہو' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ﴾ ''پھران میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا''یعنی ہود علیہ السلام کو بھیجا جن کے حسب نسب اور سچائی کے بارے میں تمہیں علم تھا تاکہ وہ آسانی کے ساتھ ان کی بات مان جائیں اور رسول سے نفرت نہ کریں،تعصب نہ رکھیں۔

(2)﴿اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواس کے سواتمہارا کوئی معبود نہیں'' ان کے رسول نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ وہی تمہارا خالق،تمہارا رازق ہے،وہی تمہاری عبادت کا مستحق ہے۔

(3) یہ پہلی دعوت ہے جس کی طرف سارے رسول بلاتے رہے﴿لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواور طاغوت سے اجتناب کرو،چنانچہ ان میں سے کچھ کواللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اوران میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سوتم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟(النحل:36)(4) رسول نے غیر اللہ کی عبادت سے روکا اور غیر اللہ کی عبادت کے فساد سے قوم کو آگاہ کیا۔

(5)﴿اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾ ''توکیا تم ڈرتے نہیں ہو؟''یعنی تم بتوں کی،خودساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتے۔

(6) سارے رسولوں نے غیر اللہ کی عبادت سے بچنے کی تلقین کی سارے پیغمبروں کی دعوت ایک ہے اس لئے کہ سب ہی اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔(قرآناعجبا)

رکوع نمبر 3

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾

''اوراس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا اُنہوں نے کہا: ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے، یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' (33)

سوال 1:﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ ''اوراس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا'' اُنہوں نے کہا: ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے، یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا'' اُنہوں نے کہا:'' یعنی قوم کے سرداروں نے کہا جن میں تین صفات تھیں اپنے خالق اور اس کی وحدانیت کا انکار، آخرت کی ملاقات کا انکار دنیاوی زندگی کی خوشحالی۔ ان تین صفات نے انہیں سرکش بنا دیا تھا۔ انہوں نے اپنے نبی کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

(2)﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے'' یعنی تمہارے اور اس کے درمیان کوئی فرق نہیں پھر تم اس کی سرداری پر کیسے راضی ہو سکتے ہو، کہ وہ تمہیں حکم دے اور تمھیں روکے؟ (ایسر التفاسیر:973)

(3)﴿يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ ''یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' یعنی اسے کسی چیز میں تم پر فضیلت نہیں وہ فرشتہ کیوں نہیں ہے کہ نہ کھانا کھاتا اور نہ پانی پیتا اب اگر اپنے بشر کی بات مان لوگے تو بڑے نقصان میں رہو گے۔

سوال 2: معاشی خوش حالی رب سے تعلق کاٹنے کا سبب کیسے بن جاتی ہے؟

جواب:(1) معاشی خوش حالی انسان کی قوت کو بگاڑ دیتی ہے۔(2) معاشی خوش حالی دل کے دروازے بند کر دیتی ہے۔

(3) معاشی خوش حالی عقل کو بند کر دیتی ہے۔(4) معاشی خوش حالی دلوں کو پتھر کر دیتی ہے۔(5) معاشی خوش حالی احساس نہیں کرنے دیتی۔

(6) خوش حال لوگ کسی بات سے متاثر نہیں ہوتے اس لیے وہ حق بات کو نہیں مانتے یوں اُن کا تعلق رب سے کٹ جاتا ہے۔(قرآناً عجبا)

﴿وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَكُمۡ اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ﴾

''اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرور خسارہ اُٹھانے والے ہی ہو گے''(34)

سوال 1: ﴿وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَكُمۡ اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ﴾ ''اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرور خسارہ اُٹھانے والے ہی ہو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَكُمۡ اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ﴾ ''اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرور خسارہ اُٹھانے والے ہی ہو گے'' یعنی اگر تم کسی انسان کی بات مانو گے تو تمہیں زندگی اور مقام کا خسارا ملے گا۔(ایسر التفاسیر:973)

(2) وہ خسارہ یہی تھا کہ رسول کو مان کر تم اس کی فضیلت کو مان لو گے جبکہ ایک انسان دوسرے انسان سے افضل نہیں ہو سکتا یہ غلط فہمی منکرین بشریت رسول کے ذہنوں میں ہمیشہ سے رہی ہے حالانکہ اللہ جس کو رسالت کے لیے چن لیتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے تمام غیر نبی انسانوں سے افضل ہو جاتا ہے۔(قرآناً عجبا)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَقَالُوۡۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (۲۴) ءَاُلۡقِیَ الذِّكۡرُ عَلَیۡهِ مِنۡۢ بَیۡنِنَا بَلۡ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (۲۵)﴾ پس انہوں نے کہا: ''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے''(القمر:24،25)

﴿اَیَعِدُكُمۡ اَنَّكُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَكُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ﴾

''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟''(35)

سوال 1: ﴿اَیَعِدُكُمۡ اَنَّكُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَكُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ﴾ ''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَیَعِدُكُمۡ اَنَّكُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَكُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ﴾ ''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟'' یعنی رسول تمہارے دوبارہ زندہ کیا جانے کا جو وعدہ کرتا ہے وہ بہت دور کی بات ہے۔انہوں نے رسول کی رسالت، زندگی کے بعد موت اور اعمال کی جزا و سزا کو رد کر دیا تھا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ فَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ (۲) ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ (۳) قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِیۡظٌ (۴)﴾ ''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک

خبردار کرنے والا آ گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے۔کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی ہو جائیں گے؟ یہ واپسی بہت دور ہے۔بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین ان میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے‘‘(ق:2،4)

(2) ان لوگوں کو عجیب لگتا ہے کہ موت کے بعد جب لوگ مٹی ہو جائیں گے تو انہیں دوبارہ کیسے اُٹھایا جائے گا؟(قرآناعجبا)

(3)﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوۡلُوۡنَ ﴿۳۴﴾ اِنۡ هِىَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰى وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِيۡنَ ﴿۳۵﴾ فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۶﴾﴾ ’’یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں۔ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں اور ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو۔‘‘(الدخان:34،36)

﴿هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ﴾

’’بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو‘‘(36)

سوال1:﴿هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ﴾’’بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ﴾’’بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو‘‘ هَيۡهَاتَ کا لفظ تاکید کے لیے دو مرتبہ لایا گیا ہے۔(2) یعنی اے قوم جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ بہت دور ہے۔

(3) یہاں وعدے سے مراد دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ ہے۔(قرآناعجبا)

﴿اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ﴾

’’نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی،ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں‘‘(37)

سوال1:﴿اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ﴾’’نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی،ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ﴾’’نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی،ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں‘‘ موت کے بعد جو لوگ دوبارہ اُٹھائے جانے پر یقین نہیں رکھتے وہ اسی زندگی پر یقین رکھتے ہیں کہ زندگی تو یہی دنیا کی زندگی ہے اسی میں جینا اور اسی میں مرنا ہے۔(قرآناعجبا)

(2)﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هَلۡ نَدُلُّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمۡ لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ﴾ ’’اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہو گے۔‘‘(سبا:7)

(3)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (سبا:3)

(4) آخرت سے انکار کرنے والوں کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ چونکہ کوئی بھی مرا ہوا شخص آج تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس نہیں آیا ہے۔ لہٰذا ہم کیسے مان لیں کہ مرنے اور مر کر مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ گویا ان کے انکار کی اصل وجہ ان کا اپنا تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے قوم عاد مشرکین مکہ کی طرح اللہ کی ہستی کے قائل تھے حالانکہ اللہ کی ہستی بھی کسی کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آتی اور اللہ کی ہستی کے قائل ہونے کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ کسی پیغمبر کی تعلیم سے متاثر ہو کر اللہ پر ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ فلاسفروں اور حکماء نے اللہ کی ہستی کو علت العلل (First Cause) کے طور پر تسلیم کرتے ہیں ہر چیز کے لیے صانع یا اس کے بنانے والے کا ہونا ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ کی ہستی کو عقلی دلیل کی بنا پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلی دلیل کی بنا پر بھی ایسی اشیاء کو تسلیم کرنا ضروری ہے جو مشاہدہ اور تجربہ میں نہ آئی ہو یا نہ آسکتی ہوں۔ اور دوبارہ زندگی کے قیام پر، بہت سے عقلی دلائل موجود ہیں جن کا ذکر قرآن میں بھی بے شمار مقامات پر ہوا ہے۔ لہٰذا جو آخرت اور دوبارہ زندگی کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ کوئی آدمی مر کر واپس نہیں آیا انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے تو پھر یہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے تو یہ عقلی دلائل کا انکار اور محض جہالت ہے۔ (تیسیر القرآن:201/3)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' انہوں نے کہا یہ تو جھوٹا شخص ہے۔ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے کہ میں اس کا رسول ہوں۔ اور تمہیں موت کے بعد اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہوگا۔

(2)﴿وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' یعنی ہم تو اس کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ہم تو اس کی باتوں کو ماننے والے نہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾

''رسول نے کہا:''اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا''(39)

سوال 1:﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾رسول نے کہا''اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾''رسول نے کہا:اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا''(i)رسول نے رب سے نصرت تب طلب کی جب قوم نے جھٹلا دیا۔(ii)جب قوم میں کوئی بھلائی باقی نہ رہی جب قوم غفلت اور تعصب میں مبتلا ہوگئی۔(قرآناً عجباً)(2)نبی نے قوم کے لیے بددعا کی تو دعا قبول ہوگئی۔

﴿قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے''(40)

سوال 1:﴿قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے''رب العزت نے فرمایا عنقریب یہ اپنے اعمال پر، اپنی غلطیوں پر پچھتائیں گے۔

(2)یعنی رسول کی مخالفت اور دشمنی کا انجام ندامت ہوگا پھر یہ افسوس ہی کرتے رہیں گے۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا چنانچہ ہم نے اُن کو خس و خاشاک کر دیا، سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو''(41)

سوال 1:﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا چنانچہ ہم نے اُن کو خس و خاشاک کر دیا، سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ﴾''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا''آخر کار ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے ایک چنگھاڑ نے ان کو لیا۔

(2)چنگھاڑ کے ساتھ سخت ٹھنڈی اور تیز آندھی آئی تھی۔﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، چنانچہ وہ ایسے ہوگئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں''(الاحقاف:25)

(3)اس آیت میں ﴿بِالۡحَقِّ﴾ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے انہیں جو سزا دی وہ ٹھیک ان کے گناہوں کی پاداش کے مطابق تھی۔عدل اور حق کا یہی تقاضا تھا اور اس سلسلہ میں ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوا۔(تیسیر القرآن:201/3)

(4)﴿فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً﴾ ''چنانچہ ہم نے اُن کو خس وخاشاک کر دیا''یعنی انہیں ہلاک اور تباہ کر دیا۔وہ سیلاب کے کوڑے کی طرح ذلت کے ساتھ وادی کے کنارے پر پھینک دیئے گئے تھے۔

(5)﴿غُثَآءً﴾ بمعنی کوڑا کرکٹ،کچرا،خس وخاشاک۔یعنی وہ عذاب کی رو میں یوں بہہ گئے جیسے سیلاب خس وخاشاک کو بہالے جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:201/3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدۡ رَاوَدُوۡهُ عَنۡ ضَيۡفِهٖ فَطَمَسۡنَاۤ اَعۡيُنَهُمۡ فَذُوۡقُوۡا عَذَابِىۡ وَنُذُرِ﴾''اور بلاشبہ یقیناً انہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی،تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹادیں،سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا''(القمر:37)

(6)﴿وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ﴾''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے''(الزخرف:76)

(7)(i)جن لوگوں نے اپنے خالق کے ساتھ رابطے کاٹ دیے تھے۔(ii)جن لوگوں میں ایسی کوئی بات نہ رہ گئی تھی جس کی وجہ سے عزت ہوتی۔(iii)تو ان لوگوں کو سیاہ کوڑے کا ڈھیر بنادیا گیا۔(قرآناً عجباً)

(8)﴿فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ﴾''سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو''۔یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ،اس کی رحمت سے محرومی،اس کی لعنت اور جہانوں کی ندامت بھی ان کے حصے میں آئی۔(تفسیر السعدی:1767)

(9)یعنی جن لوگوں نے شرک اور نافرمانیاں کیں ان کے لیے دوری ہے۔

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ﴾''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین۔اور نہ وہ مہلت دیے گئے''(الدخان:29)

﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ﴾

''پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے''(42)

سوال 1:﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ﴾ پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ﴾''پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے''اس سے مراد (i)حضرت صالح علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام ورحضرت شعیب علیہ السلام کی قومیں ہیں۔(ii)بعض لوگوں کے نزدیک بنی اسرائیل ہیں۔(قرآناً عجباً)

(2)یعنی ان جھٹلانے والے معاندین حق کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں،ہر قوم وقت مقرر اور مدت معین کے لئے برپا کی گئی،اس

سے ایک لمحہ کے لئے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ پھر ان میں پے در پے رسول بھیجے، شاید کہ وہ ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ مگر کفر اور تکذیب نافرمان، کافر اور باغی قوموں کا وتیرہ بنا رہا۔ کسی قوم کے پاس جب بھی ان کا رسول آتا، وہ اس کو جھٹلاتے رہے، حالانکہ وہ ان کے پاس ایسی ایسی نشانیاں لے کر آتا جو انسان کے بس سے باہر تھیں بلکہ ان رسولوں کی مجرد دعوت اور شریعت ہی اس چیز کی حقانیت پر دلالت کرتی تھی جو وہ لے کر آتے رہے۔ (تفسیر السعدی:1768/2)

﴿مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ﴾

''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' (43)

سوال 1: ﴿مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ﴾ ''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ﴾ ''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' جب ان کی تباہی کا وقت آیا تو قوم نہ وقت سے پہلے ہلاک ہوئی نہ بعد میں ٹھہر سکی۔

(2) ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب اُن کا وقت آجاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں'' (الاعراف:34)

(3) ﴿وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَی اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِیۡنَ﴾ ''اور بلا شبہ یقینا ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہو گئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' (النحل:36)

(4) ﴿وَقَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰهُمۡ وَجَعَلۡنٰهُمۡ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَاۡ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِكَ كَثِیۡرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبۡنَا لَهُ الۡاَمۡثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا ﴿۳۹﴾﴾ ''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا'' (الفرقان:36,37)

﴿ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا وَّجَعَلۡنٰهُمۡ

اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے'' (44)

سوال 1:﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا﴾ ''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے'' پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' (النحل:36)

(2) یکے بعد دیگر رسولوں کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ سے دنیا میں مبعوث ہونے والے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے 313 تا 315 بتائی اور انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جبکہ قرآن میں صرف 27 انبیاء ورسل کا ذکر ہے۔ (تیسیر القرآن:202/3)

(3)﴿كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ﴾ ''جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا'' آخر قوموں کا رسولوں کے ساتھ یہی رویہ رہا کہ جب کبھی ان کے پاس رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَاۗءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔'' (یٰسین:20)

(4)﴿فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا﴾ ''تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا'' جھٹلانے والی قوموں کو ایک دوسرے کے لیے پیچھے لگانے سے مراد ہلاکت اور بربادی میں ایک دوسرے کے پیچھے لگانا یعنی جس طرح رسول ایک دوسرے کے بعد آئے اسی طرح قومیں تکذیب بھی ایک دوسرے کے بعد کرتی رہیں اور عذاب کو بھی ایک دوسرے کے بعد پہنچتی رہیں۔ (قرآناً عجباً)

(5) ہلاک کرنے میں، یعنی یکے بعد دیگرے سب کو ہلاک کر دیا۔ پس ان میں سے کوئی قوم باقی نہ رہی اور ان کے بعد ان کے گھر اجڑ گئے۔ (تفسیر السعدی:1768/2)

(6) ﴿وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ﴾ ''اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا'' اس سے مراد ہے کہ ان کی عبرت انگیز کہانیاں ہی باقی رہ گئیں ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(7) جن کو بیان کیا جاتا ہے جو تقویٰ والوں کے لیے عبرت اور جھٹلانے والوں کے لیے عذاب بن جاتی ہیں۔

(8) ﴿فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے'' یعنی ہلاکت ہے، بدبختی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے، ان کی تجارت خسارے کی ہے۔

﴿ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ﴾

''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' (45)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' اللہ رب العزت نے سرکش قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی جس میں لوگوں کے لیے ہدایت، بصیرت اور رحمت ہے۔

(2) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا جائے تو رب العزت نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ (3) اللہ رب العزت نے انہیں ایسے دلائل کے ساتھ بھیجا تھا جو ان کی نبوت کی صداقت پر دلیل تھیں۔

(4) اللہ رب العزت نے انہیں سلطن مبین یعنی ایسے واضح دلائل کے ساتھ بھیجا تھا جن میں اتنی قوت تھی کہ دلوں میں گھر کر لیتے تھے ان دلائل کو ایمان والے مان لیتے تھے اور حق کے دشمنوں کے خلاف حجت قائم ہو جاتی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى تِسۡعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسۡـَٔلۡ بَنِىۡۤ اِسۡرَاۤءِيۡلَ اِذۡ جَآءَهُمۡ فَقَالَ لَهٗ فِرۡعَوۡنُ اِنِّىۡ لَاَظُنُّكَ يٰمُوۡسٰى مَسۡحُوۡرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں، جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں۔'' (بنی اسرائیل:101)

(5) فرعون اور اس کے سرداروں نے حق کو پہچان لیا لیکن دشمنی کی اور کہا کہ اے موسیٰ میں تجھے سحر زدہ انسان سمجھتا ہوں انہوں نے جواب دیا ﴿قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بَصَآٮِٕرَ‌ ۚ وَاِنِّىۡ لَاَظُنُّكَ يٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں و زمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں) اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو

یقیناہلاک کیاہواہے۔'' (بنی اسرائیل:102)

﴿اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَکَانُوۡا قَوۡمًا عَالِیۡنَ﴾

'' فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف توانہوں نے تکبر کیااوروہ سرکش لوگ تھے'' (46)

سوال1: ﴿اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَکَانُوۡا قَوۡمًا عَالِیۡنَ﴾'' فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف توانہوں نے تکبر کیااوروہ سرکش لوگ تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِهٖ﴾''فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف''رب العزت نے فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف اپنے پیغمبروں کوبھیجااس کا تذکرہ ہمیں سورۃ النازعات میں ملتاہے﴿اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی (۱۷) فَقُلۡ هَلۡ لَّکَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَکّٰی (۱۸) وَاَهۡدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخۡشٰی (۱۹)﴾ ''فرعون کے پاس جاؤ، یقیناوہ سرکش ہوگیاہے۔پس کہہ دوکہ کیاتیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟اورمیں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟'' (النازعات:17،19)

(2)﴿فَاسۡتَکۡبَرُوۡا﴾''توانہوں نے تکبر کیا''فرعون اوراس کے سرداروں نے حق کی پیروی کرنے میں شرم محسوس کی کیونکہ وہ غروراور تکبر کرنے والے تھےاس لیےوہ اللہ تعالیٰ پرایمان نہ لاسکے۔

(3)﴿وَکَانُوۡا قَوۡمًا عَالِیۡنَ﴾''اوروہ سرکش لوگ تھے''وہ تکبر کوبری بات نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ غالب تھےاورزمین میں فساد پھیلانے کے لیے ہرکوشش جاری رکھتے تھے۔

(4)انہوں نے اللہ تعالیٰ پرایمان لانے کے مقابلے میں تکبر کیاتھااپنے مال اوراقتدار کی وجہ سے خودکوبڑاسمجھااورآخرت کے انکار کی وجہ سےانہیں ایمان لانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

﴿فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ﴾

''چنانچہ اُنہوں نے کہا:''کیاہم اپنے ہی جیسے دوآدمیوں پرایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے'' (47)

سوال1: ﴿فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ﴾''چنانچہ اُنہوں نے کہا:''کیاہم اپنے ہی جیسے دوآدمیوں پرایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا﴾''چنانچہ اُنہوں نے کہا:''کیاہم اپنے ہی جیسے دوآدمیوں پرایمان لے آئیں''انہوں نے تکبراورغرور سے لوگوں کودھوکہ دینے کے لیے دلیل دی حتیٰ کہ یہ دونوں ہم جیسے ہی انسان ہیں۔

(2)﴿مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ﴾''حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے''یعنی بنی اسرائیل جوان کی قوم ہے وہ توہماری غلام

ہے ہماری فرمانبردار اور مطیع ہے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے بنی اسرائیل کو سزائیں بھی دی تھیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔'' (البقرہ:49) ہم اونچے طبقے کے لوگ ہیں اور یہ پسے ہوئے طبقے کے لوگ ہیں۔ ہم کیسے ان کو اور ان کی دعوت کو مان لیں! ہم ان کے سردار ہیں ان کے تابع کیسے ہو جائیں جیسے نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ انہوں نے کہا: ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں'' (الشعراء:111)

(3)﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔'' (ہود:27)

﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾

''تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے'' (48)

سوال 1:﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ ''تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ ''تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے'' فرعون اور اس کے سرداروں نے ظلم کیا دونوں نبیوں کو جھٹلا دیا پھر رب العزت نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی تا کہ وہ ہدایت پائیں'' (49)

سوال 1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی تا کہ وہ ہدایت پائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی'' جب اللہ رب العزت نے فرعون اور

آل فرعون کو ہلاک کر دیا اور بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات عطا فرمائی تو انہیں ہدایت کے لیے تورات عطا فرمائی جس میں حلال وحرام کے احکامات ہیں۔

(2) رب العزت نے دین کو قائم کرنے کے لیے اور شعائر دین کو غالب کرنے کے لیے اس وقت تورات عطا فرمائی جب موسیٰ علیہ السلام کو قوت نصیب ہوئی۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے انہیں طور پر بلایا اور تورات عطا فرمائی ﴿وَكَتَبۡنَا لَهٗ فِى الۡاَلۡوَاحِ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡعِظَةً وَّتَفۡصِيۡلًا لِّـكُلِّ شَىۡءٍ‌ ۚ فَخُذۡهَا بِقُوَّةٍ وَّاۡمُرۡ قَوۡمَكَ يَاۡخُذُوۡا بِاَحۡسَنِهَا‌ ؕ سَاُورِيۡكُمۡ دَارَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ ''اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی، سو ان کو قوت سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں، جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔'' (الاعراف:145)

(4) ﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (القصص:43)

(5) ﴿لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ﴾ ''تاکہ وہ ہدایت پائیں'' تاکہ وہ اپنے رب کو پہچانیں، اس کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کریں اور اس کے احکامات کو سمجھیں اور اس کے عذاب اور ثواب کے بارے میں جانیں اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کے اوامر نواہی کی پابندی کر کے ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہو جائیں۔

(6) اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں (i) ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات فرعون اور اس کے سرداروں کی غرقابی کے بعد دی تھی۔
(ii) دوسرے یہ کہ یہ احکام موسیٰ علیہ السلام کو تورات نازل ہونے سے پہلے دیئے گئے تھے وہ بھی موسیٰ اور ایمان لانے والوں کے لیے اس طرح قابل اتباع تھے جس طرح تورات کے احکام۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبی پر اللہ کی کتاب سے علاوہ اللہ کی طرف سے اور بھی کچھ نازل ہو سکتا ہے۔ اور اس کی اتباع بھی اس طرح واجب ہے۔ جس طرح کتاب اللہ کی اور اس میں ان لوگوں کا پورا رد موجود ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔ (تیسیر القرآن:203/3)

﴿وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيۡنٍ﴾

''اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی'' (50)

سوال1:﴿وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيۡنٍ﴾ ''اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنادیا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بُلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً﴾ ''اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنادیا'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور اس کے علم اور اس کی توحید کے واجب ہونے پر نشانی بنایا۔(ایسر التفاسیر:975)

(2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل تھے۔اللہ تعالیٰ نے بن باپ کے سیدہ مریم علیہا السلام کے بطن سے انہیں پیدا کیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّتِيۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنادیا'' (الانبیاء:91)

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا کہ وہ جو چاہے پیدا کرسکتا ہے۔

(4)﴿وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيۡنٍ﴾ ''اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بُلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی'' ربوۃ سے مراد ایسی زمین ہے جو عام سطح زمین سے قدرے بلند اور اس کی مٹی بھر بھری اور ریتلی قسم کی ہو، ایسی زمین پانی کو اپنے اندر جذب کر کے خوب پھول جاتی ہے۔پنجابی میں ایسی زمین کو ''میرا زمین'' کہتے ہیں۔اس زمین کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام زمین کی نسبت سرسبز وشاداب ہوتی ہے اور بلند بھی ہوتی ہے۔

اب اس ربوۃ کے تعین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہی زمین ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک چشمہ بھی جاری کردیا تھا اور کھجور کے ٹنڈ درخت سے اللہ کے حکم سے کھجور بھی گرنے لگی تھیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس وقت کا ظالم یہودی بادشاہ ہیرڈس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن بن گیا تھا۔سیدنا مریم علیہا السلام ان کی حفاظت کی خاطر اللہ کے حکم سے مصر کی طرف ہجرت کر گئیں۔اور ایک بلند چشمہ والی جگہ پر ایک قصبہ میں مقیم ہوئیں جیسے رملہ کہتے ہیں۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وہیں جوان ہوئے اور جب ہیروڈس مرگیا تو سیدنا مریم انہیں لے کر وطن واپس آگئیں۔اسرائیلی روایات اسی توجیہ کی تصدیق کرتی ہیں۔اور ربوۃ کے ساتھ ذات قرار سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں ضروریات زندگی مہیا ہوسکتی ہوں اور انسان کا وہاں قیام کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔اور معین کا لفظ تائید مزید کے لیے ہے۔جس سے مراد جاری پانی، نتھرا ہوا پانی، بہتا ہوا چشمہ، ٹھنڈا اور میٹھا پانی سب کچھ آتا ہے۔بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان کے ضلع گورداسپور میں واقع ایک قصبہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔وہ خود تو وہی قادیان میں دفن ہوا اور اس کا مدفن بھی وہی بنا۔1947ء میں پاکستان بنا تو مرزا کی امت وہاں سے پاکستان کے ضلع جھنگ میں منتقل ہوئی اسی طرح ایک بلند زمین اپنے ہیڈ کوارٹر کے لیے منتخب کرلی اور اس کا نام ربوہ رکھا۔مرزا کے خلیفے اور اولاد وہیں اقامت پذیر ہیں۔(تیسیر القرآن:203,204/3)

(5)﴿مَعِيْنٍ﴾ ’’بہتے پانی‘‘ سے مراد جاری پانی یعنی چشمے کا بہتا ہوا پانی جیسا کہ فرمایا:﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (۲۴) وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۲۵)﴾ ’’پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا۔اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ تمھارے اوپر تروتازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا (مریم:24،25)

رکوع نمبر 4

﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

’’اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو، جو کچھ تم عمل کرتے ہو یقیناً میں اُسے خوب جاننے والا ہوں‘‘ (51)

سوال1:﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ’’اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو، جو کچھ تم عمل کرتے ہو یقیناً میں اُسے خوب جاننے والا ہوں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو‘‘ اللہ رب العزت نے اپنے تمام پیغمبروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ پاک اور حلال چیزیں کھائیں اور نیک اعمال کریں اپنے رب کی عبادت کریں اور اچھے اعمال میں مشغول رہیں۔

(2) رسول اپنے اپنے وقت پر آئے جب کہ یہاں رسولوں سے اکٹھے خطاب کیا گیا۔اللہ تعالیٰ اکٹھے خطاب کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ رسول اپنی دعوت اور مشن کے اعتبار سے ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(3)(i) کھانا بشریت کا تقاضا ہے۔(ii) کھانا طیب ہو تو یہ اعلیٰ درجے کی انسانیت کا تقاضا ہے اس سے یہ واضح کیا گیا کہ رسول اعلیٰ درجے کے انسان ہوتے ہیں۔(iii) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ رسولوں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ بشریت سے پاک ہو جائیں۔(قرآناً عجباً) رب العزت نے فرمایا:﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور نہ ہی حد سے بڑھو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا‘‘ (المائدہ:87)

(4)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ’’اے لوگو! اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔‘‘ (البقرہ:168)

(5)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ’’اے لوگو جو ایمان

لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔" (البقرہ:172)

سوال 2: حلال کمانے کی کیا فضیلت اور فوائد ہیں پیغمبروں نے حلال روزی کمانے کے لیے کیا کیا؟

جواب: (1) حلال کھانا دعا اور عبادت کی قبولیت کی دلیل ہے۔

(2) ﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ﴾ "کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ میرا غضب تم پر ٹوٹ پڑے گا اور جس پر میرا غضب ٹوٹا تو یقیناً وہ ہلاک ہوا۔" (طٰہٰ:81)

(3) سارے پیغمبر محنت کر کے حلال روزی کمانے اور کھانے کا انتظام کرتے رہے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: "ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ثور نے خبر دی، انہیں خالد بن معدان نے اور انہیں مقدام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل، عملہ بیدہ:2072/4)

(4) "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں اس پر آپ ﷺ کے صحابہ نے پوچھا کیا آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔" (صحیح بخاری:2262)

(5) "ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو لوگ بہت مال دار ہیں انہی کا درجہ قیامت کے دن سب سے پست ہوگا۔ مگر جو کوئی مال کو اس طرف اور اس طرف لٹا دے اور حلال طریقے سے کمائے۔ (ابن ماجہ:4130)

(6) حلال روزی اللہ تعالیٰ کی محبت اور جنت میں داخلے کا سبب بنتی ہے۔ دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے اس سے عمر اور مال میں برکت ہوتی ہے۔ دنیا اور آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہے۔ اولاد میں برکت ہوتی ہے۔ ہاتھ سے روزی کمانا درجات کی بلندی اور عزت کا سبب بنتی ہے۔ (نضرۃ النعیم 493)

(7) (i) اسلامی معاشرے میں حرام کھانے والوں کے لیے عزت کا کوئی مقام نہیں چاہے وہ قارون جیسے خزانوں کے مالک ہوں۔

(ii) اسلامی معاشرے میں عزت واحترام کے مستحق وہ لوگ ہیں جو محنت کر کے حلال روزی کماتے ہیں چاہے وہ روکھی سوکھی ہی ہو۔

(iii) نبی ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ حرام کمائی والے کا نہ صدقہ قبول کرتا ہے نہ اس کی دعا۔" (صحیح مسلم)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔" (مسلم:2342)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا رسولوں کو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں۔ اور فرمایا: اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ۔ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال، جسم گرد آلود، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو!'' (صحیح مسلم:2346)

سوال3: رسولوں کو نیک اعمال کرنے کا حکم دیا گیا انہوں نے اس حکم کو کیسے پورا کیا؟

جواب: (1) رسولوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اچھے اعمال کرو یعنی زمین کی اصلاح کرو۔ زمین پر رہنے والے اچھے کام بھی کرتے ہیں اور بُرے بھی جب کہ رسول انسانوں کو پاک کر کے، اُن کا رابطہ رب سے جوڑ کر اُنہیں اعلیٰ درجے کے انسان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(2) رسول اس مقصد کے لیے لوگوں کو اچھے کام کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، لوگوں کے کاموں کے مقاصد کا تعین کرتے ہیں پھر لوگوں کے اعمال کے لیے ضابطوں کا تعین کرتے ہیں اور یوں اعمال صالحہ کو فقط اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتے ان اعمال کے دائرہ کار کو ساری انسانیت تک پھیلا دیتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ دنیا میں انسان پاک اور نیک لوگ ہوں اور رسول ان کے راہ نما ہوں اور انہیں بلندیوں تک پہنچائیں۔ (قرآناً عجباً)

سوال4: حلال کھانے اور اعمال صالح کا کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حلال کھانے اور اعمال صالح کا گہرا تعلق ہے۔ (2) یہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

(3) حلال کھانے سے اعمال صالح آسان ہو جاتے ہیں۔ (4) اعمال صالح انسان کو حلال کھانے پر آمادہ کرتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

سوال5: ﴿اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ﴾ ''جو کچھ تم عمل کرتے ہو یقیناً میں اُسے خوب جاننے والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے حلال کھانے اور اعمال صالح کا حکم دے کر علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے کہ انسان اُن کاموں کو شعوری طور پر اختیار کرنا چاہتا ہے جو اپنے انجام کے اعتبار سے بہترین ہوں۔ اللہ تعالیٰ انسان پر واضح کرتے ہیں کہ وہ تمام کاموں کا علم رکھنے والا ہے اس لیے وہی ان اعمال کی قدر و قیمت مقرر کرے گا۔ (قرآناً عجباً) (2) اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ نیک اعمال پر ثواب دے گا۔

﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ﴾

''اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو'' (52)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ﴾ ''اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے'' ﴿اُمَّةً﴾ سے مراد دین ہے۔ (قرآناً عجبا)

(2) یعنی اچھے طریقے سے جان لو کہ ان کی ملت یعنی دین اسلام ہی واحد دین ہے جس میں اختلاف کی ضرورت نہیں اور اچھے طریقے سے جان لو کہ ان کا رب یعنی ان کے تصور پر مالک اور ان پر حاکم ہے۔ (ایسر وتفاسیر:977)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ ۗ وَمَا اخۡتَلَفَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا۔ مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے'' (آل عمران:19)

(4) ﴿وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔'' (آل عمران:85)

(5) ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۗ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ ۖ وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ ؕ وَمَا اخۡتَلَفَ فِيۡهِ اِلَّا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡهُ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ مِنَ الۡحَقِّ بِاِذۡنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''لوگ ایک ہی اُمت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں اُنہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرہ213)

(6) یہاں تمہاری امت سے مراد انبیاء اور رسل کی جماعت بھی ہو سکتی ہے اور ان پر ایمان لانے والے بھی۔ اور یہ پوری کی پوری جماعت متحد العقیدہ تھی ان سب کی اصولی تعلیمات اور اصول اور عقائد ایک جیسے ہی رہے ہیں۔ (i) اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے لہذا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کی ذات و صفات اور عبادات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔ (ii) یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ مرنے کے بعد ہر انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ دنیا میں جو بھی وہ اعمال کرتا رہا

اس سے متعلق اس سے باز پرس ہوگی ۔ پھر ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا لہٰذا تمہیں صرف مجھ سے ڈرنا چاہیے ۔(iii) کسب حرام سے مکمل طور پر اجتناب یعنی کسی بھی صورت میں دوسرے کے حقوق یا اموال پر ڈاکہ نہ ڈالا جائے ۔(iv) نیک اعمال بجالائیں یہ چار باتیں ایسی ہے جو اصولی نیت کی ہیں اور ان کا حکم ہر نبی کو دیا جاتا رہا ہے اور انہی باتوں کا نام دین ہے ۔ رہے جزئی احکام جن کا تعلق بلخصوص شق نمبر 3 سے ہے تو اس میں انبیاء کی شریعتوں میں اختلاف بھی رہا ہے (تیسیر القرآن:205/3)

(7) ﴿وَاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ﴾ ''اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو'' یعنی میرے احکامات بجالا ؤ اور نواہی سے اجتناب کرو۔

(8) یعنی میں تمہارا مولا ہوں، مجھ سے ڈر کر میری اطاعت کرو اور میرے عذاب سے امن میں آجاؤ۔ (جامع البیان:30/18)

﴿فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ﴾

''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں'' (53)

سوال 1: ﴿فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا﴾ ''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے'' لوگ اپنے دین کو کب اور کیسے ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا﴾ ''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے'' جب انبیاء کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے اپنی ہی گمراہی میں مگن ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں تو وہ اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں۔

(2) جب دین کی سچی روح نکل جائے تو دین فخر کا ذریعہ بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کی وجہ سے ہر ایک دین کا کوئی ایسا پہلو لے لیتا ہے جو اس کے لیے باعث فخر ہو یوں ایک دین کئی فرقوں میں بٹ جاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: ﴿كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ﴾ ''ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں'' رب العزت نے فرقہ بندی کی کیسے منظر کشی کی ہے؟

جواب: (1) ﴿كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ﴾ ''ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں'' یعنی ہر گروہ اور فرقے کے پاس جتنا علم اور دین ہے وہ اسی پر خوش اور مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے دین کو ایک کل کی حیثیت سے لے کر انسانوں کو سمجھایا ہے کہ ایک صحیح سالم چیز ہے اور اب سب اس پر جھپٹ پڑے ہیں اب اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی مرضی کا ٹکڑا لے کر خوش ہیں۔ اب دوسرے ٹکڑوں کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتے اس طرح گلی

ہدایت سے خود کو محروم کر لیتے ہیں۔(قرآناً عجبا)

(3) حسن نے فرمایا: کہ انہوں نے کتاب اللہ کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اس میں تحریف اور تبدیلی کر لی۔(الدرالمنثور:20/5)

﴿فَذَرۡهُمۡ فِیۡ غَمۡرَتِهِمۡ حَتّٰی حِیۡنٍ﴾

''چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں''(54)

سوال 1:﴿فَذَرۡهُمۡ فِیۡ غَمۡرَتِهِمۡ حَتّٰی حِیۡنٍ﴾''چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَذَرۡهُمۡ فِیۡ غَمۡرَتِهِمۡ حَتّٰی حِیۡنٍ﴾''چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں''﴿غَمۡرَ﴾ کثیر پانی کو کہتے ہیں جو زمین کو ڈھانپ لیتا ہے گمراہی کی تاریکیاں بھی اتنی دبیز ہوتی ہیں کہ جو انسان اس گمراہی تلے آجاتا ہے وہ حق سے دُور ہو جاتا ہے۔

(2):﴿غَمۡرَة﴾ سے مراد گمراہی، غفلت اور حیرت ہے۔(قرآناً عجبا)

(3) غفلت میں کچھ مدت پڑا رہنے دے سے مراد ڈانٹ ڈپٹ کر احساس دلانا ہے مستقل چھوڑنا نہیں ہے۔ نصیحت جاری رکھنی ہے۔(قرآناً عجبا)

(4) یعنی عذاب کے نازل ہونے سے پہلے جب ان پر نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی جب ڈانٹ ڈپٹ فائدہ نہیں دے سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہوتی جو اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہو اور دوسروں کو بھی اپنے راستے پر چلانے کی تمنا رکھتا ہو۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِیۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَیۡدًا﴾''تو آپ کافروں کو مہلت دیں، مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔''(الطارق:17)

(6)﴿ذَرۡهُمۡ یَاۡكُلُوۡا وَیَتَمَتَّعُوۡا وَیُلۡهِهِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ﴾''آپ چھوڑ دو انہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے''(الحجر:3)

﴿اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِیۡنَ﴾

''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟''(55)

سوال 1:﴿اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِیۡنَ﴾''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟'' مال و دولت اور آل اولاد کی خوشیوں میں مگن لوگوں کے شعور کو رب العزت نے کیسے بیدار کیا ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ مال و دولت اور اولاد کی خوشیوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں﴿اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِیۡنَ﴾''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟'' یعنی کیا مال اور اولاد میں ہماری طرف سے اضافے کو وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سمجھتے ہیں۔

(2) کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس لیے مال اور اولاد دے رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی چہیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَكۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ۙ وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ﴾ "اور انہوں نے کہا: "ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں" (سبا:35) (3) اللہ تعالیٰ شعوری بیداری کے لیے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا وہ خود کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھتے ہیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی عطا کی بارش ہو رہی ہے۔ (قرآناًعجباً)

(4) ﴿فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ﴾ "سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔" (التوبہ:55)

(5) ﴿وَمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ بِالَّتِىۡ تُقَرِّبُكُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰٓى اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ جَزَآءُ الضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُوۡا وَهُمۡ فِى الۡغُرُفٰتِ اٰمِنُوۡنَ﴾ "اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کردیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے۔" (سبا:37)

(6) ﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ خَيۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے ہم اُنہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔" (آل عمران:178)

(7) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:495/3)

(8) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے ان سے اعراج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال اور شکل وصورت میں اس سے بڑھ کر ہے تو اس وقت اسے ایسے شخص کا دھیان کرنا چاہئے جو اس سے کم درجہ ہے۔" (صحیح بخاری:6490)

﴿نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ﴾

"ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں" (56)

سوال 1: ﴿نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ "ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں"

مال واولاد سے نوازنے کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب:(1)﴿نُسَارِعُ لَهُمۡ فِي الۡخَيۡرٰتِ﴾ ''ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر واضح فرمایا ہے جنہوں نے برائی اور امن کو جمع کیا ہے کہ مال اور اولاد دینا بھلائیاں عطا کرنے میں جلدی نہیں ہے بلکہ وہ یہ تصور نہیں کر رہے کہ اس کے بعد ان پر کیا مصیبت آنے والی ہے۔(2) ہم انہیں مال و دولت بطور استدراج کے دیتے ہیں اور ظالموں کی رسی دراز کر دیتے ہیں۔(السراج المنیر :1287)

(3)﴿بَلۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''بلکہ وہ سمجھتے نہیں'' انہیں پھر بھی ہوش نہیں آتا۔

(4) ہم انہیں ڈھیل اور مہلت دیئے جا رہے ہیں اور ان کو نعمتوں سے نواز رہے ہیں وہ اس لیے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخرت میں اپنے عذاب کو بڑھا لیں اور دنیا میں ان کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں ان ہی سے مزے لیتے رہیں۔﴿فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ﴾ ''سو جب انہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔'' (الانعام:44)(تفسیر السعدی:1774/2)

(5) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور دنیا میں جو کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عطا کیا ہے اس میں نقصان نہیں دیکھتا۔اس کو جان لینا چاہیے کہ وہ حالت استدراج میں ہے۔اس کے ساتھ ہی تدبیر اختیار کی گئی ہے۔(روح المعانی:65/10)

(6) اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور مقام و مرتبہ مال اور اولاد کی وجہ سے نہیں تقویٰ اور عمل صالح کی وجہ سے ہے۔

(7) مال اور اولاد ملنے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ بھلائی اور فضیلت کے راستے پر چل رہا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ﴾

''یقیناً وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں''(57)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' خوف اور بھلائی کو جمع کرنے والوں کا اپنے رب کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟

جواب:(1) خوف اور بھلائی کو جمع کرنے والے اپنے رب کے معاملے میں انتہائی محتاط ہوتے ہیں۔

(2) وہ اپنے رب کی ہیبت سے لرزاں رہتے ہیں۔

(3)﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں'' وہ اپنے پر خلوص ایمان اور اچھے عملوں کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے، کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں کہ کہیں اللہ ناراض نہ ہو جائے خبر نہیں اللہ کو

ہمارے عمل پسند بھی ہیں یا نہیں اور انہیں قبول بھی کرتا ہے یا نہیں۔ (السراج المنیر :1287/2)

(4) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن نیکی اور خوف الٰہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے۔ (الاساس:3651/7)

(5) ان کے دل اپنے رب کے خوف سے لرزاں ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عدل کیا تو ان کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی اور انہیں اپنے بارے میں سوء ظن ہے کہ انہوں نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا اور انہیں ایمان کے زوال کا خوف رہتا ہے۔ انہیں اپنے رب کے بارے میں معرفت حاصل ہے کہ وہ کس اجلال و اکرام کا مستحق ہے ان کا یہ خوف انہیں گناہوں اور واجبات میں کوتاہی سے باز رکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا خوف انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: (1)(i) اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان بدل جاتا ہے۔ (ii) انسان سنجیدہ ہوجاتا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے۔ (iv) اُس کے لیے ہر چیز بے وزن ہوجاتی ہے۔ (v) وہ سب کچھ کر کے بھی سمجھتا ہے اُس نے کچھ نہیں کیا۔ (vi) وہ محتاط ہوجاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) اللہ تعالیٰ کا خوف ایمان اور توکل میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ ﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ﴾ ”بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔“ (الانفال:2)

(3) اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہر حکم کی اطاعت ہوتی ہے ﴿يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ﴾ ”وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ (النحل:50)

(4) اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہی نافرمانیوں سے بچنا ممکن ہوتا ہے۔ ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَخۡشَ اللّٰهَ وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ﴾ ”اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“ (النور:52)

(5) اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ حضرت حذیفہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”ایک شخص کی موت کا جب وقت آگیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے وصیت کی کہ جب میری موت ہوجائے تو بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور ان میں آگ لگا دینا۔ جب آگ میرے گوشت کو جلا چکے اور آخری ہڈی کو بھی جلا دے تو ان جلی ہوئی ہڈیوں کو پیس ڈالنا اور کسی تند ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (ایسے کسی دن) میری راکھ کو دریا میں بہا دینا۔ اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کیا اور اس سے پوچھا ایسا تو نے کیوں کروایا تھا؟ اس نے جواب دیا تیرے ہی خوف سے اے اللہ! اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔“ (صحیح بخاری:3452)

(6) اللہ تعالیٰ کے خوف سے آخرت میں امن نصیب ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان باتوں میں جو آپ نے اللہ عزوجل سے روایت کیں فرمایا: ''مجھے میری عزت کی قسم ہے میں اپنے بندے میں دوخوف اور دوامن اکٹھے نہیں کروں گا۔ اگر اس نے دنیا میں مجھ سے خوف رکھا تو میں اسے قیامت کے دن امن دوں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو میں اسے قیامت کے خوف سے دوچار کروں گا۔'' (المعجم الرائع:2040/2)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں'' (58)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان سے کیا مراد ہے اور اس کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے مراد اس کی آیات کونیہ اور آیات شرعیہ دونوں پر ایمان لانا ہے۔

(2) یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، نیز وہ آیات قرآنی میں تفکر وتدبر کرتے ہیں تو ان پر قرآن عظیم کی جلالت شان اس کی آیات ومضامین میں اتفاق اور ان میں عدم اختلاف اور عدم تناقض واضح ہوتا ہے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کے خوف، اس سے امید اور احوال جزا وسزا کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جس سے ان کو ایمان کی ایسی تفاصیل حاصل ہوتی ہیں جن کی تعبیر کرنے سے زبان قاصر ہے۔ نیز وہ آیات آفاقی میں بھی غور وفکر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (آل عمران:190)

(3) (i) اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔ (ii) جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ (iii) وہ شرک نہیں کرتے۔ (iv) اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس حال میں (صدقہ) دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں اس سے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (v) وہ بھلائیوں میں جلدی کرنے والے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے ہوتے ہیں۔ (vi) اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے مومن احتیاط کی زندگی بسر کرتے ہیں، سارے فرائض ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے'' (59)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔'' انسان رب کے ساتھ کیسے کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اور مومن کیسے شرک سے بچ جاتے ہیں؟

جواب: (1) (i) انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ڈرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔ (ii) انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی خوشی کے کام کرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔ (iii) انسان جب اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بجائے کسی اور کی چاہت سے زندگی بسر کرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔'' مومن کسی شرک جلی میں مبتلا نہیں ہوتا مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود بنانا، اس کو پکارنا اس سے امیدیں رکھنا۔ (3) مومن شرک خفی یعنی ریاکاری میں بھی مبتلا نہیں ہوتا۔

(4) (i) مومن اپنے رب سے ڈرتا ہے اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ (ii) مومن اپنے رب کے سوا کسی کی رضا کے لیے کام نہیں کرتا۔

(iii) مومن اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلتا ہے۔ ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چلنے سے گریز کرتا ہے تو شرک سے بچتا ہے۔

(iv) مومن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتا، نہ کسی کو سجدے کرتا ہے، نہ کسی کو اختیارات کا حامل سمجھتا ہے، نہ کسی سے دُعائیں کرتا ہے، نہ کسی کی خاطر قربانیاں دیتا ہے اس طرح شرک سے بچتا ہے۔ (5) مومن اپنے اقوال اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھتے ہیں۔

(6) مومن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اسی ایک کو مانتے ہیں اسی کے لیے اپنے اعمال کو خالص کرتے ہیں۔

(صفوۃ التفاسیر: 286/2)

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' (60)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔'' مومن اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر بھی کیوں ڈرتے رہتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں'' یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ مقدور بھر اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ مثلاً نماز، زکوۃ، حج، صدقہ وغیرہ۔ (تفسیر السعدی: 1775/2)

(2) ﴿وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ ''اور اُن کے دل کانپتے ہیں'' وہ اپنا حلال اور پاکیزہ مال اللہ کی راہ میں ڈرتے ہوئے دیتے ہیں کہ نہ معلوم اللہ تعالیٰ قبول بھی فرمائے گا کہ نہیں ہم نے توفیقِ کامل کے ساتھ اس کے حکم کے مطابق دے دیا۔ اب اس سے قبول کر لینے کی دعا کرتے ہیں۔ (السراج المنیر: 1287/2)

(3)(i)مومن اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے ہمارا عمل یا ہمارا صدقہ ضائع نہ ہو جائے۔

(ii)مومن اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں ہمارا عمل نا مقبول نہ ہو جائے۔(قرآناً عجباً)

(4)﴿اَنَّهُمۡ اِلٰى رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ﴾''بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' یعنی وہ اپنے رب کے سامنے حاضری اور اعمال کی پیشی سے ڈرتے ہیں وہ ڈرتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمیں عذاب سے نجات نہیں دلا سکتے کیونکہ وہ اپنے رب کی عظمت کے بارے میں جانتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ کیسی عبادات کا مستحق ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کون لوگ ہیں؟

جواب: ام المؤمنین عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت ﴿وَالَّذِيۡنَ يُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں (کہ قبول ہوگا یا نہیں)'' (المومنون:60) کا مطلب پوچھا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، صدیق کی صاحبزادی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، صدقے دیتے ہیں، اس کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ نیکیاں قبول نہ ہوں۔'' (ترمذی:3175)

سوال 3: دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کیسے کانپتے ہیں؟

جواب: (1) جو انسان یہ شعور رکھتا ہے کہ میری ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مجھ پر برس رہی ہیں وہ اپنے وجود کے ذرّے ذرّے میں اپنے رب کی عظمت کو پالیتا ہے۔ اس کے شعور میں یہ بات اچھی طرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اس لیے وہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔

(2) جو انسان اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہوا اُسے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اچانک اُسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے جب کہ گناہوں کا بوجھ اس کی پشت پر ہو اور جب حساب کتاب ہو تو یہ سامنے آئے کہ اُس نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔ (3) یہ احساس کہ رب کی طرف لوٹنے والے ہیں یقین بن جاتا ہے تو دل کانپتا رہتا ہے۔(قرآناً عجباً)

سوال 4: کن لوگوں کے دل نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

جواب: جو لوگ نیکی کے غرور میں مبتلا ہوتے ہیں وہ نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے، اُس کے ڈر سے نہیں کانپتے۔(قرآناً عجباً)

﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَهُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں'' (61)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَهُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں

اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں'' بھلائی میں جلدی کرنے والے اور سبقت لے جانے والے لوگ کیا کرتے ہیں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾'' یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں۔'' (i) بھلائی میں جلدی کرنے والے اور سبقت لے جانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کی بڑائی کا شعور رکھتے ہیں۔(ii) اپنے رب کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں (iii) اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔(iv) اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے۔(v) وہ صدقہ دیتے ہیں اور ان کے دل اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(vi) جن کی نظروں میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز اپنی قدر و قیمت کھو دیتی ہے اس لیے وہ نیکیوں میں سرعت اور سبقت کرتے ہیں۔

(vii) جو اپنے رب کے حضور پیشی سے ڈرتے ہیں یہی شعور ان کے دل کو بیدار رکھتا ہے اور انہیں تقویٰ والے کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور وہ بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے کام کرتے ہیں۔

(2) ابن عباس کہتے ہیں ہے کہ بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے سعادت میں سبقت لے جاتے ہیں۔

(3)﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾''اور ہم نے اُسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اُس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اُسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔'' (العنکبوت:27)

(4)﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔'' (آل عمران:148)

سوال2: کیا اللہ تعالیٰ کا شعور بیدار رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا شعور بیدار رکھنا انسان کے بس میں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں ایمان روشن ہو جائے۔(قرآناً عجباً)

سوال3: دل کے اندر ایمان کی روشنی کیسے آتی ہے؟

جواب: دل کے اندر ایمان کو قبول کرنے کی استطاعت ہوتی ہے لیکن یہ قبولیت ایمان کے دل موہ لینے والے عقلی دلائل کے بغیر ممکن نہیں اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں اور قرآن مجید نازل کیا۔ اسی کے لیے رسولوں کو معبوث کیا۔ اب دلوں کے اندر ایمان کی روشنی قرآن حکیم اور حدیث کی تعلیم کے ساتھ آسکتی ہے کیونکہ ان سے وہ ایمان ملتا ہے جو دلوں کو بیدار رکھتا ہے۔ جو انسان کو ہر دم نیکی کے کاموں کے لیے تیار رکھتا ہے۔

سوال4: کس معاشرے کے لوگوں کے درمیان بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا جذبہ بیدار رہو جاتا ہے؟

جواب: ایمانی معاشرے کے افراد کے اندر بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال5: ایمانی معاشرے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسا معاشرہ ہے جس کے افراد کے دل اللہ تعالیٰ کے شعور سے بیدار ہوتے ہیں۔

سوال6: ایسا معاشرہ کہاں پایا جاتا ہے؟

جواب: ایسے معاشرے کے لیے رسولوں نے کوشش کی تھی تو ایک بڑے معاشرے میں سے ایسے افراد رسولوں کے گرد اکٹھے ہوئے تھے جن کے دل ایمان سے روشن ہو گئے تھے۔ یوں ایمان والوں کا اپنا ایک گروہ وجود میں آ گیا تھا۔ ان ہی بیدار لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، آپ اُنہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں، سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں میں ان کی شناخت ہے۔ اُن کی یہ مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔'' (الفتح:29)

سوال7: آج ایسے معاشرے کے لیے کیسے کوشش کی جاسکتی ہے؟

جواب: آج بھی رسولوں کے ورثے یعنی علم کے حامل افراد یہ کوشش کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث رسول کی تعلیم دے کر، افراد کی تربیت کر کے بیداری اور ہر دم بھلائیوں میں سبقت لے جانے کی تیاری کی جاسکتی ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' (62)

سوال1: ﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے'' اللہ تعالیٰ نے انسان پر وہ اعمال فرض کیے ہیں جو انسان کی استطاعت کے مطابق ہیں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا﴾ ''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے'' اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ، اس کا عدل ہے کہ اس نے انسانوں کے لیے ایسی شریعت مقرر فرمائی ہے اور اسے ایسے اعمال کی تکلیف دی ہے جو اس کے لیے آسان ہیں۔اس کی طاقت کے مطابق ہے۔وہ برداشت کر سکتے ہیں عمل کر سکتے ہیں۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے جس کی وجہ سے اس تک پہنچنے کا راستہ آباد ہے۔

سوال 2:﴿وَلَدَيۡنَا كِتٰبٌ يَّنۡطِقُ بِالۡحَقِّ﴾ ''اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی'' اللہ تعالیٰ کی کتاب حق کے ساتھ کیسے سب کچھ بتادے گی؟

جواب:(1)﴿وَلَدَيۡنَا كِتٰبٌ يَّنۡطِقُ بِالۡحَقِّ﴾ ''اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی'' کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں سب کچھ درج ہے۔

(2) یہ کتاب ہر چیز کو کھول کر رکھ دے گی اور سب کچھ حق کے ساتھ بتادے گی۔اس لیے کہ اس کتاب میں کچھ بھی لکھے بغیر نہیں چھوڑا گیا

(3) ہر چیز اس کتاب کے مطابق واقع ہو گی اس لیے وہ حق ہے (تفسیر السعدی:1776/2) رب العزت نے فرمایا :﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے، یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الجاثیہ:29)

(4)﴿وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

سوال 3:﴿وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' اللہ تعالیٰ انسانوں پر ظلم نہیں کرتا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو نہیں گھٹاتا بلکہ اکثر برائیوں کو معاف کر کے ان سے درگزر فرماتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کسی کی سزا اور گناہ میں اضافہ نہیں کرتا۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ انسانوں پر اُن کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ اُٹھا نہ سکیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال میں سے کسی کو نہ چھوڑتا ہے نہ ساقط کرتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔(قرآناً عجباً)

﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾

''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں'' (63)

سوال 1: ﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں'' لوگوں کے دل غفلت میں کیوں ڈوبے رہتے ہیں؟ غفلت انہیں کس چیز سے محروم کر دیتی ہے؟

جواب: (1) ﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں'' ﴿غَمْرَةٍ﴾ سے مراد بہت زیادہ پانی ہے جو زمین کو ڈھانپ لیتا ہے غمرہ سے مراد گمراہی غفلت اور حیرت ہے۔ یعنی وہ قرآن کے بارے میں غفلت اور حیرت میں ہیں۔

(2) گمراہی کی تاریکیاں اس طرح انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں کہ اس میں جو انسان گھر جاتا ہے اس کی نظروں سے حق اوجھل رہتا ہے۔

(3) رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ جو لوگ جہالت اور غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں قرآن تک نہیں پہنچ پا رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کی ہدایت حاصل نہیں کر پا رہے۔ اور ان کے دلوں تک قرآن نہیں پہنچ رہا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (45) وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (46)﴾ ''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا، اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل 45،46)

سوال 2: ﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں'' لوگ حق کو چھوڑ کر برے اعمال کیوں کرتے چلے جاتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ﴾ ''اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں'' یعنی ان مشرکوں کے شرک کے علاوہ بھی بہت سے برے اعمال ہیں۔

(2) لوگ سچائی کی طرف توجہ نہیں کرتے اس وجہ سے ان کے اعمال میں بھی سچائی نہیں ہوتی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور دین کے ماسوا دوسرے راستوں پر چلتے چلے جاتے ہیں۔

(3) ﴿هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''جنہیں وہ کرنے والے ہیں'' یعنی عذاب کے واقع نہ ہونے پر وہ جو برے اعمال کر رہے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت ہے تاکہ جتنے برے اعمال کا ارتکاب کرنا باقی ہے وہ ان اعمال کا بھی ارتکاب کر لیں۔ جب وہ یہ برے کام کر

لیں تو اللہ کے غضب اور عذاب تک پہنچ جائیں گے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذۡنَا مُتۡرَفِيۡهِمۡ بِالۡعَذَابِ اِذَا هُمۡ يَجۡـَٔـرُوۡنَ﴾

''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' (64)

سوال 1: ﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذۡنَا مُتۡرَفِيۡهِمۡ بِالۡعَذَابِ اِذَا هُمۡ يَجۡـَٔـرُوۡنَ﴾ ''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذۡنَا مُتۡرَفِيۡهِمۡ﴾ ''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں پکڑیں گے'' یعنی جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا عذاب پکڑتا ہے جو اس کی نعمتوں اور لذتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جو خوش حال ہیں مال دار ہیں۔

(2) ﴿بِالۡعَذَابِ﴾ ''عذاب میں'' یعنی جب ہم انہیں عذاب میں پکڑ لیتے ہیں۔

(3) ﴿اِذَا هُمۡ يَجۡـَٔـرُوۡنَ﴾ ''تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' تب وہ چیختے چلاتے اور رحم کی درخواستیں کرتے ہوں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَذَرۡنِىۡ وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ اُولِى النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِيۡلًا (۱۱) اِنَّ لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِيۡمًا (۱۲)﴾ ''اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔ یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔'' (المزمل: 11,12)

سوال 2: عذاب تو خوش حال اور بدحال دونوں طرح کے لوگوں پر آتا ہے پھر خوش حال لوگوں کا خصوصی تذکرہ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: (1) خوش حال لوگ اپنے عیش و آرام میں انجام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے جب اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں پکڑ لیتا ہے پھر آہیں اور فریادیں شروع ہو جاتی ہیں۔ (2) عیش پرست لوگ غافل اور متکبر ہوتے ہیں جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں تو شور و غل مچانا شروع کر دیتے ہیں۔

﴿لَا تَجۡـَٔـرُوا الۡيَوۡمَ اِنَّكُمۡ مِّنَّا لَا تُنۡصَرُوۡنَ﴾

''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' (65)

سوال 1: ﴿لَا تَجۡـَٔـرُوا الۡيَوۡمَ اِنَّكُمۡ مِّنَّا لَا تُنۡصَرُوۡنَ﴾ ''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' خوش حال کی فریاد و فغاں پر ان کے ساتھ کیا رویہ رکھا جاتا ہے؟

جواب: (1) ﴿لَا تَجۡـَٔـرُوا الۡيَوۡمَ اِنَّكُمۡ مِّنَّا لَا تُنۡصَرُوۡنَ﴾ ''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' خوش حال لوگوں کے ساتھ نرمی اور رحم کی بجائے اُن کو ڈانٹا جاتا ہے کہ تمہاری کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

(2) یعنی آج کوئی بھی عذاب سے پناہ دینے والا نہیں تم چیخو چلاؤ تب بھی نہ عذاب ہٹایا جائے گا نہ نجات ملے گی اب تو عذاب تمہاری

جانوں کے ساتھ چمٹ گیا۔

﴿قَدۡ كَانَتۡ اٰيٰتِيۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ تَنۡكِصُوۡنَ﴾

''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' (66)

سوال 1: ﴿قَدۡ كَانَتۡ اٰيٰتِيۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ تَنۡكِصُوۡنَ﴾ ''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' خوش حال لوگوں کو دعوت اسلامی پر ان کا ردعمل کیسے یاد دلایا گیا ہے؟

جواب: (1) ﴿قَدۡ كَانَتۡ اٰيٰتِيۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ تَنۡكِصُوۡنَ﴾ ''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ عذاب کے منظر پر آہ وفغاں کے درمیان یاد دلا رہے ہیں کہ وہ غفلت میں ڈوبے ہوتے تھے اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنائی جاتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ ؕ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِيۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِيۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّيۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾ ''اور جب اُن پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو، آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اُسے بدل دوں، میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے، بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (یونس:15)

(2) ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِيۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔'' (لقمان:7)

(3) ﴿اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' (القلم:15) (4) آیات تو تمہارے پاس آئیں تھیں کہ ایمان لاؤ اور اس قرآن کے پیچھے چلو اور اس کے ذریعے آگے بڑھ جاؤ اور روگردانی کر کے آپ پستیوں میں گر گئے۔

سوال 2: لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر اُلٹے پاؤں کیوں بھاگتے ہیں؟

جواب: (1) لوگ حق پر ایمان لانے کو خطرناک سمجھتے ہیں۔

(2) منکرین، حق سے علیحدہ ہونا ضروری خیال کرتے ہیں اس لیے آیات الٰہی سن کر اُلٹے پاؤں بھاگتے ہیں۔

(3) جولوگ دُنیا میں غرق ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کی باتوں میں زیادہ دل چسپی نہیں ہوتی اس لیے آخرت کی بات خواہ کتنی ہی مؤثر ہو ایسے لوگ اُس سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ ﴿ذٰلِكُمۡ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِىَ اللّٰهُ وَحۡدَهٗ كَفَرۡتُمۡ ۚ وَاِنۡ يُّشۡرَكۡ بِهٖ تُؤۡمِنُوۡا ؕ فَالۡحُكۡمُ لِلّٰهِ الۡعَلِىِّ الۡكَبِيۡرِ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناجب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر دوسروں کو شریک کیا جاتا اس کے ساتھ تو تم اُنہیں مان جاتے تھے چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔'' (غافر:12)

﴿مُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهۡجُرُوۡنَ﴾

''تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' (67)

سوال 1: ﴿مُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهۡجُرُوۡنَ﴾ ''تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' تکبر کرنے والے کہاں اپنی مجالس منعقد کرتے تھے؟

جواب: (1) ﴿مُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهۡجُرُوۡنَ﴾ ''تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' تکبر کرنے والے بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر اپنے بتوں کے پاس اسلام کے خلاف باتیں کیا کرتے تھے۔

(2) ﴿مُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۖۗ بِهٖ﴾ ''تکبر کرنے والے بن کر'' یعنی تم بیت اللہ کی وجہ سے، حرم کے تعلق کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ و برتر سمجھتے ہو۔

(3) ﴿سٰمِرًا﴾ ''رات کو باتیں کرتے ہوئے'' یعنی رات کے وقت بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ ﴿اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلۡ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اُسے گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔'' (الطور:33)

(4) ﴿تَهۡجُرُوۡنَ﴾ ''تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' یعنی (i) تم قرآن حکیم کے بارے میں اعتراضات کرتے تھے۔ (ii) متکبرین راتوں کو دعوت اسلامی کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ (iii) متکبرین راتوں کو رسول اللہ ﷺ کا مذاق اُڑاتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَالۡغَوۡا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تاکہ تم غالب آجاؤ۔'' (حم السجدہ:26)

(5) مشرکین نبی ﷺ کو جادوگر، شاعر، دیوانہ کہتے تھے۔ ﴿اَفَمِنۡ هٰذَا الۡحَدِيۡثِ تَعۡجَبُوۡنَ (۵۹) وَتَضۡحَكُوۡنَ وَلَا تَبۡكُوۡنَ (۶۰) وَاَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ (۶۱)﴾ ''تو کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو؟ اور روتے نہیں ہو؟ اور تم غافل ہو۔'' (النجم:59,61)

(6) ابن عباس کہتے ہیں جب یہ آیت اتری تو قصہ گوئی کو برا سمجھا گیا مشرکوں نے بیت اللہ پر فخر کیا اور غرور سے کہنے لگے کہ ہم بیت اللہ والے ہیں اور اس میں بیٹھ کر قصے کہانیاں کہتے ہیں یہی ان کا شغل تھا کہ بیت اللہ میں آکر بجائے عبادت کرنے کے قصے کہانیاں سنتے سناتے

اور اسے عبادت اور ذکر اللہ سے آباد نہ کرتے تھے۔ (ابن ابی حاتم)

﴿اَفَلَمۡ يَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ اَمۡ جَآءَهُمۡ مَّا لَمۡ يَاۡتِ اٰبَآءَهُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾

''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟'' (68)

سوال1: ﴿اَفَلَمۡ يَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ اَمۡ جَآءَهُمۡ مَّا لَمۡ يَاۡتِ اٰبَآءَهُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَمۡ يَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ﴾ ''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا'' یہاں جس قول پر غور کرنے کی بات کی گئی ہے اس سے مراد قرآن حکیم ہے وہ غور وفکر کرتے تو اس پر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل کتاب ہدایت، کامل رسول پر اتاری ہے۔ یہ کتاب بھلائی کی دعوت دیتی ہے، برائی سے روکتی ہے۔ جس چیز نے انہیں قرآن کو قبول کرنے سے روک رکھا ہے وہ ان کے دلوں پر پڑے ہوئے تالے ہیں۔

(2) ﴿اَمۡ جَآءَهُمۡ مَّا لَمۡ يَاۡتِ اٰبَآءَهُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی'' یا ان کے ایمان لانے سے جس چیز نے روک رکھا ہے وہ یہ کہ ان کے پاس ایسی کتاب آئی ہے۔ جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ﴾ ''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔'' (الزخرف:23)

انہیں آباؤ اجداد کی گمراہی پر راضی ہونے کی بجائے شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس سے باپ دادا محروم رہے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا ہے۔

﴿اَمۡ لَمۡ يَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ فَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ﴾

''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں'' (69)

سوال1: ﴿اَمۡ لَمۡ يَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ فَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ﴾ ''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمۡ لَمۡ يَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ﴾ ''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں'' اللہ تعالیٰ نے انکار کا سبب پوچھا کہ آیا وہ اس لیے نہیں مان رہے کہ رسول نہیں جانتے۔ رب العزت نے سوال اس لیے کیا ہے کہ خود بخود جواب اُن کے اندر سے اُٹھے اور اس کا جواب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اس کی پیدائش، پرورش، خاندان، ذات وصفات ہر چیز کو تو وہ جانتے ہیں لہٰذا یہ سبب تو نہیں ہو سکتا۔

(2) یعنی نبی ﷺ کی صداقت، امانت، عقل مندی، صحت نسب اور حسن اخلاق کو نہیں جانتے۔ (الاساس:3655/7)

(3)﴿فَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ﴾ ''کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی کس چیز نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے روکا ہے کیا وہ انہیں پہنچانتے نہیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی صداقت، امانت اور اخلاق کے بارے میں نہیں جانتے تو یہ جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کو ان کا بچہ بچہ خوب جانتا ہے نبوت سے پہلے انہیں سبھی صادق اور امین پکارا کرتے تھے۔

(4) سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش نجاشی سے سر دربار یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وحدہ لاشریک نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب، جس کی صداقت، جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا۔ ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا جب کہ سردربار اس نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا۔ حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انہیں آپ کی صداقت، امانت، دیانت، سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا۔ (تفسیر ابن کثیر:3/498)

(5) یہی بات مغیرہ بن شعبہ نے کسرٰی کے جانشین سے اور ابوسفیان نے حالت کفر میں ہرقل سے کہی تھی۔

﴿اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں''(70)

سوال1:﴿اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟'' مشرک نبی ﷺ کے بارے میں الزام تراشی کرتے تھے کہ یہ قرآن آپ ﷺ نے خود گھڑلیا ہے یا آپ مجنون ہیں (نعوذ باللہ) وہ یہ الزام اس لیے لگا رہے ہیں کہ مجنون کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ مجنون احمقانہ اور باطل باتیں کرتے ہیں رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ﴾ ''کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔'' (الاعراف:184)

(2) رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا وہ کہتے ہیں اس کو جنون ہے۔ یہ سوال کیا ہے؟ ایک ڈانٹ ہے کہ جو قرآن رسول لے کر آیا ہے تم اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس کی تعلیمات انسانوں کے لیے رحمت اور سکون کا باعث ہیں۔ سوچو تو کوئی دیوانہ بھی ایسی تعلیمات پیش کر سکتا ہے؟

(3)﴿بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ﴾ ''بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں'' یعنی رسول ﷺ تو تمہارے پاس حق لے کر آیا ہے جو عدل پر مبنی ہے، سچا کلام ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں اور وہ خود علم، عقل اور اخلاق کے کمال درجے پر فائز ہے پھر وہ دیوانہ کیسے ہوسکتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ حق سے دوری کا سبب باہر مت تلاش کرو، غلطی رسول میں نہیں تمہارا پنے اندر ہے دراصل تم حق سے نفرت کرتے ہو۔ (5) رسول اللہ ﷺ جو حق لے کر آئے وہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑنا ہے۔

(6) رسول ﷺ کا حق لانا اور لوگوں کا حق کو ناپسند کرنا دراصل حق کو جھٹلانا ہے۔ یہ حق میں شک نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں، دراصل حق کو جھٹلانا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّهٗ لَيَحۡزُنُكَ الَّذِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ لَا يُكَذِّبُوۡنَكَ وَلٰـكِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ﴾ ”یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔“ (الانعام:33)

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَـقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ‌ ؕ بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِذِكۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَنۡ ذِكۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾

اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب میں فساد برپا ہو جاتا بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں“ (71)

سوال 1: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَـقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ﴾ ”اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب میں فساد برپا ہو جاتا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَـقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ﴾ ”اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا“ حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت ہے۔

(2) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حق تو اللہ تعالیٰ ہے۔ (الکشاف:3/198)

(3) یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری خواہشات کے مطابق شریعت مقرر فرما دے تو آسمان و زمین ظلم اور فساد سے بھر جائے کیونکہ خواہشات فسادات اور اختلافات سے خالی نہیں ہوتیں رب العزت نے ان کے فساد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّىۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ‌ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا﴾ ”آپ کہہ دیں اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے، تب خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم انہیں ضرور روکے رکھتے اور انسان بڑا ہی بخیل ہے۔“ (بنی اسرائیل:100)

(4) آسمان اور زمین تو صرف حق اور عدل کی بنا پر درست ہیں۔

سوال 2: لوگ حق کو اپنا تابع کیوں بنا کر رکھنا چاہتے ہیں؟

جواب: جو لوگ خود حق کی پیروی نہیں کرنا چاہتے وہ حق کو اپنے تابع کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 3: اگر حق لوگوں کی خواہشات کے مطابق نازل ہو تو کیا نتیجہ نکلے؟

جواب: اگر حق لوگوں کی خواہشات کے مطابق نازل ہوتو زمین وآسمان میں فساد برپا ہوجاتے۔

سوال4: ﴿بَلۡ اَتَیۡنٰهُمۡ بِذِکۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَنۡ ذِکۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلۡ اَتَیۡنٰهُمۡ بِذِکۡرِهِمۡ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں'' یعنی ہم ان کے پاس قرآن لے کر آئے ہیں جو ان کو ہر بھلائی کی دعوت دیتا ہے اور اگر وہ اس کو قائم کریں گے تو لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔

(2) ﴿فَهُمۡ عَنۡ ذِکۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾ ''تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں'' جب لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام سے منہ موڑتے ہیں تو دراصل اپنے ذکر سے منہ موڑتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمۡ﴾ ''وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا۔'' (التوبہ 67)

(3) ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰىهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں۔'' (الحشر 19)

(4) وہ کتنی بڑی محرومی کا شکار ہیں جو قرآن سے کترا رہے ہیں۔

﴿اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیۡرٌ ۖ وَّهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ﴾

''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو؟ تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' (72)

سوال1: ﴿اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیۡرٌ ۖ وَّهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ﴾ ''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو؟ تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا﴾ ''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو'' یعنی اے نبی ﷺ کیا آپ ان سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور تعلیم دینے کے لیے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ ﴿فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ﴾ ''کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔'' (الطور:40)

(2) ﴿فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیۡرٌ ۖ وَّهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ﴾ ''تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' یعنی آپ ﷺ تو ہدایت اور تعلیم کے لیے کوئی مالی غرض نہیں رکھتے۔ آپ ﷺ تو اللہ کے اجر کی امید رکھتے ہیں سارے انبیاء نے اپنی قوم سے کہا: ﴿یٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا﴾ ''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا'' (ھود:51)

(3) انبیاء کسی لالچ کی بنیاد پر دعوت دین کا کام نہیں کرتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ﴾ ''میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' (ھود:29)

(4) انبیاء لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے فائدے کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ ﴿قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ

الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (ص:86)

سوال2: یہ سوال کیوں کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ اُن سے مال مانگتے ہو؟

جواب: یہ سوال بھی حق کا انکار کرنے والوں کو احساس دلانے کے لیے کیا جا رہا ہے کہ دیکھو مال تو نہیں مانگا جس کی ادائیگی کی تم استطاعت نہیں رکھتے اور بھاگ رہے ہو۔

سوال3: رسول اور اُس کے ماننے والوں کے لیے رب کا کون سا مال ہوتا ہے؟

جواب: رب کے مال سے مراد اعلیٰ مقاصد کے لیے سرگرم عمل ہونے سے ملنے والی لذت ہے جو دعوت دینے والے کی روح کے لیے غذا ہے۔ یہی سب سے بڑا مال ہے جو رب کا ہے۔

سوال4: پیغمبر اور اس کے ماننے والا کا یقین کس بات پر ہوتا ہے؟

جواب: اس بات پر ان کی نظریں لگی ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بہترین ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾

''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' (73)

سوال1: ﴿وَاِنَّكَ لَتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' رسول کس راستے کی طرف بلاتا ہے؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّكَ لَتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' رسول حق کی طرف، سیدھے راستے کی طرف، اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف، اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف بلاتا ہے۔

(2) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور جو کچھ کلام اللہ نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے (تمہارے دشمن کا) لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والا ہوں پس بھاگو پس بھاگو (اپنی جان بچاؤ) اس پر ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور رات ہی رات کسی محفوظ جگہ پر اطمینان کے لیے نکل گئے اور نجات پائی۔ لیکن دوسری جماعت نے اسے جھٹلایا اور دشمن کے لشکر نے اسے صبح کے وقت آلیا اور تباہ کر دیا۔'' (بخاری:6482)

(3) عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے حضور ﷺ سے سنا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی' جب اس کے چاروں طرف روشنی ہوگئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ

میں گرتے رہے اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو۔'' (بخاری:6483)

(4)''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی اور غصہ شدید ہو جاتا (اور یوں معلوم ہوتا) گویا کہ آپ کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہوں کہ وہ صبح یا شام حملہ کرنے والا ہے اور فرماتے کہ قیامت کو اور مجھے اس طرح بھیجا گیا جس طرح یہ انگلیاں اور شہادت والی اور درمیانی انگلی ملا کر فرماتے ، اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد، بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سارے کاموں میں بدترین کام نئے نئے طریقے ہیں (یعنی دین کے نام سے نئے طریقے جاری کرنا) اور ہر بدعت گمراہی ہے اور پھر فرماتے کہ میں ہر مومن کو اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں جو مومن مال چھوڑ کر مرا وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور جو مومن قرض یا بچے چھوڑ جائے اس کی تربیت و پرورش اور ان کے خرچ کی ذمہ داری مجھ (محمد ﷺ) پر ہے۔'' (مسلم:2005)

(5) مسند امام احمد میں ہے حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے دو فرشتے آئے ایک آپ کے پاؤں کی طرف اور دوسرا آپ کے سر کی طرف۔ پہلے نے دوسرے سے کہا کہ ان کی اور دوسروں کی مثالیں بیان کر و اس نے کہا ان کی مثال ان مسافروں کے قافلے کی مثل ہے جو ایک بیابان چٹیل میدان میں تھے ان کے پاس نہ توشہ تھا نہ دانا پانی نہ آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت حیران تھے کہ کیا ہوگا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی شریف انسان عمدہ لباس پہنے آ رہا ہے اس نے آتے ہی ان کی پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہا مانو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں پھلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچا دوں۔ سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے فی الواقع ہرے بھرے تر و تازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا یہاں ان لوگوں نے بے روک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے موٹے تازے ہوگئے ایک دن اس نے کہا کہ دیکھو میں تمہیں اس آفت و افلاس سے بچا کر لایا اور اس فارغ البالی میں پہنچایا۔ اب اگر تم میری مانو تو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس بھی زیادہ لہردار نہروں کی طرف لے چلوں گا اس پر ایک جماعت تو تیار ہوگئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں اور دوسری جماعت نے کہا کہ ہمیں اور زیادہ ضرورت نہیں بس یہیں رہ پڑے۔ (تفسیر ابن کثیر:499) (6) یعنی جس راستے کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ سیدھا راستہ ہے جو لوگوں کے لیے آسان ہے۔

(7) آپ ﷺ کا صراط مستقیم کی دعوت دینا لوگوں پر آپ ﷺ کی پیروی کو واجب کرتا ہے۔

﴿وَاِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوۡنَ﴾

''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں'' (74)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوۡنَ﴾ ''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل

راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوۡنَ﴾ ''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں'' صراط مستقیم سے ہٹنے کی وجہ آخرت پر ایمان نہ ہونا ہے۔

(2) صراط مستقیم پر چلنے والا تو عزت والے گھر جنت تک پہنچتا ہے اور انحراف کرنے والے کے پاس گمراہی کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ اس لیے دین کے معاملے میں اپنی مرضی اور خواہشات نفس پر چلنے سے پناہ مانگنی چاہیے۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اپنے بعد تمہارے بارے میں پیٹ اور شرم گاہ کے معاملات اور گمراہ کن خواہشات سے خائف ہوں (کہیں تم ان باتوں کی وجہ سے گمراہ نہ ہو جانا)'' اسے ابن ابو عاصم نے کتاب السنہ میں روایت کیا ہے۔ (کتاب السنہ للالبانی:13/1)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنۡ لَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ‌ؕ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰٮهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (القصص50)

سوال 2: حق کی دعوت کو کون مانتا ہے؟

جواب:(1) حق کی دعوت کو وہی مانتا ہے جس کو آخرت کا دھڑکا لگ چکا ہو۔

(2) آخرت کے اندیشے انسان کو سنجیدہ بنا دیتے ہیں اس سنجیدگی کے بغیر انسان حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

﴿وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَكَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ مِّنۡ ضُرٍّ لَّـلَجُّوۡا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾

''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے، اس حالت میں کہ وہ بھٹک رہے ہوں گے'' (75)

سوال 1: ﴿وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَكَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ مِّنۡ ضُرٍّ لَّـلَجُّوۡا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾ ''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے، اس حالت میں کہ وہ بھٹک رہے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَكَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ مِّنۡ ضُرٍّ﴾ ''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں'' رب العزت وضاحت فرمائی ہے کہ اگر ہم اُن پر رحم کریں اور تکلیف دُور کر دیں تو یہ اپنی سرکشی میں بالکل بہک جائیں گے۔ یعنی یہ اچھے حالات میں سبق لینے والے نہیں۔

(2) جب وہ اپنی تکلیف دور کرنے کے لیے دعا کرتے ہیں کہ وہ ایمان لے لائیں پھر اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں اور جب اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دیتا ہے۔ ﴿لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے'' وہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر جمے رہیں گے ان کے ہاتھ دعا کے لیے نہیں اٹھتے ان کی زبانیں اللہ کے سامنے نہیں گڑگڑاتیں۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے (76)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا'' اس عذاب سے مراد وہ قحط ہے جس میں وہ سات سال تک مبتلا رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لیے مصیبت میں ڈالا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں مگر اس نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔

(2) ﴿فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ ''تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں مصائب اور آفات میں مبتلا کر دیا پھر بھی یہ کفر و مخالفت سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے نہ جھکے بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے رہے۔ ان کے دلوں میں نرمی پیدا نہیں ہوئی، ان کے ہاتھ دعاؤں کے لیے نہیں اٹھے اور ان کی زبان اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں گڑگڑاتی۔ فرمایا: ﴿فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:43) جب ہمارا عذاب ان پر آتا ہے تو یہ گڑگڑاتے کیوں نہیں لیکن ان کے دل سخت ہو گئے ہیں ان پر قحط آیا اور گزر گیا وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ ''ابوبکر اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ جب سر مبارک (رکوع سے) اٹھاتے تو ﴿سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ﴾ کہہ کر چند لوگوں کے لیے دعائیں کرتے اور نام لے لے کر فرماتے۔ یا اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور تمام کمزور مسلمانوں کو (کفار سے) نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ کچل دے اور ان پر ایسا قحط مسلط کر جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔ ان دنوں پورب والے قبیلہ مضر کے لوگ مخالفین میں تھے۔'' (بخاری:804)

سوال2: اللہ تعالیٰ عذاب میں کیوں مبتلا کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ عذاب میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں تا کہ لوگ عاجزی اختیار کریں۔

سوال3: انسان بُرے حالات سے سبق کیوں نہیں لیتا؟

جواب: انسان بُرے حالات سے اس لیے سبق نہیں لیتا کہ وہ اسے زمانے کے اُلٹ پھیر کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔

﴿حَتّٰۤی اِذَا فَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیۡدٍ اِذَا ہُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ﴾

"یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے" (77)

سوال 1: ﴿حَتّٰۤی اِذَا فَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیۡدٍ اِذَا ہُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ﴾ "یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰۤی اِذَا فَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیۡدٍ﴾ "یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا" اس سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہوسکتا ہے اور آخرت کا عذاب بھی۔

(2) ابن جریج نے کہا: اس سے مراد یوم بدر کے دن کافروں کا قتل کیا جانا ہے۔ ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا کہا ہم کو ابومعاویہ نے خبر دی ان سے برید بن ابی بردہ نے بیان کیا ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿وَ کَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَہٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ﴾ "اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک ان کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔" (بخاری: 4686)

(3) ﴿اِذَا ہُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ﴾ "تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے" یعنی ان کے پاس شر اور اس کے اسباب پہنچ چکے ہیں لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے اپنا بچاؤ کرلیں۔ ایسا عذاب روکا نہیں جاسکتا۔ اس کے برعکس تمام عذاب بسا اوقات ان سے روک لیا جاتا ہے جیسے دنیاوی سزائیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تادیب کرتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ بِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِی النَّاسِ لِیُذِیۡقَہُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ﴾ "لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہوگیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ پلٹ آئیں۔" (الروم: 41) (تفسیر سعدی: 1783/2) (4) یعنی وہ ہر چیز سے ناامید ہوتے ہیں۔

(5) یعنی جب ان پر اللہ کا عذاب آجائے گا اور قیامت آدھمکے گی جس کا انھیں وہم وگمان بھی نہ ہوگا تو پھر یہ بھلائی اور عیش وآرام سے ناامید ہوکر رہ جائیں گے اور ان کی تمام امیدیں پارہ پارہ ہوکر رہ جائیں گی۔

رکوع نمبر 5

﴿وَ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ﴾

''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' (78)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيٓ اَنۡشَاَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيٓ اَنۡشَاَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے'' رب العزت نے اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں کہ تمہیں آنکھیں، کان اور دل عطا کیے تا کہ تم کائنات کی ان نشانیوں پر غور و فکر کرو جو تمہیں تمہارے رب کی وحدانیت تک پہنچا دیں اور تمہارے دل میں یہ یقین اترے کہ وہی سب کچھ کرنے والا قادر مطلق اور مختار کل ہے۔

(2) ﴿قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت سماعت سے سن کر ادراک کرو تو اللہ کا شکر ادا کرو، تم اس کی نعمت بصارت سے دیکھ کر اپنے مصالح میں فائدے اٹھاؤ تو اللہ کا شکر ادا کرو، تم عقل جیسی نعمت کے ذریعے جب اشیاء کا ادراک کرو تو اللہ کا شکر ادا کرو۔

(3) تم غور کرو کہ اگر تم عقل، بصارت اور سماعت سے محروم ہو جاؤ اور گونگے، بہرے، اندھے پن جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو؟ کتنی ضروریات اور کتنے کمالات سے محروم ہو جاؤ گے؟ کیا پھر اس ہستی کا شکر ادا نہیں کرو گے جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں، سننے کو کان دیئے، سوچنے سمجھنے کو دل عطا فرمائے۔

(4) افسوس ہے کہ جتنا نعمتوں میں اضافہ ہوا اتنا ہی شکر میں کمی آتی گئی جب کہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ تم شکر ادا کرنے والوں کا مقام دنیا اور آخرت میں بلند ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِيَ الشَّكُوۡرُ﴾ ''اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔'' (سبا:13)

(5) ﴿وَمَآ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

سوال 2: شکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) شکر کا حقیقی مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا اعتراف کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے اور جس رب نے نعمتیں عطا کی ہیں اس کی اطاعت میں ان نعمتوں سے مدد لی جائے۔ (2) شکر کرنے سے مراد حق کی نعمت کو سننا، دیکھنا اور پہچان کر قبول کرنا ہے۔

سوال 3: تھوڑے لوگ ہی کیوں شکر گزار ہوتے ہیں؟

جواب: حق کو سمجھنے والے ہمیشہ کم لوگ ہوتے ہیں۔

سوال 4: انسان اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کر کے، اس کی تعریف کر کے، اس کی عبادت اور اطاعت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کر سکتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ﴾

''اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے'' (79)

سوال1: ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین کے کناروں تک پھیلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت اور ہمہ گیر غلبے کو واضح فرمایا ہے کہ زمین کے گوشے گوشے میں مخلوق پیدا کر دی ہے جن کی زبانیں اور عادات الگ الگ ہیں۔

(2) رب العزت نے انسان کو زمین کے فوائد حاصل کرنے کی قدرت عطا کی ہے اور زمین کو روزی اور رہائش کے لیے موزوں بنا دیا۔

(3) ﴿وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے'' قیامت کے دن تمام اگلے پچھلے لوگوں کو ایک وقت پر جمع فرمائے گا۔ ہر چھوٹے بڑے کو زندہ کرے گا اور زمین کے باشندے جس طرح اعمال کرتے رہے ان کو اس کا بدلا دے گا۔ اس دن زمین انسان کی خبریں بیان کرے گی۔

﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ وَلَهُ اخۡتِلَافُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾

''اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے'' (80)

سوال1: ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ وَلَهُ اخۡتِلَافُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾ ''اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لیے جن صفات کو بیان فرمایا ہے ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ﴾ ''اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے'' وہ اللہ رب العزت ہے جو زندہ کرتا ہے، زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو موت دیتا ہے۔ وہ اکیلا ہے جو زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے۔ لوگوں کو زندہ کرنے والا اور مارنے والا وہی ہے۔

(2) ﴿وَلَهُ اخۡتِلَافُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے'' رب العزت کے حکم سے ہی رات اور دن آتے جاتے ہیں۔ دن اور رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا اسی کے اختیار میں ہے۔ رات کے بعد دن کا لانا اور دن کے بعد رات کا لانا اور

رات اور دن کا چھوٹا بڑا کرنا ایسی خصوصیات ہیں جو مستقل ظاہر ہو رہی ہوں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ﴾ ''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں'' (یسین:40) وہ چاہے تو ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو ہمیں دن کی روشنی لا دے۔ وہ چاہے تو ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے پھر اللہ رب العزت کے سوا کون ہے جو آرام اور سکون کے لیے رات کو واپس لا دے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِیۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔'' (القصص:73)

(3) ﴿اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾ ''تو کیا تم نہیں سمجھتے'' یعنی کیا تم اپنی عقل کو کام میں لا کر اس کی صفات پر غور و فکر کر کے اسے پہچان نہیں سکتے؟ کیا تم اس کی قدرت، اس کے غلبے اور اس کے علم کو نہیں سمجھ سکتے جس کے آگے ہر چیز جھکی ہوئی ہے؟ کیا وہ ہستی جس نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں، جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، جو زندگی اور موت پر اختیار رکھتی ہے، جو رات اور دن کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہے یہ حق نہیں رکھتی کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، اسی پر اعتماد کرو، اسی سے امیدیں باندھو، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اس کی آزمائش پر صبر کرو، اسی کی خوشی کے لیے جیو اور اسی کی خوشی کے لیے زندگی میں ہر کام کرو۔

﴿بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ﴾

''بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا'' (81)

سوال 1: ﴿بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا'' لوگوں کی کونسی باتیں پہلے لوگوں سے ملتی جلتی ہیں؟

جواب: ﴿بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا'' پچھلے لوگوں نے کہا تھا کہ انسان کے گل سڑ جانے کے بعد انسان کا دوبارہ پیدا ہونا عقل سے بعید ہے۔ پہلے لوگ بھی موت کے بعد کی زندگی کو جھٹلاتے رہے اور یہ بھی ان جھٹلانے والوں کے پیچھے ان ہی راستوں پر چل پڑے ہیں۔

﴿قَالُوۡۤا ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ﴾

''اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' (82)

سوال 1: ﴿قَالُوۡۤا ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور

ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں'' کافروں کی عقلوں میں موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کی بات کیوں نہیں سما رہی تھی؟

جواب: (1)﴿قَالُوۡۤا ءَاِذَا مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ﴾ ''انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں'' موت کے بعد مٹی ہوجانا اور ہڈیوں کا بھربھرا ہو کر مٹی میں مل جانا دوبارہ زندگی کے شعور کے راستے میں کافروں کے لیے رکاوٹ بن رہا تھا۔

(2)﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾﴾ ''کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے؟'' انہوں نے کہا: ''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے۔'' چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے'' (النازعات:11,14)

(3) رب العزت نے ان کی فکری غلطی پر سرزنش فرمائی ہے ﴿اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ﴿۷۸﴾﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' (یسین:77,78)

﴿لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' (83)

سوال 1: ﴿لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' مشرکین عرب بعث بعد الموت کو پرانے لوگوں کی کہانیاں کیوں قرار دیتے تھے؟

جواب: (1) مشرکین عرب بعث بعد الموت کی حکمت کو نہیں سمجھتے تھے اس لیے مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے۔ ﴿لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی'' یعنی ہمارے بزرگوں سے بھی کہا جاتا رہا ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ بات محال ہے کیونکہ ہم نے ایسا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(2)﴿اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' یعنی یہ تو محض قصے کہانیاں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

(3) ان کا خیال تھا کہ دوبارہ جی اُٹھنے کا وعدہ ہر رسول کی طرف سے کیا جاتا رہا مشرکین کا خیال تھا کہ چونکہ ابھی تک یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

(4) وہ جھوٹ کہتے ہیں رب العزت نے فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (المومن:57)

(5)﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تا کہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔'' (الحج:5)

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو؟'' (84)

سوال 1:﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مالک ہونے کا شعور کیسے بیدار کیا ہے؟

جواب:﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو'' رب العزت نے زندگی بعد الموت اور آخرت کا انکار کرنے والوں سے کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ بتاؤ مالک کون ہے؟ زمین اور اس میں جو کچھ ہے، اس کی ساری مخلوقات انسان، جانور، نباتات، سمندروں، دریاؤں، صحراؤں اور پہاڑوں کو کس نے بنایا؟ کس نے پیدا کیا، کون مالک ہے؟ کون ان کی تدبیر کرتا ہے؟ اگر تمہیں علم ہے تو اس کا جواب دو۔

﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' (85)

سوال1:﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ’’وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے‘‘ مشرکین اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا اقرار کرتے تھے پھر دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہوئے غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟

جواب:(1)﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ’’وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے‘‘ مشرکین لفظی طور پر اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا اقرار کرتے تھے اسی لیے رب العزت نے فرمایا ان سے اس بارے میں پوچھو گے تو یہ جواب دیں گے ﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ﴾ ’وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے‘ یعنی وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جب وہ اقرار کرلیں تو ان سے کہیں۔

(2)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ’’تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے‘‘ یعنی سب کچھ جانتے ہو پھر نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے؟ اس ذات کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے جس نے پیدا کیا، جس نے زندگی کے لیے سب کچھ عطا فرمایا جس کے قبضے میں ہماری جان ہے۔

﴿قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ﴾

’’آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟‘‘ (86)

سوال1:﴿قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ﴾ ’’آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ﴾ ’’آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب‘‘ یعنی عالم بالا، اس کے ستاروں، سیاروں کا رب کون ہے؟ وہ کون ہے جو عبادت گزار فرشتوں کا خالق ہے۔

(2)﴿وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ﴾ ’’اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے‘‘ کون مالک ہے عرش عظیم کا جو ساری مخلوقات کی، زمین، آسمانوں، سیاروں، ستاروں کی چھت ہے۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی شان بڑی عظمت والی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک گنبد کی طرح بنا کر فرمایا کہ اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے۔ (ابوداؤد:4726) (4) یعنی وہ کون ہے جس نے سارے جہان بنائے، ان کی تدبیر کی جو نظام ہستی چلا رہا ہے۔

﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾

’’وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں؟‘‘ (87)

سوال1:﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾ ’’وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں‘‘ کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے''یعنی جب وہ اس بات کا اقرار کرلیں جس کا تم اقرار کرتے ہوتو ان سے پوچھیں۔

(2)﴿قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾ ''کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں''تم اس کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں؟تم غیر اللہ کی عبادت سے بچتے کیوں نہیں؟تم غیر اللہ سے امیدیں کیوں باندھتے ہو؟تم رب عظیم کی عبادت سے کیوں دور بھاگتے ہو؟وہ تو قوت کا مالک ہے۔تم پر مہربان ہے، ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے۔تم اس کا تقویٰ کیوں نہیں اختیار کرتے؟

(3)اللہ رب العزت نے انتہائی لطف و کرم سے بار بار توجہ دلائی ہے﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' ﴿اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾ تو کیا تم ڈرتے نہیں''یہ رب العزت کی طرف سے وعظ ونصیحت ہے۔

﴿قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾

''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم جانتے ہو''(88)

سوال1:﴿قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ﴾ ''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے''یعنی عالم بالا میں اور عالم زیریں میں جو کچھ ہے کس کی بادشاہت میں ہے؟

(2)رب العزت نے اپنی بادشاہت کا شعور راسخ کیا ہے کہ وہ خالق، مالک اور بادشاہ ہے جو چاہے کر سکتا ہے اس کے فیصلے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنِّىۡ تَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ‌ؕ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا‌ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے،کوئی جاندار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔'' (ھود:56)

(4)رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ قسم کھاتے تھے﴿وَالَّذِىۡ نَفۡسِىۡ بِيَدِهٖ﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے''اور جب زیادہ زور دیتے تو فرماتے﴿لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جو دلوں کو الٹتا پلٹتا ہے''

(5)﴿وَّهُوَ يُجِيۡرُ﴾ ''اور وہی پناہ دیتا ہے''وہی ہے جو شر سے پناہ دیتا ہے، اپنے بندوں کی تکالیف دور کرتا ہے اور جو چیز بھی ان کو تکلیف پہنچائے اس سے بچاتا ہے۔

(6) ﴿وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ﴾ ''اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی'' اور کوئی ایسا نہیں، کسی کی قوت نہیں، کسی کی قدرت نہیں، کسی کا اختیار نہیں، کسی کی ہستی نہیں کہ وہ اللہ رب العزت کے مقابلے میں کسی کو پناہ دے سکے، نہ کوئی شر کو دور کرسکتا ہے، نہ تکلیف سے بچا سکتا ہے جسے رب العزت نے تقدیر میں لکھ دیا ہو۔

(7) ﴿اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں، اس کی تقدیر کے بارے میں جانتے ہو تو تمہیں علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ واختیار کے لیے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت اور قبضے اور اختیار کے لیے دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' (89)

سوال 1: ﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے'' جب لوگ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر ہدایت کے راستے سے کیوں پھر جاتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' یعنی وہ اس بات کا اقرار کرلیں گے کہ اللہ تعالیٰ عظیم بادشاہ ہے جو پناہ دے سکتا ہے جس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی جب بات یہ ہے تو آپ ان سے پوچھیں۔

(2) ﴿قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ﴾ ''کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' یعنی تمہاری عقل کہاں سے دھوکہ کھاتی ہے۔ جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ معبود کسی چیز کے مالک نہیں ان کا اقتدار میں کوئی حصہ نہیں۔ تم نے ان کی خاطر رب عظیم کو چھوڑ دیا، اپنے خالق اور مالک اور سارے امور کی تدبیر کرنے والے کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا۔ تمہاری عقل نے ایک ایسے کام کی طرف تمہیں لگا دیا ہے جو غیر معقول ہے۔ ایسے لگتا ہے شیطان نے تمہاری عقلوں پر جادو کردیا ہو۔ اس نے شرک کو تمہارے سامنے مزین کیا اور تم دھوکہ کھا گئے۔

(3) حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کے راستے سے پھر جانے کا سبب دھوکہ ہے عقیدے کا خراب ہونا اور خبط میں مبتلا ہونا ہے۔

﴿بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾

''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' (90)

سوال 1: ﴿بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم جھٹلانے والوں کے پاس حق لے کر آئے ہیں یعنی یقین اور وہ دین اسلام ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔(جامع البیان:57/18)

(2) یہ لوگ حق کا اعتراف کیوں نہیں کرتے جب کہ وہ صدق اور عدل پر مبنی ہے۔

(3)﴿وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' یعنی حق کے مقابلے میں ان کے پاس جھوٹ اور ظلم کے سوا کچھ نہیں۔

(4) وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے میں جھوٹے ہیں کہ ان کے پاس اس کے لیے کوئی دلیل نہیں رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔'' (المومنون:117)

(5)﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا'' (الزخرف:29)

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' (91)

سوال1:﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا'' اللہ تعالیٰ صاحب اولاد نہیں، بادشاہت میں، عبادت میں، تصرف میں اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

(2)﴿وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ﴾ ''اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے'' یعنی اگر ان کے باطل گمان کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی شریک ہوں تو ہر معبود اپنی تخلیق کو لے کر الگ ہو جاتا اور وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے چونکہ کائنات ہم آہنگی سے چل رہی

ہےاس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو خالق ہو یا مالک یا رازق ہو۔اللہ تعالیٰ اولاد اور انداد یعنی شریکوں سے پاک ہے۔(تفسیر الاساس:3663/7)

(3)﴿اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ﴾''ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا''یعنی دونوں معبود ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے اور اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتے۔

(4)﴿وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ﴾''اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا''پس جو غالب ہوتا وہی معبود ہوتا۔اس قسم کی کھینچا تانی میں وجود کائنات کا باقی رہنا ممکن نہیں تھا اور نہ اس صورت حال میں کائنات کے عظیم انتظام کا تصور کیا جاسکتا ہے جسے دیکھ کر عقل حیرت میں گم ہو جاتی ہے۔اس کا اندازہ سورج، چاند، ایک جگہ قائم رہنے والے ستاروں اور سیاروں کے درمیان باہمی نظم کو دیکھ کر کرو! جب سے ان کو پیدا کیا گیا ہے یہ ایک خاص ترتیب اور ایک خاص نظام کے مطابق چل رہے ہیں،اس بے کراں کائنات کے تمام سیارے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسخر ہیں،اس کی حکمت تمام مخلوق کی ضروریات ومصالح کے مطابق ان کی تدبیر کرتی ہے ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر منحصر نہیں۔آپ اس نظام کائنات میں کسی ادنیٰ سے تصرف میں کوئی خلل دیکھیں گے، نہ تناقض اور نہ تعارض۔رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِىۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰى مِنۡ فُطُوۡرٍ﴾''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟''(الملک:3) کیا دو معبودوں کے انتظام کے تحت اس قسم کا تصور کیا جاسکتا ہے!(سعدی:1788/2)

(5)﴿سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ﴾''پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں''یہ ساری کائنات اپنی زبان سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کی تدبیر کرنے والا بے نیاز ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔اس کے بغیر کسی کا کوئی وجود نہیں اس کے بغیر کسی چیز کی بقا نہیں صرف اسی کی عبادت، صرف اسی سے مدد مانگنے بغیر مخلوق کے لیے کوئی سیدھا راستہ نہیں۔وہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾

''وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے پس وہ اس سے بہت بلند ہے جسے وہ شریک بناتے ہیں''(92)

سوال1:﴿عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾''وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے پس وہ اس سے بہت بلند ہے جسے وہ شریک بناتے ہیں''اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے غیب اور حاضر کے علم کو دلیل بنایا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عٰلِمِ الۡغَيۡبِ﴾''وہ غیب کا جاننے والا ہے''رب العزت نے اپنے علم محیط کے ذریعے اپنی عظمت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔وہی ہے جو ہر چیز کا کلی اور جزوی علم رکھتا ہے۔وہ سب کچھ جو ہماری نظروں اور ہمارے علم سے اوجھل ہے، وہ ہمارے لیے غیب ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مکمل طور پر جانتا ہے۔

(2)﴿وَالشَّهَادَةِ﴾ ''اور حاضر کا'' اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ ظاہر و باطن، کھلے چھپے سب کو جانتا ہے۔
(3)﴿فَتَعٰلٰى﴾ ''پس وہ بہت بلند ہے'' اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، وہ بہت بڑا ہے ﴿عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾ ''اس سے جسے وہ شریک بناتے ہیں'' ان ہستیوں سے جن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس علم کے جو رب العزت نے انہیں دیا ہے۔
(4) رب العزت ظالموں کی افترا پردازیوں سے پاک ہے۔

رکوع نمبر 6

﴿قُلۡ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىۡ مَا يُوۡعَدُوۡنَ﴾

''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' (93)

سوال 1:﴿قُلۡ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىۡ مَا يُوۡعَدُوۡنَ﴾ ''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿قُلۡ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىۡ مَا يُوۡعَدُوۡنَ﴾ ''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے دلائل پر غور نہیں کیا تو ان پر عذاب واجب ہو گیا۔ ان پر عذاب نازل ہونے کی دھمکی دی گئی تو رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ یوں کہیں کہ اے میرے رب! اگر تو ان پر عذاب نازل کرے تو مجھے ظالموں میں سے نہ کرنا۔

﴿رَبِّ فَلَا تَجۡعَلۡنِىۡ فِى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ﴾

''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا'' (94)

سوال 1:﴿رَبِّ فَلَا تَجۡعَلۡنِىۡ فِى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبِّ فَلَا تَجۡعَلۡنِىۡ فِى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔'' مصائب، آفتوں اور عذابوں کے وقت یہ دعا مانگنی چاہیے۔
(2) حدیث میں آپ کی دعا کا یہ ٹکڑا بھی ہے۔﴿وَاِذَا اَرَدۡتَّ بِقَوۡمٍ فِتۡنَةً فَتَوَفَّنِىۡ غَيۡرَ مَفۡتُوۡنٍ﴾ ''اور جب آپ اس قوم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں تو مجھے فتنے میں ڈالے بغیر وفات دے دیں۔'' (ترمذی)
(3) نبی ﷺ کو یہ دعا سکھائی گئی تا کہ آپ ﷺ رحم مانگیں گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور دعا کریں کہ یا اللہ! اپنے عذاب سے بچا

لیتا کہ جب وہ نازل ہوتا ہے تو نیک اور بد سب کو لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

﴿وَاِنَّا عَلٰۤی اَنۡ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ﴾

''اور بلا شبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' (95)

سوال 1: ﴿وَاِنَّا عَلٰۤی اَنۡ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ﴾ ''اور بلا شبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دیکھا دیں جن کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِنَّا عَلٰۤی اَنۡ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ﴾ ''اور بلا شبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دیکھا دیں جن کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم تمھاری آنکھوں کے سامنے وہ چیز لانے کی قدرت رکھتے ہیں جس کی ہم تمھیں دھمکی دے رہے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو کیا وعدے دیے جا رہے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو ان کی مغلوبیت اور پامالی کے وعدے دیے جا رہے تھے۔

سوال 3: پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کب پورا ہوتا ہے؟

جواب: کبھی پیغمبر کی حیات میں کبھی پیغمبر کی وفات کے بعد۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ‌ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمۡ وَهُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔'' (الانفال:33)

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُن کے دشمن کو پامال کرنے کا وعدہ کب پورا ہوا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پہلی بار غزوہ بدر کے موقع پر اور دوسری بار فتح مکہ کے موقع پر۔ انکار کرنے والے عذاب کی وعید کا مذاق اڑاتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ تمھاری آنکھوں کے سامنے وہ چیز لے آئے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ پھر اس انکار کی وجہ کیا ہے؟ (الاساس:3663/7)

﴿اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ السَّيِّئَةَ‌ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَصِفُوۡنَ﴾

''آپ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو، جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں'' (96)

سوال 1: ﴿اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ السَّيِّئَةَ‌ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَصِفُوۡنَ﴾ ''آپ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو، جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں'' یہ بات کیوں کہی گئی کہ برائی کو بھلائی سے دور کریں؟

جواب:(1)﴿اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَةَ﴾ ''آپ بُرائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو'' یہ بات مکہ میں دعوتی طریقہ کار کے حوالے سے کی گئی کہ بُرائی کو بھلائی سے دور کریں گے۔ حکم آنے تک صبر کریں گے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔

(2) یعنی جب آپ کے دشمن قول وفعل کے ذریعے سے آپ کے ساتھ برائی سے پیش آئیں تو آپ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئیں، ہر چند کہ برائی کا بدلہ اس قسم کی برائی سے دینا جائز ہے مگر آپ ان کے برے سلوک کے بدلے میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں۔ یہ آپ ﷺ کی طرف سے برا سلوک کرنے والے پر احسان ہے۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ حال اور مستقبل میں آپ کی طرف سے برائی میں تخفیف ہوگی۔ آپ ﷺ کا یہ حسن سلوک، آپ ﷺ کے ساتھ برائی سے پیش آنے والے کو حق کی طرف لانے میں زیادہ مد ثابت ہوگا۔ آپ ﷺ کا حسن سلوک برائی سے پیش آنے والے کو ندامت، تاسف اور توبہ کے ذریعے سے بدسلوکی سے رجوع کرنے کے زیادہ قریب لے آئے گا۔ معاف کرنے والے کو احسان کی صفت سے متصف ہونا چاہیے۔ اس سے وہ اپنے دشمن شیطان پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور رب کریم کی طرف سے ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا ۚ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔'' (الشوریٰ:40)

(3) اس آیت کریمہ میں ایک ایسی بہترین تدبیر بتائی گئی جو عداوت کے وقت اکسیر اعظم سے کم نہیں یعنی دشمن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور اس کی برائی کا بدلہ احسان سے دو تاکہ خود بخود اس کے دل میں عداوت کی بجائے محبت اور بغض کی بجائے کشش پیدا ہو۔ دوسری آیت میں فرمایا:﴿وَلَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَكَ وَبَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ (۳۴) وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ (۳۵)﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔ اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔'' (حٰم السجدۃ:34,35) (السراج المنیر:1296/2)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک آدمی اپنے بھائی سے کہے اگر تم جھوٹے ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو معاف کردے اور اگر آپ سچے ہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے۔ (تفسیر مراغی:309/6)

(5) بعض مفسرین کہتے ہیں فحش کو سلام سے اور منکر کو نصیحت سے دور کرو۔ (الاساس:3664/7)

(6) یعنی ان کی جہالت کو حلم سے اور برے کلام کو کلام حسن سے دور کرو اور لا الٰہ الا اللہ سے اہل مکہ کے شرک کو دور کرو۔ (تفسیر سمرقندی:511/2)

(7)﴿نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ﴾ ''ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں'' یعنی ہم کفر اور حق کی تکذیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔ ہم

نے حلم سے کام لے کر ان کے بارے میں صبر کیا ہے۔حق ہماری طرف سے ہے اور جھٹلانا بھی ہماری طرف ہی لوٹتا ہے۔انسانوں کی طرف سے برے سلوک کے مقابلے میں مومن کو حسن سلوک ہی کرنا چاہیے جبکہ شیاطین کی بدسلوکی کے جواب میں حسن سلوک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ شیاطین تو جہنم کی دعوت دیتے ہیں۔اس لیے ان کے مقابلے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

سوال 2: دعوت دینے والا لوگوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتا ہے لیکن اُسے بُرائی کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے؟

جواب: دعوت دینے والا جب ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے، جب اُس کی غلامی کی دعوت دیتا ہے تو جو لوگ دُنیا سے محبت رکھتے ہیں اور خواہشات کی غلامی کرنا چاہتے ہیں وہ اس دعوت کی زد اپنے اُوپر محسوس کرتے ہیں اس وجہ سے لوگ اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔دعوت دینے والے کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں۔

سوال 3: دعوت دینے والے پر لوگوں کی بُرائیوں کا کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: لوگوں کے بُرے رویے پر دعوت دینے والا بھی ردّ عمل کی نفسیات کا شکار ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ اگر اس وقت خاموشی اختیار کی گئی تو لوگوں کے حوصلے بڑھیں گے اور مخالفانہ کاروائیاں بڑھ جائیں گی۔شیطان ایسے موقع پر انسان کو بہکا سکتا ہے کہ انسان کو گمراہ کردے۔

سوال 4: دعوت دینے والے کو ردّ عمل کی نفسیات سے کیسے روکا گیا؟

جواب: دعوت دینے والے سے یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔یہ بات دعوت دینے والے کو شیطان کے وسوسوں کی تکلیف سے بچا لیتی ہے۔

﴿وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ﴾

"آپ دُعا کریں اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں" (97)

سوال 1: ﴿وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ﴾ "آپ دُعا کریں اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔" وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلۡ﴾ "آپ دُعا کریں" رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔

(2) ﴿رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ﴾ "اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔" آپ بھی شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

(3) یعنی میں اپنی قدرت وقوت سے برأت کا اظہار کر کے تیری قدرت وقوت کی پناہ پکڑتا ہوں۔میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو ان شیاطین سے ملنے جلنے کی وجہ سے مجھے لاحق ہو سکتا ہے۔نیز میں ان کی وسوسہ اندازی اور ایذارسانی سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں اور میں

اس شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو ان کی موجودگی اور ان کی وسوسہ اندازی کے باعث مجھے لاحق ہو سکتا ہے۔ یہ استعاذہ ہر قسم کے شر اور اس کی اصل سے پناہ طلبی ہے۔ اس میں شیطان کی در اندازی، اس کا وسوسہ اور اس کی ایذا رسانی وغیرہ سب داخل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول کر کے اسے شیطان کے شر سے پناہ دے دیتا ہے تو بندہ ہر شر سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے اور اسے ہر بھلائی کی توفیق عطا ہو جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:1790/2)

﴿وَاَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ﴾

''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں'' (98)

سوال1: ﴿وَاَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ﴾ ''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ﴾ ''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔'' یعنی میرے کسی کام کے موقع پر شیاطین میرے قریب نہ آئیں۔

(2) شیطان کو بھگانے کے لیے کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ کھانے پینے، سونے اور جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں یہی حکمت ہے۔

سوال2: دعوت دینے والوں کو شیطان کی اُکساہٹوں سے بچنے کا کیا طریقہ بتایا گیا؟

جواب: دعوت دینے والے کو شیطان کی اُکساہٹوں سے بچنے کے لیے رب کی پناہ مانگنے کے لیے کہا گیا ہے۔

سوال3: شیطان کے قریب آنے سے رب کی پناہ مانگنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: شیطان کے قریب آنے سے بچنے کے لیے رب کی پناہ مانگ کر انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔

سوال4: نبی ﷺ شیطان کے شر سے کیسے پناہ مانگا کرتے تھے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام سے کرتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ شیطان سے پناہ یوں مانگا کرتے تھے۔ ﴿اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ السَّمِيۡعِ الۡعَلِيۡمِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ مِنۡ هَمۡزِهٖ وَنَفۡخِهٖ وَنَفۡثِهٖ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے، اس کی اکساہٹ، اس کی پھونک اور اس کے وسوسے سے۔'' (ابوداؤد:775)

(3) روایت ہے عمرو بن شعیب کے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نیند میں چونک پڑے کہے ﴿اَعُوۡذُ بِكَلِمَاتِ

اللهِ التَّآمَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ﴾ ''میں اللہ کی پوری باتوں کے پناہ میں آتا ہوں اس کے غضب سے اور عذاب سے اور اسکے بندوں کے فساد سے اور وسوسوں سے شیطان کے اور اس سے کہ وہ ہمارے پاس آئیں'' سو وہ خواب اسے ضرر نہ کرے گا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو سکھا دیتے تھے اس کو جو بالغ ہوتا تھا ان کی اولاد سے اور جو نابالغ ہوتا تھا اس کو لکھ کر اس کے گلے میں لٹکا دیتے تھے (ترمذی:3528)

(4)''﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ﴾ ''اے اللہ! کسی مکان یا دیوار کے اپنے اوپر گرنے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں اونچے مقام سے گر پڑنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ڈوبنے، جل جانے اور بہت بوڑھا ہو جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ موت کے وقت مجھے شیطان اچک لے۔'' (ابوداود، کتاب الوتر:1552)

(5) رات کے وقت گھبراہٹ میں آپ یہ دُعا کرتے تھے۔﴿بِسْمِ اللهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ﴾(ابوداود)

(6)﴿اعوذ بكلمات الله التامة من عقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون، فانه لا يحضرك وبالحرى لا يضرك﴾(احمد:298/2)

﴿حَتّٰٓى إِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے'' (99)

سوال 1: ﴿حَتّٰٓى إِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔'' موت کے وقت یہ آرزو کون کرتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے؟

جواب: ﴿حَتّٰٓى إِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔'' (1) یہ آرزو موت کے وقت کافر کرتا ہے۔ (2) اہل شرک یہ آرزو کرتے ہیں۔ (جامع البیان 54/18)

سوال 2: موت کے وقت کے علاوہ دُنیا میں لوٹانے کی آرزو کب کب کی جائے گی؟

جواب: (i) دوبارہ اُٹھائے جانے کے وقت۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے حضور قیام کے وقت۔ (iii) جہنم میں داخلے کے وقت۔

سوال 3: کیا دُنیا میں لوٹائے جانے کی خواہش کا کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب: (1) اس خواہش کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(2)﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ

لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ﴾ ''نہیں وہ انتظار کرتے مگر اس کے انجام کا جس دن اس کا انجام آجائے گا، جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔'' (الاعراف:53)

(3) ﴿وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ فَقَالُوۡا يٰلَيۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (۲۷) بَلۡ بَدَا لَهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُخۡفُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ (۲۸)﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:27,28)

(4) ﴿وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ (۱۰) وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (۱۱)﴾ ''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہر گز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (المنافقون: 10,11)

(5) ﴿وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ فَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۙ (۴۴) وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَكُمُ الۡاَمۡثَالَ (۴۵)﴾ ''اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب اُن پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟ اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر خوب واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟ اور ہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔'' (ابراہیم:44,45)

﴿لَعَلِّىۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِيۡمَا تَرَكۡتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ

﴿اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

''تا کہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے''(100)

سوال1: ﴿لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''تا کہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ﴾ ''تا کہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں'' موت کے وقت ظالم نادم ہوتے ہیں اور دنیا میں واپس لوٹنے کی خواہش کرتے ہیں کہ میں نے جو کوتاہی اللہ تعالیٰ کے حق میں کی ہے۔ میں نے جتنے نیک اعمال چھوڑے، دنیا میں واپس جا کر نیک اعمال کروں۔

(2)﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انہیں دنیا میں واپس لوٹایا جائے۔

(3)﴿كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا﴾ ''بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے'' دنیا میں بھیج دینے کی بات کو ایک قول اس لیے کہا گیا کہ یہ معاملہ کبھی عمل میں نہیں آئے گا، نہ مہلت دی جائے گی کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ اگر دوبارہ واپس بھی بھیج دیا جائے تب بھی وہی کام کریں گے جس سے روکا گیا تھا۔ ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

(4)﴿وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے'' برزخ دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو کہتے ہیں۔ یہاں دنیا اور آخرت کے درمیان جو حجاب حائل ہے اسے برزخ کہتے ہیں۔

(5) دنیا کی زندگی اور آخرت کے درمیان وقفے کو برزخ کا نام دیا گیا ہے۔

(6) برزخ میں مومنوں کو نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا اور نافرمانوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہ موت سے جی اٹھنے کے درمیان کا وقت ہے۔ اس لیے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال7: موت کے بعد جی اُٹھنے تک کے وقفے کو برزخ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: موت اور بعث کے وقفے کو برزخ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد انسان کا دُنیا کی زندگی سے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور آخرت کا آغاز تو تب ہوگا جب سب انسانوں کو زندہ کیا جائے گا۔

سوال8: برزخ کی زندگی کس صورت میں گزرتی ہے؟

جواب: برزخ کی زندگی قبر میں گزرے یا کسی جانور کے پیٹ میں مٹی کے ذرات کی صورت گزرے، یہ موت اور بعث کے درمیان کی زندگی ہے۔

سوال9: کافر کی تمنا میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: حضرت قتادہ کہتے ہیں کافر کی تمنا میں ہمارے لیے سبق ہے کافر دُنیا میں دوبارہ لوٹنے کی آرزو خاندان کے لیے نہیں کرے گا بلکہ عمل صالح کے لیے دُنیا میں آنے کی تمنا کرے گا۔ اس لیے زندگی کے لمحات کو زیادہ سے زیادہ عمل صالح کرنے کے لیے غنیمت جاننا چاہیے تاکہ قیامت کے دن یہ آرزو کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ (ابن کثیر)

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوۡنَ﴾

''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' (101)

سوال1: ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوۡنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے قیامت کے دل دہلا دینے والے مناظر کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ انسانوں کو قبروں سے اٹھانے کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

(2) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوۡنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' جب موت کے بعد کی زندگی کا صور پھونکا جائے گا اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے تو اس دن سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے اور کوئی کسی کا نہ پوچھے گا کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نہ باپ کو اولاد سے محبت رہے گی اور نہ اولاد کو باپ سے ہی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا ﴿۱۰﴾ یُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیۡهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِیۡلَتِهِ الَّتِیۡ تُــٔۡوِیۡهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ ثُمَّ یُنۡجِیۡهِ ﴿۱۴﴾﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا۔ اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے۔'' (المعارج: 10,14)

(3) ﴿یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِیۡهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیۡهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡهُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ یُّغۡنِیۡهِ ﴿۳۷﴾﴾ ''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس

دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی۔'' (عبس:34,37)

سوال2: صور پھونکنے کے بعد انسان کی رشتے داریوں کا کیا ہوگا؟

جواب: (1) صور پھونکنے کے بعد کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ (2) لوگ ایک دوسرے کو پوچھیں گے بھی نہیں۔

سوال3: میدان حشر میں رشتے دار ایک دوسرے کو کیوں نہیں پوچھیں گے؟

جواب: حشر کے دن کی ہولناکیاں ایسی ہوں گی کہ کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔

﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾

''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں'' (102)

سوال1: ﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾ ''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ﴾ ''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے'' جس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھک جائے گا۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾ ''تو وہی لوگ کامیاب ہیں'' جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ ہی بڑی کامیابی ہے۔

سوال2: اعمال کے بھاری ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: قیامت کے دن وزن ہی اچھے اعمال کا ہوگا۔ بُرے اعمال کا کوئی وزن نہیں نکلے گا۔

سوال3: کامیابی کس کا مقصدر ہے گی؟

جواب: (1) کامیابی اچھے اعمال کرنے والوں کے لیے ہے۔

(2) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں ''جہاد کے لئے'' گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا' پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں ہوگا اور سب پر اس کا ثواب ملے گا۔ (بخاری:2853)

(3) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طہارت ایمان کا حصہ ہے، الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ والحمدللہ سے آسمان وزمین کا درمیانی حصہ بڑھ جاتا ہے، نماز نور ہے، صدقہ برھان ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن مجید تیری حمایت

میں یا تیرے خلاف وکیل ہے۔'' (مسلم:534)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بہت موٹا آدمی لایا جائے گا لیکن اللہ کے نزدیک (اُس کی اہمیت) مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگی' پڑھو ﴿فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا﴾ ''پس ہم قیامت کے دن اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے'' (الکہف:105)(مسلم:7045)

(5) ''بزار اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن آدم کے بیٹے کو لاکر میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور ایک فرشتہ کو میزان پر مقرر کردیا جائے گا اب اگر اس کی میزانیں بھاری نکلیں تو وہ فرشتہ ایسی آواز سے جس کو ساری مخلوق سنے گی کہے گا فلاں شخص خوش نصیب ہوگیا اس کے بعد کبھی بدنصیب نہ ہوگا اور اگر اس کی میزانیں ہلکی نکلیں تو وہ فرشتہ ایسی آواز سے جس کو ساری مخلوق سنے گی کہے گا فلاں شخص بدنصیب ہوگیا آئندہ اس کے بعد کبھی خوش نصیب نہ ہوگا۔'' (تفسیر مظہری:149)

﴿وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فِىۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ﴾

''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (103)

سوال1: ﴿وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فِىۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ﴾ ''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ﴾ ''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے'' جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھک جائے گا۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا﴾ ''تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' یہ وہ لوگ ہیں جن کا دیوالیہ نکل جائے گا، وہ ہلاک ہوجائیں گے۔

(3) دنیا کے خسارے کے مقابلے میں یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں، ہمیشہ کی بدبختی کتنے گھاٹے کا سودا ہے۔ اپنے نفس کو وہ ابدی سعادت تک پہنچا سکتا تھا مگر اس نے اپنے رب کی نعمتوں کو گنوادیا۔

(4) ﴿فِىۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ﴾ ''وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ ہمیشہ کے لیے جہنم جائیں گے۔ جس سے کبھی نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔

(5) مومنوں کو جہنم میں داخلے کے بعد ہمیشہ اس میں نہیں رکھا جائے گا۔

سوال2: کن لوگوں کے اعمال ہلکے ہوں گے؟

جواب: بُرے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا یہی اعمال ہلکے ہوں گے۔

سوال3: کون لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو گھاٹا دیتے ہیں؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں وہ اپنی جانوں کو گھاٹا دیتے ہیں۔

﴿تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾

''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' (104)

سوال1: ﴿تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ ''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کافروں کے برے انجام کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا: ﴿تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ﴾ ''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی''، یعنی آگ انہیں ہر طرف سے ڈھانپ لے گی حتیٰ کہ ان کے چہروں کو آگ برابر جھلساتی رہے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوهَهُمُ النَّارُ﴾ ''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔'' (ابراہیم:50)

(2) ﴿وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ ''اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے''، کلح، ہونٹ سمٹ اور سکڑ جانے اور دانتوں کے ظاہر ہوجانے کو کہتے ہیں۔ (3) شدت عذاب کی وجہ سے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔

(4) نبی ﷺ نے فرمایا: جب جہنمی جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے تو اس کے خوف ناک شعلے ان کا استقبال کریں گے اور ان کے چہرے جھلس کر رکھ دیں گے چہروں کا گوشت گل کر پیروں پر آ پڑے گا۔ (ابن ابی حاتم) یا اللہ! ہمیں اپنے عذابوں سے بچا لینا۔

(5) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ ''اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' (المومنون:104) کے سلسلے سے فرمایا: "جہنم ان کے منہ کو جھلسا دے گی، جس سے اوپر کا ہونٹ سکڑ کر آدھے سر تک پہنچ جائے گا اور نچلا ہونٹ لٹک کر ناف سے ٹکرانے لگے گا"۔ (ترمذی:3176)

سوال2: جہنم کی آگ تو پورے جسم کو چاٹ رہی ہوگی خصوصی طور پر چہرے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: (i) چہرہ انسان کے وجود کا سب سے اشرف حصہ ہے۔

(ii) چہرہ انسان کی شناخت ہے جہنم میں بُرائیوں کے بدلے کے لیے بھیجا جائے گا اس لیے ہر طرح کی بُرائی کی جگہ تو جب آگ چاٹے گی تو ذات کی شناخت کو تو خاص طور پر آگ چاٹے گی۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا)

سوال3: انسان جہنم میں کیسے ہو جائیں گے؟

جواب: انسان جہنم میں بدشکل اور ڈراونے ہو جائیں گے ان کے ہونٹ سکڑ جائیں گے اور دانت ظاہر ہو جائیں گے۔

﴿اَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ﴾

''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔'' (105)

سوال1: ﴿اَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ﴾ ''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔'' جہنم میں دردناک عذاب سہتے ہوئے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے کا شعور کیسے دلایا جائے گا؟

جواب: ﴿اَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ﴾ ''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں'' یعنی تمہیں آیات کے ذریعے سے ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی لیکن تم نے کفر کیا، شرک کیا، بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ﴿فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ﴾ ''پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔'' تم ظلم اور دشمنی کی وجہ سے جھٹلاتے تھے حالانکہ آیات واضح طور پر حق کو بیان کرتی تھیں۔ تمہارے لیے کوئی حجت تو نہیں چھوڑی گئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلۡقِىَ فِيۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَذِيۡرٌ (۸) قَالُوۡا بَلٰى قَدۡ جَآءَنَا نَذِيۡرٌ ۙ فَكَذَّبۡنَا وَقُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۖ ۚ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ كَبِيۡرٍ (۹) وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ (۱۰) فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِهِمۡ ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ (۱۱)﴾ ''قریب ہو گی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔'' سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے'' (الملک: 8,11)

﴿قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے'' (106)

سوال1: ﴿قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے'' اہل جہنم کس چیز کو اپنی بدبختی قرار دیں گے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی'' اہل جہنم

دنیا کی لذتوں اور خواہشات کو اپنے لیے بدبختی قرار دیں گے کیونکہ وہی انسان پر غالب آتی ہیں تو انسان کے پاس رب کی آیات کے لیے وقت نہیں رہ جاتا۔

(2)﴿وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ﴾ ''اور ہم گمراہ لوگ تھے'' یعنی ہم نے دنیا میں بے وقوفوں اور گمراہوں والے کام کیے۔ ہم بھٹک گئے، ہمیں اطاعت کرنی نصیب نہ ہوئی۔

سوال 2: لذتوں اور خواہشات کو بدبختی کیوں قرار دیا جائے گا؟

جواب: لذتیں اور خواہشات ہی ہمیشہ کی بدبختی کا سبب بنیں گی۔

سوال 3: گمراہی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) گمراہی سے مراد اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے سے نکلنا۔

(2) گمراہی سے مراد اللہ تعالیٰ کے تعلق کے دائرے سے نکل کر نافرمانی اور بے ادبی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔

﴿رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے'' (107)

سوال 1: ﴿رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' اہل جہنم اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نکالنے کے بارے میں کیا معاہدہ کریں گے؟

جواب: (1)﴿رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' اہل جہنم وعدے کریں گے اور وعدوں میں جھوٹے ہوں گے۔ ﴿بَلۡ بَدَا لَهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُخۡفُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

(2) رب العزت نے کوئی حجت باقی نہیں رکھی بلکہ سارے عذر ختم کر دیئے اور دنیا میں اتنی عمر میں نصیحت پکڑنے والے نصیحت قبول کر لیتے ہیں۔

﴿قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' (108)

سوال 1: ﴿قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' اللہ تعالیٰ اہل جہنم کی پکار کا کیا جواب دیں گے؟

جواب: (1)﴿قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' جب کافر جہنم سے نکالے جانے اور دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے تو ان کی پکار کا جواب انتہائی سختی سے دیا جائے گا کہ جاؤ ایک ذلیل شخص کی طرح خاموشی اختیار کرو اور مجھ سے کلام نہ کرو تم اسی کے مستحق ہو۔

(2) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہنم والے چالیس سال تک داروغہ جہنم کو پکارتے رہیں گے آخرکار بمشکل تمام یہ ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور جواب دیں گے کہ تم اسی میں ہمیشہ کے لیے اسی طرح ذلیل وخوار رہو گے۔ اللہ کی قسم! داروغہ جہنم کو اور حق تعالیٰ کو ان کی چیخ و پکار کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (ابن ابی حاتم)

﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾

''یقینا میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرمادے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے'' (109)

سوال 1: ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾ ''یقینا میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرمادے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ﴾ ''یقینا میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا'' اور وہ مومن تھے اور یہ بھی کہا گیا وہ صحابہ تھے۔ (فتح القدیر: 3/ 624)

(2)﴿رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرمادے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے''۔ انہوں نے ایمان کو جو کہ اعمال صالح کا تقاضا کرتا ہے اپنے رب سے مغفرت اور رحمت کی دعا کو، اس کی ربوبیت کے توسل کو، ایمان عنایت کرنے میں اس کی نوازش کو، اس کی بے پایاں رحمت کو اور احسان کو جمع کر دیا۔ یہ آیت کریمہ ضمناً اہل ایمان کے خشوع و خضوع، اپنے رب کے حضور ان کی فروتنی، ان کے خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ سے پرامیدی پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر السعدی: 2/ 1795)

سوال 2: دُنیا کی زندگی میں اگرچہ آخرت کے حقائق سامنے نہیں آتے لیکن کچھ لوگ کس طرح سے خود کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھ کر رکھتے ہیں؟

جواب: دنیا کی زندگی میں اہل ایمان کے لیے بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے جب وہ ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

1۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور کمال کو پہچان جاتے ہیں۔ 2۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق پر یقین کر لیتے ہیں۔

3۔ جو دعوت کے معاملے میں اتنے سنجیدہ ہو جاتے ہیں کہ اسی کو اپنی کامیابی اور ناکامی کا معیار بنا لیتے ہیں۔

سوال 3: ایمان لانے والے اپنی مغفرت اور رب کی رحمت کے لیے کیوں دُعائیں کرتے ہیں؟

جواب: ایمان والوں کو اپنی غلطیوں کا شدت سے احساس ہوتا ہے اس لیے وہ رب کی رحمت پر نظریں لگاتے ہیں۔

﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾

''چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے'' (110)

سوال 1: ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ ''چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے'' لوگ اہل ایمان کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا﴾ ''چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا'' حق ہر دور میں لوگوں کی خواہشات کے برعکس اپنا معیار رکھتا ہے۔ یہ معیار لوگوں کو اجنبی لگتا ہے جو لوگ اجنبی طریقہ زندگی (دین) کے ساتھ مکمل طور پر وابستگی اختیار کر لیتے ہیں انہیں یہ قیمت چکانی پڑتی ہے لوگ انہیں مذاق کا موضوع بنا لیتے ہیں۔

(2) ﴿حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے'' اہل ایمان کے ساتھ ان کی مشغولیت، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بھلا دینے کا سبب بن گئی۔

(3) ذکر الٰہی کو بھلا دینا ان کے لیے تمسخر اور استہزا پر آمادگی کا سبب بنا۔

سوال 2: مذاق کے موضوعات کیا ہوتے ہیں؟

جواب: پردہ کا، داڑھی، شادی بیاہ کے موقع پر غیر اسلامی رسومات سے پرہیز۔

﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے صبر کیا یہ جزا دی، بلاشبہ وہی کامیاب ہیں'' (111)

سوال 1: ﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے صبر کیا یہ جزا دی، بلاشبہ وہی کامیاب ہیں۔'' لوگوں کے مذاق پر اہل ایمان کا رویہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) ﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا﴾ ''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے صبر کیا یہ جزا دی'' آج میں نے تمہیں تمہاری اذیتیں برداشت کرنے والے، صبر کرنے والے، بہترین صلے کی امید رکھنے والے اہل ایمان کو بدلہ دیا

ہے۔حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔ (مسلم7500)

(2) حضرت ابوسعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے (کچھ) طلب کیا، تو آپ نے انہیں پھر دیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا، ختم ہو گیا۔آپ نے، جس وقت ہر چیز جو آپ کے ہاتھ میں تھی، خرچ کر دی، تو ان سے فرمایا: ''میرے پاس جو مال بھی ہوتا ہے، میں وہ تم سے ہرگز بچا کر نہیں رکھتا اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔'' (بخاری1469)

(3) ﴿هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ بلاشبہ وہی کامیاب ہیں حتیٰ کہ سعادت اسلامی سے ہم کنار کر کے جنت میں پہنچا دیا ہے۔

(4) ﴿يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''وہ تمھارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' (الاحزاب:71)

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا﴾ ''یہ لوگ ہیں جن کو جزا کے طور پر بالا خانے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔اور اس میں اُن کا استقبال دُعا اور سلام کے ساتھ ہوگا۔'' (الفرقان75)

سوال 2: لوگوں کے مذاق پر اہل ایمان کا رویہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) اہل ایمان صبر کرتے ہیں۔(2) اہل ایمان دین کے ساتھ اپنی وابستگی کو ختم نہیں کرتے۔

سوال 3: آخرت کا انعام انسان کو کس چیز کی جزا کی صورت ملتا ہے؟

جواب: (1) آخرت کا انعام صبر کی وجہ سے ملے گا۔(2) آخرت کا انعام حق کے ساتھ جڑے رہنے یعنی استطاعت کی وجہ سے ملے گا۔

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' (112)

سوال 1: ﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟''

کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قٰلَ﴾''اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' اللہ تعالیٰ ملامت کرتے ہوئے فرمائیں گے۔

(2)﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ﴾''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' اللہ تعالیٰ کافروں کو جتائیں گے تم نے دنیا میں تھوڑی زندگی ہی گزاری ہے ناں پھر بھی میری عبادت نہ کر سکے اگر تم بھی عبادت اور اطاعت کرتے ،صبر کرتے تو آج تم بھی کامیاب ہو جاتے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کو خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انسان نے دُنیا میں کتنی زندگی گزاری ہے پھر یہ سوال کیوں کیا جائے گا ''دُنیا میں کتنا عرصہ رہے؟''

جواب: اللہ تعالیٰ اس مقصد کے لیے سوال کریں گے کہ یہ واضح کر دیں کہ دُنیا کی زندگی کتنی مختصر تھی جس کے لیے اُنہوں نے ہمیشہ کی زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔

﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ﴾

''وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں'' (113)

سوال1:﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ﴾''وہ کہیں گے:''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں'' آخرت میں دنیا کی زندگی کے بارے میں لوگ کیسے اندازے لگائیں گے؟

جواب:(1)﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ وہ کہیں گے:''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں'' ان کا اندازہ یہ ہوگا کہ ہم ایک دن یا اس سے بھی کم عرصہ رہے۔

(2)﴿فَسْئَلِ الْعَادِّينَ﴾''آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں'' حساب جاننے والے ہی بتا سکتے ہیں ان سے پوچھ لیا جائے۔

سوال2: یہ جواب کس شخص کا ہوگا کہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرے ہوں گے؟

جواب: یہ جواب حد درجہ پریشان اور تنگدل انسان کا ہوگا۔

سوال3: گنتی کرنے والے کون ہیں؟

جواب:(1) گنتی کرنے والے سے مراد فرشتے ہیں جو انسانوں کے اعمال اور عمریں لکھنے پر مقرر ہیں۔

(2) گنتی کرنے والوں سے مراد ماہر انسان بھی ہو سکتے ہیں۔

﴿قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' (114)

سوال 1: ﴿قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' دنیا کی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا شعور دلائیں گے؟

جواب: (1) ﴿قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو'' رب العزت فرمائیں گے تھوڑی ہی مدت رہے ہوناں۔

(2) ﴿اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' کاش تمہیں آخرت کا یقین ہوتا تو تم دنیا کی قلیل زندگی کو ترجیح نہ دیتے۔ برے کاموں میں پڑ کر اپنی آخرت خراب نہ کرتے تم بھی صبر کرتے تو اجر پاتے۔ تم بھی عبادت کرتے تو کامیاب ہو جاتے۔

سوال 2: دُنیا کی زندگی کیسے قلیل ہے؟

جواب: دُنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں قلیل ہے۔

سوال 3: دُنیا کی زندگی مختصر کیوں لگے گی؟

جواب: قیامت کی ہولناکیاں ذہنوں سے دُنیا کے عیش کو محو کر دیں گی اور دُنیا کی زندگی ایک دن یا آدھا دن لگے گی۔

سوال 4: انسان اگر دُنیا کی زندگی میں ہی اس کی بے ثباتی کو سمجھ جائیں تو کیا نتیجہ سامنے آسکتا ہے؟

جواب: دُنیا کی زندگی کی بے ثباتی کو سمجھنے کی وجہ سے انسان کامیاب انسانوں کی صفات اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اور اپنی زندگی کو ضائع کرنے سے بچ سکتا ہے۔

﴿اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ﴾

''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟'' (115)

سوال 1: ﴿اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَحَسِبۡتُمۡ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا'' تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کھیل تماشے کے طور پر پیدا کیا ہے۔

(2) ﴿اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا﴾ ''کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے'' کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تمہارے پیدا کرنے کا کوئی مقصد نہیں۔ تم بغیر مصلحت اور حکمت کے محض کھیل تفریح کے لیے پیدا ہوئے ہو؟

(3) کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تمہاری زندگی حیوانات کی طرح ہے کہ تم کھاؤ، پیو اور دنیا کی لذتوں میں جیو اور ہم تمہیں آخرت میں تمہارے

اعمال پر کوئی عذاب یا ثواب نہیں دیں گے۔

(4)﴿وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا'' کیا تم نے یہ گمان کیا تھا کہ تم موت کے بعد ہمارے پاس نہیں آؤ گے اور موت کے بعد کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟'' (القیامہ:36)

(5) انسان کی زندگی صرف یہی زندگی نہیں ہے موت کے بعد اُسے دوبارہ اُٹھایا جائے گا اُس کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اس کے اعمال کی جزا سزا ہوگی اور وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جنت یا جہنم میں پہنچایا جائے گا۔ جنت کی زندگی کامیاب لوگوں کو اور جہنم ناکام لوگوں کو ملے گی۔ اس اعتبار سے اس دُنیا کی زندگی کا لحہ لحہ قیمتی ہے کیونکہ لحہ لحہ نتیجہ خیز ہونے والا ہے۔

(6) حق یہ ہے کہ رب العزت نے انسان کو با مقصد پیدا کیا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد عبادت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذریات:56)

(7) شیخ صالح ابن عثیمین عقیدہ واسطیہ کی شرح کے مقدمے میں لکھتے ہیں ''ہم سب اللہ کے لیے پیدا کیے گئے ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہے تاکہ ہمارے دل محبت اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔'' (عقیدہ واسطیہ)

(8) خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ لوگو تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لئے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا یا وہ بے نصیب اور بدبخت ہوگیا، وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا، جو اللہ کی رحمت سے دور ہوگیا۔ اور جنت سے روک دیا گیا، جس کی چوڑائی مثل زمینوں اور آسمانوں کی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے وہ بچ جائے گا' جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے، اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لئے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے گذشتہ لوگ ہلاک ہوئے، جن کے قائم مقام اب تم ہو۔ اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی۔ لوگو خیال تو کرو تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی گور کی طرف جا رہے ہو' تمہارے پھل پک رہے ہیں تمھاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آ گئی ہے۔ تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے، جہاں نہ کوئی بستر ہوگا' نہ تکیہ' دوست احباب چھوٹ جائیں گے، حساب کتاب شروع جائے گا، اعمال سامنے آجائیں گے، جو چھوڑ آئے وہ دوسروں کا ہو جائے گا۔ جو آگے بھیج چکے، اسے سامنے پاؤ گے، نیکیوں کے محتاج ہو گے، بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس کی باتیں

سامنے آجائیں اس سے پہلے تم کو موت اچک لے جائے۔ اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ، اتنا کہا تھا کہ رونے کے غلبہ نے آواز بلند کر دی۔ منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہوگئی۔ (تفسیر ابن کثیر:511)

سوال 2: انسان دُنیا کی زندگی کے وقت کو کیوں ضائع کرتا ہے؟

جواب: انسان اپنے غلط گمان کی وجہ سے اپنی زندگی کو ضائع کرتا ہے جب لوٹ جانا اُسے بھول جاتا ہے تو وہ اپنا وقت صلاحتیں، مال سبھی کچھ بے کار گنوا دیتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اس سوال سے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس سوال سے یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارے گمان کی غلطی تم سے زندگی کو ضائع کروا رہی ہے۔

سوال 4: دنیا کیسے بے مقصد ہنگامہ لگتی ہے؟

جواب: جو لوگ دُنیا کے کسی انجام پر یقین نہیں رکھتے وہ بے مقصد ہنگامہ ہی سمجھتے ہیں۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ﴾

''تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے'' (116)

سوال 1: ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے'' اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے وہ سچا اور حقیقی بادشاہ ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اس باطل گمان سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی چیز کو بے مقصد پیدا کرے یا محض کھیل تماشے کے لیے بنا دے۔

(3) وہ بادشاہ حقیقی ہر عیب سے پاک ہے وہ اس سے بلند ہے کہ تمہیں بے مقصد خواہشات پوری کرنے کے لیے پیدا کر دے۔

(4) ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔ اس نے انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا۔

(5) ﴿رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ﴾ ''عزت والے عرش کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ عزت والے عرش کا مالک ہے، لہٰذا اس کی عبادت کرنی ہے تاکہ ہماری تخلیق کا مقصد پورا ہو جائے اور مالک عرش ہم سے راضی ہو جائے۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ کا ساری مخلوقات کا مالک ہونا حق ہے وہ اپنے وعدوں اور وعیدوں میں حق ہے وہی حقیقی معبود ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے رب عرش کریم کا تعارف کس اعتبار سے کروایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اس کی ذات حق ہے اس کی بادشاہت حق ہے اس کی تخلیق حق ہے۔ اس کی کوئی چیز بھی

بے مقصد نہیں ہو سکتی اگر بے مقصد ہوتی تو اتنی بڑی بادشاہت کیسے قائم رہتی؟

سوال 3: عرش کی صفت کریم کا کیا مطلب ہے؟

جواب: عرش سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے اس لیے اسے کریم کہا گیا۔

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے'' (117)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو الٰہ کیوں نہیں بنایا جا سکتا؟

جواب: (1) ﴿مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں'' جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی برھان نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنے والے کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

(2) (i) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی الوہیت کا کوئی ثبوت نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا جواز نہیں۔

(iii) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حاکمیت کو فطرت تسلیم نہیں کرتی۔ (iv) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حاکمیت کے لیے عقل آمادہ نہیں ہوتی۔

(3) ﴿فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ ''تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے'' جب ایسا شخص رب کے حضور جائے گا تو وہ برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

(4) ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے'' کافروں کو فلاح نہیں مل سکتی، کیونکہ کفر فلاح سے محروم کر دیتا ہے۔

(5) ایک دفعہ رحمت عالم نے ایک شخص سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو، بولا اللہ تعالیٰ کی اور فلاں فلاں بت کی، پوچھا اگر تم کسی تکلیف میں گرفتار ہو جاؤ اور اس سے رہائی کی دعا مانگو تو کون سا بت تمہاری امید بر لاتا ہے بولا کوئی بھی نہیں بجز اللہ کے، پوچھا تمہاری ضرورت کون سا بت پوری کرتا ہے بولا کوئی بھی نہیں، بجز اللہ کے۔ فرمایا پھر کیوں اس کے ساتھ بتوں کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر غالب آ جائیں گے بولا میں اس طرح رب کا شکر ادا کرتا ہوں، فرمایا خوب جان بوجھ کر انجان کیوں ہو جاتے ہو پھر وہ اسلام لانے

کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ رحمت عالم نے مجھے بالکل لاجواب کر دیا۔ (ابن حاتم)

سوال 3: کافریوں کامیاب نہیں ہو سکتے؟

جواب: کافروں کے پاس دُنیا کا ساز و سامان ہو سکتا ہے ایمان نہیں جب کہ آخرت کی کامیابی ایمان والوں کے لیے ہے۔

سوال 4: آخرت کی فلاح سے کیا مراد ہے؟

جواب: آخرت کی فلاح سے مراد اللہ تعالیٰ کا عذاب سے بچ جانا ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے'' (118)

سوال 1: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ﴾ ''اور آپ دُعا کریں'' یعنی دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے آپ کہہ دیں۔

(2) ﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ﴾ ''اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما'' اے میرے رب ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ مٹا دے اور لوگوں سے چھپا لے اور ناپسندیدہ چیزوں سے ہمیں بچا لے، اے ہمارے رب! ہم پر اپنا رحم فرما اپنی وسیع رحمت سے ہمیں ہر بھلائی کو تکمیل پہنچانے کی توفیق دے دے۔ (3) اے میرے رب! ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ، ہمیں اقوال اور افعال میں اعمال صالح کی توفیق عطا فرما دے۔

(4) ﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اولاد کے لیے ماں جیسی رحیم و شفیق ہستی ہے بہت زیادہ اپنے بندے پر رحم کرنے والا ہے۔

(5) انسان جتنا خود پر رحم کر سکتا ہے رب العزت اس کے حق میں اس سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

سوال 2: رب سے مغفرت اور رحمت کی طلب کرنا کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: یہ خشوع کی علامت ہے۔

سوال 3: سورت کے آغاز اور اختتام میں کیا مناسبت ہے؟

جواب: (1) سورت کا آغاز بھی کامیاب ہونے کے حوالے سے اور اختتام بھی ایمان والوں کی کامیابی کے حوالے سے ہے۔

(2) سورت کے آغاز میں خشوع کی صفت کو کامیابی کی علامت اور اختتام پر بھی خشوع کی صفات مغفرت اور رحمت کی طلب کو لایا گیا۔

سوال 4: اس سورت کی آخری چار آیات کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) ابن مسعود رضی اللہ نے ایک آسیب زدہ کے کانوں میں ﴿اَفَحَسِبْتُمْ﴾ سے آخر سورت تک کی آیات پڑھیں تو وہ اچھا ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر آیا، تو فرمایا! اللہ کی قسم اگر پورے یقین کے ساتھ کوئی شخص پہاڑ پر بھی ان آیتوں کو پڑھ دے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ (ابن ابی حاتم)

(2) ابراہیم بن حارث کہتے ہے ہمیں رحمت عالم نے ایک لشکر میں بھیجا اور صبح شام اَفَحَسِبْتُمْ سے تُرْجَعُوْنَ تک پڑھنے کا حکم دیا۔ ہم برابر پڑھتے رہے مال غنیمت بھی ہاتھ آیا اور صحیح سالم بھی رہے۔ (ابونعیم)

آیاتها ٦٤ ۲۴ سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۲ رکوعاتها ۹

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 9 رکوع اور 64 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 24 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 102 ویں سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا: اپنے مردوں کو سورۃ المائدہ اور عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو۔ (تفسیر منیر: 449/9)

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

"یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے اسے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو" (1)

سوال 1: ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ "یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے اسے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا﴾ "یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے" اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے یہ سورت ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 990)

(2) یعنی اس میں کلام سننے والے کے دل میں شک داخل نہیں ہوتا کہ متکلم کی کیا مراد ہے۔(جامع البیان:69/18)

(3) اس سورت میں بیان کردہ احکامات کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔(قرآناً عجباً)

(4) ﴿اَنۡزَلۡنٰهَا﴾ ''جسے ہم نے نازل کیا ہے'' یعنی ہر شیطان سے اس کو محفوظ رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:179/2)

(5) ﴿وَفَرَضۡنٰهَا﴾ ''اور ہم نے اسے فرض کیا ہے'' سیدنا مجاہد نے فرمایا کہ حلال کا حکم دیا اور حرام سے روکا۔(جامع البیان:69/18)

(6) یعنی ہم نے امت اسلامیہ کے لیے احکامات کو فرض کیا ہے۔ جو اس سورت میں شامل ہیں۔(ایسر التفاسیر:990)

(7) ﴿وَاَنۡزَلۡنَا فِيۡهَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور ہم نے اسے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں'' یعنی ہم نے اس میں کھلی آیات یعنی واضح احکامات، اوامر ونواہی اور ان کی حکمتیں نازل کی ہیں۔

(8) اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ سے مراد حدود وفرائض اور اوامر ونواہی ہیں۔(سمرقندی:517/2)

(9) ﴿لَّعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''تاکہ تم نصیحت حاصل کرو'' سورۃ النور کو نازل کرنے کی حکمت ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(10) (i) اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ انہیں یاد رکھیں، بھولیں نہیں۔ (ii) اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں غافل نہ ہوں۔

(iii) اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان کے مطابق عمل کریں منہ نہ موڑیں۔(قرآناً عجباً)

سوال 2: اس سورت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے اسے فرض کیا ہے۔ فرض کی بات کیوں کہی گئی؟

جواب: (1) فرض کی بات اس لیے کہی گئی کہ جو کچھ سورت میں کہا جا رہا ہے وہ سفارشات نہیں ہیں فرض ہے۔

(2) فرض کی بات اس لئے بھی کہی گئی کہ فرض کو خواہشات سے ٹالا نہیں جا سکتا لہٰذا کوئی خواہش اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنے گی۔

(3) فرض کی بات اس لیے کہی گئی کہ اس کو سمجھنا اور اس میں بتائے گئے آداب کے مطابق عمل کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح حدود پر عمل کرنا فرض ہے۔ (4) فرض کی بات اس لیے بھی کہی گئی کہ لوگ آداب واخلاق کو بھول جاتے ہیں اس لیے تاکید کی گئی کہ لازماً قبول کرنا ہوگا۔

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ ۖ وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

''زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے'' (2)

سوال 1: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ﴾ ''زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو تم

سوکوڑے مارو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں زنا کی حد(تعزیر) کا بیان ہے۔(2) مرداور عورت کا جائز رشتۂ نکاح کے بغیر مباشرت کرنا زنا ہے۔(قرآناًعجباً)

(3)﴿اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ﴾"زانیہ عورت اور زانی مرد" یہ حکم غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہے۔

(4)﴿كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾"دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو" یعنی جب غیر شادی شدہ زانی ہوں جب کہ وہ آزاد، بالغ، اور صحیح ہوش وحواس والا بھی ہو تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں۔

(5)اگر زنا کار شادی شدہ ہے تو سنت صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی حد رجم (یعنی سنگسار کرنا) ہے(تفسیر سعدی:1798/2)

سوال2:﴿وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾"اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالی کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾"اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالی کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو" اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ زنا کار مرد و زن پر حد جاری کرتے وقت ہم میں رحم وشفقت کا ایسا جذبہ پیدا ہو جو ہمیں ان پر حد قائم کرنے سے روک دے خواہ یہ رحم طبعی ہو یا قرابت یا دوستی وغیرہ کی وجہ سے ہو۔ ایمان اس رحم کی نفی کا موجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے سے مانع ہے پس اللہ تعالیٰ کی حقیقی رحمت تو زانی پر حد نافذ کرنے میں ہے۔(تفسیر سعدی:1798/2)

(2) حدیں جاری کرنے میں سست نہ بنو۔ اللہ تعالی کی حدیں جاری کرنے میں مضبوط رہو اور بدکاروں پر ترس نہ کھاؤ۔ دل کے رحم کی ممانعت نہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے ہی لیکن حاکم کو حد جاری کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہیے اور رحم کھا کر انہیں چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ اگر معاملہ اندر خانے دبا دیا جائے تو اس پر خاک ڈال دو آگے نہ بڑھاؤ اور بدکاروں کو توبہ کی ہدایت کر دو اور اگر حاکم تک پہنچ گیا ہے اور ثبوت بھی ہو گیا ہے تو پھر حد کے بغیر چارہ نہیں۔ ایک حدیث میں ہے تم آپس میں حدیں معاف کر دو لیکن حد کا جو واقعہ مجھ تک پہنچ جائے گا اس میں حد واجب ہو گی ایک حدیث میں ہے کہ چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید دنیا میں ایک حد قائم ہو جانا ہے۔(السراج المنیر:1305/2)

(3) رب العزت نے فرمایا اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی حد جاری کرنے میں تمہارے دل میں ترس اور رحم نہیں آنا چاہیے۔

سوال2: زنا کیا ہے؟

جواب: مرد اور عورت کا جائز رشتہ نکاح کے بغیر مباشرت کرنا۔

سوال3: زنا کا فطری اور عالمگیر تصور کیا ہے؟

جواب: فطرت انسانی زِنا کی حُرمت کا تقاضا کرتی ہے اس لیے عالمگیر اتفاق رائے کے یہ فعل اخلاقاً بُرا سمجھا جاتا ہے۔ دینی اعتبار سے گناہ سمجھا جاتا ہے، معاشرتی اعتبار سے قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے۔

سوال 4: زِنا کو کیوں بُرا، معیوب اور گناہ قرار دیا گیا؟

جواب: (1) انسانی فطرت زنا کو بُرا سمجھتی ہے۔

(2) نسل انسانی کی بقا اس صورت میں ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ مرد اور عورت اگر عارضی تعلق کے بعد آزاد ہو جائیں تو آنے والے بچے کی ذمہ داری لینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے بچے وجود میں نہ آئیں۔ یوں وسیع پیمانے پر نسل انسانی کے قتل کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری: 5220)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے امت محمد! اللہ سے بڑھ کر غیرت مند اور کوئی نہیں کہ وہ بندے یا بندی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اے امت محمد! اگر تمہیں وہ معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔'' (بخاری: 5221)

(5) ابی سلمہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو غیرت اس وقت آتی ہے جب بندہ مومن وہ کام کرے جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔'' (بخاری: 5223)

(6) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش نے ایک مخزومی عورت کے بارے میں مشورہ کیا جس نے چوری کی تھی انہوں نے کہا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون گفتگو کرے گا؟ تو انہوں نے کہا جو اس بات پر جرأت کر سکتا ہو وہ رسول اللہ ﷺ کے پیارے اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا آپ سے اُسامہ رضی اللہ عنہ نے گزارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا! ''اے لوگو تم میں سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اس بات نے کہ ان میں سے جب کوئی معزز چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور ان میں سے جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔'' (مسلم: 4410)

سوال 4: ﴿وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے'' رب العزت نے حکم دیا ہے کہ حد جاری کرتے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت موجود رہے۔

(2) اس کا مقصد یہ ہے کہ حد کا نفاذ سب لوگوں میں شہرت پا جائے۔ اس کی وجہ سے مجرموں کے دل میں خوف بیٹھ جائے، ان کی رسوائی ہو۔ جب کوڑے منظر عام پر لگائے جائیں گے تو آئندہ لوگ زنا جیسے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے خوف کھائیں گے۔

(3) حد کے نفاذ کے مشاہدے سے شریعت کا علم پختہ اور راسخ ہوتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ سزا دینے کا اصل مقصد پورا ہو کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ یہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب کثیر لوگ موجود ہوں تا کہ موجودہ مجرم کو دیکھ کر مستقبل کے مجرم ڈر جائیں اور حرام سے باز آئیں۔ اسی لیے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو سزا کے وقت موجود رہنے کا حکم دیا ہے۔

(5) دور حاضر میں برسر عام سزا کو انسانی حقوق کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ (i) اس کی وجہ جہالت ہے انسان جن معاملات کا ادراک نہیں کر سکتا اس کے بارے میں بڑھ کر فیصلے کر کے زیادتیوں کا ثبوت دیتا ہے۔ (ii) اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت ہے۔

(iii) اس کی ایک وجہ حماقت کی وجہ سے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ انسانوں کا ہمدرد سمجھنا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 5: اسلامی قانون میں زنا کی سزا کے مقاصد کیا ہے؟

(i) اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ مجرم سے اس کے جرم کا بدلہ لیا جائے۔ (ii) اگر زانی یا زانیہ کنوارے ہیں تو ان کو اس کا اعادہ کرنے سے روکا جائے

(iii) مجرموں کو سزا دے کر دوسروں کے لیے باعث عبرت بنا دیا جائے۔ (قرآناً عجباً)

﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

"زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا مشرک مرد ہی اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے" (3)

سوال 1: ﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا مشرک مرد ہی اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس آیت کریمہ میں زنا کی رذالت اور قباحت کا بیان ہے کہ فعل بد، فاعل اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے والے لوگوں کی عزت پر ایسا دھبہ لگا دیتا ہے جو دیگر گناہوں سے نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ زانی مرد صرف زنا کار عورت ہی سے نکاح کرے۔ اس

کا حال ایسی ہی عورت کے حال سے مناسبت رکھتا ہے یا مشرک عورت اس کے مناسب حال ہے جو یوم آخرت اور جزاو سزا پر ایمان رکھتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:1798,1799/2)

(2)﴿اَلزَّانِيۡ لَا يَنۡكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوۡ مُشۡرِكَةً﴾ ''زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی'' یعنی بدکار مرد سے زنا کاری پر وہی عورت راضی ہوتی ہے جو خود بھی بدکار ہو یا مشرکہ ہو۔(السراج المنیر:1305/2)

(3)﴿وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنۡكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِكٌ﴾ ''اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا مشرک مرد ہی'' یعنی بدکار عورت سے نکاح کرنے پر وہی مرد راضی ہو سکتا ہے جو خود بھی بدکار و مشرک ہو۔مشرک زنا کو رضا کے ساتھ حرام نہیں سمجھتے تھے۔آج کل بھی یہی آفت ہے کہ بدکاری کو رضا مندی کے ساتھ کھلم کھلا رواج دیا جا رہا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی بس اتنی ہی غیرت باقی ہے کہ جبر یہ آبروریزی کو برا سمجھا جاتا ہے۔افسوس آج مسلمان بھی اسی مقام پر ہیں جہاں مشرک تھے۔اللہ پاک صحیح سمجھ عطا فرمائے۔(آمین)
(السراج المنیر:1305,1306/2)

(4)﴿وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور اہل ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں پر زنا کو حرام کر دیا ہے اس لیے لازم ہے کہ زانی کا نکاح پاک دامن عورت سے نہ ہو ہاں اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد ہو سکتا ہے۔اور زانیہ عورت کا نکاح پاک دامن مرد سے نہ ہو مگر اس کی توبہ کے بعد ہو۔(ایسر التفاسیر:990,991)

(5) یعنی یہ کہ وہ کسی عفت مآب عورت کا زنا کار مرد کے ساتھ نکاح کریں یا عفت مآب مرد کسی زنا کار عورت کو اپنے نکاح میں لائے۔اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ وہ مرد یا عورت جو زنا میں ملوث ہے اور اس نے اس بدکاری سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریم کے باوجود،اس کے ساتھ نکاح کرنے والا،دو میں سے ایک امر سے خالی نہیں۔یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام نہیں کرتا اور یہ صرف مشرک کا وتیرہ ہے یا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا التزام کرتا ہے اور زنا کار کے زنا کا علم رکھنے کے باوجود،اس کے ساتھ عفت مآب عورت کے نکاح کا اقدام کرتا ہے تو ایسا نکاح زنا ہے اور نکاح کرنے والا زنا کا مرتکب ہے۔اگر وہ سچا مومن ہوتا تو کبھی بھی یہ کام نہ کرتا۔یہ آیت کریمہ زانیہ عورت کے ساتھ نکاح کی تحریم پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔اسی طرح زانی کے ساتھ نکاح کی تحریم پر دلیل ہے کیونکہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سب سے بڑی مقارنت ہے۔(تفسیر السعدی:1798,1799/2)

سوال 2: زانی مرد کے لیے زانیہ یا مشرکہ کے سوا کسی سے نکاح نہ کرنے اور زانیہ عورت سے زانی یا مشرک مرد کے سوا کسی کے نکاح نہ کرنے کو مومنوں پر کیوں حرام قرار دیا گیا؟

جواب:(1) زنا ایک قبیح فعل ہے۔ایک انسان جب زنا کرتا ہے تو اس وقت وہ ایسی نفسیاتی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کے شعور اور دل سے ایمان دور ہو جاتا ہے ایک مومن ایمان سے خالی انسان کے ساتھ ایسے رابطے سے نفرت کرتا ہے۔

(2) اسلام جنسی تعلق کو ترقی یافتہ انسانی شعور کی بنیاد پر اُستوار کرتا ہے اس لیے وہ دو نفیس روحوں، دو پاک دلوں اور دو نیک انسانوں کے ملاپ سے ایک مشترکہ زندگی کی تعمیر چاہتا ہے جو زانی اور مومن کے نکاح کے ذریعے ممکن نہیں اس لیے اس نکاح کو حرام قرار دیا۔

(3) اسلام آنے والی نسل کی اچھی تربیت کے لیے مشترکہ امیدوں، مشترکہ دکھ درد، مشترکہ مستقبل کے لیے دو ایمان والی روحوں کے باہمی اتصال کی اجازت دیتا ہے کیونکہ مومن اور مومنہ کے لیے اس سے بڑا کوئی دکھ نہیں ہو سکتا کہ اس کا شریک حیات اپنے رب کا نافرمان ہو اور آنے والی نسلوں کو بھی اسی راستے پر ڈالنے کی کوشش کرے۔

سوال 2: کیا زنا شرک کے درجے کی برائی ہے؟ کہ اس برائی اور شرک کا اکٹھے تذکرہ کیا گیا؟

جواب: زنا اور شرک ملتے جلتے گناہ ہیں۔ زنا میں ایک مرد اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے شوہر کو چھوڑ کر کسی غیر سے تعلق قائم کرتی ہے۔ شرک میں انسان اپنے رب کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف جھکتا ہے یوں دونوں کے درمیان ایک عجیب معنوی تعلق پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کا اکٹھے ذکر کیا گیا۔

سوال 3: مومنوں پر زانیوں سے نکاح کو حرام قرار دے کر کیا خاص کام کیا گیا؟

جواب: زانیوں سے مومنوں کے نکاح کو حرام قرار دے کر اسلامی معاشرے سے ناپاک اور گندے لوگوں کو الگ کر دیا گیا ہے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً وَّلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسّی (80) کوڑے مارو اور تم ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً﴾ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسّی (80) کوڑے مارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً﴾ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسّی (80) کوڑے مارو'' یعنی وہ لوگ جو پاک باز عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں، اسی طرح پاک باز مردوں پر بہتان طرازی کرتے ہیں۔ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہاں بہتان سے مراد، سیاق کے اعتبار سے زنا کا الزام لگانا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1799,1800/2)

(2) ﴿ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا﴾ پھر نہ لائیں'' یعنی انہوں نے جو زنا کا الزام لگایا ہے اس پر نہ لا سکیں۔

(3)﴿بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ ''چار گواہ''یعنی چار عادل مرد جو زنا کی پوری وضاحت کے ساتھ گواہی دیں۔تہمت کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔جو شخص تہمت کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کر سکے اسے اسی کوڑے لگائیں جائیں گے۔(قرآناًعجباً)

(4)﴿فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً﴾ ''تو تم انہیں اسی (80) کوڑے مارو''جن سے بہتان لگانے والے کو تکلیف پہنچے،مگر کوڑے کی سختی اتنی زیادہ نہ ہو جس سے اس کی جان چلی جائے کیونکہ کوڑے لگانے سے مقصود تادیب ہے نہ کہ جان لینا۔اس آیت کریمہ میں بہتان لگانے کی حد کا تعین ہے۔البتہ یہ حد اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس پر بہتان لگایا گیا ہے وہ مومن اور پاک دامن ہو اور اگر وہ پاک دامن نہ ہو تو بہتان لگانے والے پر حد نہیں لگائی جائے گی یہ چیز صرف تعزیر کی موجب ہے۔(تفسیر سعدی:1800/2)

(5)﴿وَّلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ اور تم ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو''یعنی بہتان لگانے والے کی گواہی قابل قبول نہیں رہے گی اگر چہ اس پر حد جاری کر دی جائے جب تک کہ وہ بہتان تراز ی سے ہمیشہ کے لیے توبہ نہ کر لے۔

(6)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾ ''اور وہی نافرمان لوگ ہیں''یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل جانے والے ہیں۔

(7)اور جن کا شر بہت زیادہ ہے۔یہ سزا اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محارم کا ارتکاب کیا اور اپنے بھائی کی ہتک عزت کی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے کا موقع فراہم کیا اور اس قذف کے ذریعے سے وہ اس اخوت کو زائل کرنے کا باعث بنا جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے مابین قائم کی تھی اور اس نے چاہا کہ اہل ایمان میں فواحش پھیل جائیں۔یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قذف گناہ کبیرہ ہے۔(تفسیر سعدی:1800/2)

(8)﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ يَوۡمَئِذٍ يُّوَفِّيۡهِمُ اللّٰهُ دِيۡنَهُمُ الۡحَـقَّ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ الۡمُبِيۡنُ ﴿۲۵﴾﴾ ''جو لوگ پاک دامن،بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے،بہت بڑا عذاب ہے۔اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے۔اُس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے،جو ظاہر کرنے والا ہے۔''(النور:23،25)

(9)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:''ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس مال واسباب نہ ہو۔''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز،روزے،زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان

کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہوگئیں توان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم:6579)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (صحیح مسلم:262)

سوال2: قذف کی سزا اتنی سخت کیوں ہے؟

جواب:1۔جیسے زنا بڑا جرم ہے ایسے ہی زنا کا الزام لگانا بھی بڑا جرم ہے۔

2۔کسی شخص پر تہمت لگانا اُسے اخلاقی طور پر قتل کرنے کی کوشش ہے اس لیے اس کی سزا بڑی شدید ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (5)

سوال1:﴿اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی'' یہاں توبہ سے مراد یہ ہے کہ بہتان طرازی کرنے والا خود اپنی تکذیب کرے یعنی وہ اس بات کا اقرار کرے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا اپنی تکذیب کرنا اس پر واجب ہے اگرچہ اس کو زنا کے وقوع کا یقین ہو مگر وہ چار گواہ مہیا نہ کر سکے تب بھی اس الزام کی تردید کرنا اس پر واجب ہے۔(تفسیر السعدی 1800/2)

(2) توبہ کرنے سے کوڑوں کی سزا معاف نہیں کی جائے گی۔

(3) توبہ کے بعد گواہی بھی مانی جائے گی اور فسق بھی اٹھ جائے گا۔ان کی صراحت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور علمائے سلف کی ایک جماعت سے آ گئی ہے۔(السراج المنیر:1307/2) (4) ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے گناہ نہیں ہوا۔'' (صحیح الجامع:3008)

(5)﴿وَاَصۡلَحُوۡا﴾ ''اور اصلاح کر لی''۔(i) اصلاح کرنے کا مطلب آئندہ کبھی کسی پر تہمت نہ لگانے کا عزم ہے۔(ii) آئندہ تہمت نہ لگانے کا عزم وہی کر سکتا ہے جو تہمت لگانے کی کراہت کو محسوس کرلے کہ پاک دامن عورتوں پر الزام لگانے کی وجہ سے کیا گزرتی ہے۔(iii) اصلاح کرنے کا مطلب شعور کی اصلاح ہے۔

(6) اگر بہتان طرازی کرنے والا توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لے اور برائی کی بجائے بھلائی کو وتیرہ بنا لے تو اس کا فسق زائل ہو جائے گا اور صحیح مذہب ہے کہ اس کی شہادت بھی قابل قبول ہے کیونکہ جو کوئی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے وہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (تفسیر السعدی: 1800/2)

(7) ﴿فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا'' اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد بخشش دیتا ہے۔

(8) ﴿رَّحِيمٌ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' وہ ان پر رحم کرتا ہے اور انہیں اتنے بڑے گناہ پر توبہ کرنے کے بعد عذاب نہیں دیتا۔ (ایسر التفاسیر: 991)

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِينَ﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِينَ﴾ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس مبارک آیت میں لعان کا بیان ہے اور شوہروں کے چھٹکارے کی اور بچاؤ کی صورت ہے جب وہ بیویوں پر الزام لگائیں اور ثبوت پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ بیویوں کو حاکم کے سامنے لا کر ان کے جو کرتوت دیکھے ہوں وہ بیان کریں۔

(2) ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ﴾ ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں'' یعنی جو لوگ بیویوں پر تہمت لگائیں جو کہ آزاد عورتیں ہیں لونڈیاں نہیں ہیں۔ (3) ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ﴾ ''اور ان کے پاس نہ ہوں'' یعنی اس بہتان کے لئے ان کے پاس نہ ہوں۔

(4) ﴿شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ﴾ ''اپنے سوا کوئی گواہ'' یعنی اپنے سوا ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہو وہ کسی اور کو اس الزام پر گواہ نہ بنا سکیں۔

(5) ﴿فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللهِ﴾ ''ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں'' یعنی وہ اپنی سچائی پر چار قسمیں کھائے گا اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کو شہادت کہا ہے کیونکہ یہ قسمیں گواہوں کے قائم مقام ہیں۔ قسمیں اٹھانے والا یہ الفاظ کہتا ہے کہ ''میں اللہ کو گواہ بنا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جو الزام لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں۔'' (تفسیر السعدی: 1801/2)

(6) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی مجلس میں لعان کا ذکر آیا تو عاصم بن عدی نے اس پر ایک بات کہی تھی پھر وہ واپس آئے اس کے بعد ان کی قوم کے ایک صاحب یہ شکایت لے کر ان کے پاس آئے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھا ہے عاصم نے

اس پر کہا کہ میں اپنی اس بات کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا ہوں پھر آپ ان صاحب کو لے کر نبی ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی جس حالت میں انہوں نے اپنی بیوی کو پایا وہ صاحب زرد رنگ، کم گوشت، سیدھے بالوں والے تھے پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! اس معاملہ کو ظاہر کر دے چنانچہ اس عورت کے یہاں اس شکل کا بچہ پیدا ہوا جس کے متعلق شوہر نے کہا تھا کہ اسے انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا ہے پھر آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان کروایا ابن عباس سے ایک مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ وہی تھا جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اگر میں کسی کو بلا گواہی رجم کر سکتا تو اسے رجم کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں یہ وہ عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد برائیاں اعلانیاں کرتی تھی۔ (بخاری:6856)

(7) سہل بن سعد نے ایک صاحب یعنی عویمر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسے شخص کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے جس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک غیر مرد کو دیکھا ہو کیا وہ اسے قتل کر دے؟ لیکن آپ پھر قصاص میں قاتل کو قتل کر دیں گے پھر اسے کیا کرنا چاہئے انہیں کے متعلق اللہ نے دو آیات نازل کیں جن میں اللہ نے لعان کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان فیصلہ کیا جا چکا ہے راوی نے بیان کیا پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا اور میں اس وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا پھر آپ ﷺ نے دونوں میں جدائی کرادی اور دو لعان کرنے والوں میں اس کے بعد یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ ان میں جدائی کرادی جائے ان کی بیوی حاملہ تھیں، لیکن انہوں نے اس کا بھی انکار کیا چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو اسے ماں ہی کے نام سے پکارا جانے لگا میراث کا یہ طریقہ ہوا کہ بیٹا ماں کا وارث ہوتا ہے اور ماں اللہ کے مقرر کئے ہوئے حصے کے مطابق بیٹے کی وارث ہوتی ہے۔ (بخاری:4746)

(8) بیوی پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں شوہر کی چار گواہیاں اسے قذف کی حد سے بچا سکتی ہیں کیونکہ غالب حالات میں شوہر بیوی پر زنا کا بہتان نہیں لگاتا جس سے اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی شخصیت بھی عیب دار ہوتی ہے سوائے اس صورت میں کہ جب وہ الزام لگانے میں سچا ہو۔ نیز شوہر کا اس بارے میں حق ہے اور اسے اس بات کا بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسی اولاد کا اس سے الحاق نہ ہو جائے جو اس کی نہیں ہے، نیز اس میں بعض دیگر حکمتیں بھی ہیں جو دوسرے احکام میں موجود نہیں ہیں۔ (سعدی:1801/2)

سوال 2: لعان کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی آنکھوں سے کسی غیر مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا کوئی گواہ نہ ہو جب کہ زنا کی حد کے لیے چار مردوں کی آنکھوں دیکھی گواہی ضروری ہے تو بیوی پر حد لگانے کے لیے ضروری ہے کہ تین اور عینی گواہ پیش کرے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد بدچلن بیوی کو برداشت کرنا ناممکن ہے۔ (i) شریعت نے اس کا یہ حل دیا ہے کہ ایسا شخص عدالت میں یا حاکم کے سامنے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے گا کہ وہ اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں سچا ہے یا یہ کہ بچہ یا حمل اس کا نہیں۔ (ii) پانچویں بار وہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا

ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ اس صورت میں معاملہ کا فیصلہ قسم کے ذریعے کیا جاتا ہے جس کو شرعی اصطلاح میں لعان کہتے ہیں۔

سوال 3: اگر مرد کے قسم کھانے کے بعد عورت خاموش رہے تو عورت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟

جواب: عورت پر حد نافذ کر دی جائے گی۔

﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے'' (7)

سوال 1: ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے'' یعنی ان گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے ان مذکورہ گواہیوں کے ساتھ پانچویں مرتبہ اپنے لیے لعنت کی بددعا کرے۔ جب لعان مکمل ہو جائے تو اس سے قذف کی حد ساقط ہو جائے گی۔ آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کے ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے تبعاً اس کا حق بھی ساقط ہو جائے گا۔ (یعنی اس کی طرف سے بھی اس خاوند پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی) شوہر کے لعان کرنے اور بیوی کے لعان کرنے سے گریز کرنے پر، کیا بیوی پر حد جاری کی جائے گی، یا اس کو قید کیا جائے گا؟ اس بارے میں اہل علم کی دو آراء ہیں۔ وہ رائے جس کی تائید دلیل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ (تفسیر السعدی 2/1801,1802)

(2) اس حد کو لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں ہی خود کو جھوٹا ہونے کی صورت میں لعنت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔

(3) پانچویں بار کی لعنت سے مرد فیصلہ کن مقام تک پہنچ جاتا ہے اور اگر کہیں کوئی جھوٹا الزام عائد کر رہا ہو تو اپنے اوپر لعنت بھیجتے ہوئے انسان جھجک جاتا ہے۔

﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ (4) شہادتیں دے کہ یقیناً وہ (مرد) بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے'' (8)

سوال 1: ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ (4) شہادتیں دے کہ یقیناً وہ (مرد) بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ ''اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی'' یعنی عورت سے حد تب ٹل سکتی ہے۔

(2)﴿اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ(4) شہادتیں دے کہ یقیناوہ (مرد) بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے''یعنی عورت کا چار بار قسم کھانا اس کی جانب سے گواہی ہے عورت شوہر کی گواہیوں کا اس جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی۔

(3) یہاں اگر''عذاب'' سے مراد وہ حد نہ ہوتی جو شوہر کے لعان سے واجب ہوئی ہے تو عورت کا لعان اس عذاب کو ہٹا نہ سکتا اور عورت سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا جب وہ شوہر کی گواہیوں کا اسی جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی۔اور پانچویں گواہی میں، جوان چار گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے ہے، اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کی دعا کرے گی۔پس جب اس طرح ان کے مابین لعان مکمل ہو جائے گا تو ہمیشہ کے لئے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور شوہر سے بچے کے نسب کی نفی ہوجائے گی۔(تفسیر السعدی:1802/2)

﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقینا اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے''(9)

سوال1:﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقینا اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقینا اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے''(i) اس کی وجہ سے عورت کو ایک بار اپنے موقف کا جائزہ لینے کا موقع دیا جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت سے کہا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کی سزا سے ہلکی ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کے غضب کو آواز دیتے ہوئے سچ جھوٹ واضح ہوجاتا ہے۔

(2) آیات کریمہ کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ مرد اور عورت کی طرف سے لعان انہی مذکورہ الفاظ اور ترتیب سے مشروط ہے، ان میں کمی بیشی یا ردو بدل جائز نہیں، نیز لعان صرف شوہر کے ساتھ مختص ہے، جب وہ اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے، مگر اس کی بیوی ایسا نہیں کر سکتی۔لعان کے لئے بچے میں مشابہت معتبر نہیں، جس طرح''فراش''(یعنی نکاح) کی موجودگی میں معتبر نہیں، مشابہت تو صرف وہاں معتبر ہے جہاں مشابہت کے سوا کوئی اور ترجیح دینے والی چیز نہ ہو، تو وہاں مشابہت یقینا معتبر ہوگی۔(تفسیر السعدی:1802/2)

(3) اگر مرد کی قسموں کے بعد عورت بھی قسمیں کھا کر کہے کہ میں بے قصور ہوں تو پھر اُس کو سزا نہیں دی جائے گی اس کے بعد دونوں میں تفریق کرادی جائے گی۔

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (توتم شدید مشقت میں پڑ جاتے) اور یہ کہ یقینا اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے'' (10)

سوال 1: ﴿وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (توتم شدید مشقت میں پڑ جاتے) اور یہ کہ یقینا اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی'' اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو تم میں جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جاتا۔

(2) شرط کا جواب محذوف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل نہ ہوتا تو دونوں لعان کرنے والوں میں سے جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا جس کی اس نے دعا کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ اس نے یہ حکم نازل فرمایا جو میاں بیوی کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اس حکم کی سخت ضرورت تھی، نیز اس نے تمہارے سامنے زنا اور قذف کی قباحت اور شدت کو واضح کیا اور اس نے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کو مشروع فرمایا۔ (تفسیر السعدی: 1802/2)

(3) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيۡمٌ﴾ یقینا اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعان جیسا مسئلہ واضح کر کے غیرت مندوں کے لیے آسان قانون بنا دیا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ تواب ہے وہ موقع دیتا ہے جو توبہ کرنا چاہے وہ توبہ کر لے اور اس کے قوانین عدل پر مبنی ہیں یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے قوانین کے ذریعے سے دلوں کو گناہوں کے برے اثرات سے بچا کر توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ گناہ گار انسانوں کو پاک کر دیتا ہے۔

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو لعان کے معاملے کا کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو تم میں جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جاتا۔

سوال 3: لعان کا معاملہ پیچیدہ کیوں ہے؟

جواب: (1) لعان شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ انسان غیر مرد اور غیر عورت کے معاملے میں خاموش ہو سکتا ہے۔

(2) بیوی کے معاملے میں صبر کرنا مشکل ہے وہ ذرا سی بھی بے صبری کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ سکتا ہے اس لحاظ سے یہ معاملہ مشکل ہے۔ اگر شوہر بیوی کو قتل کر دے تو سزا پائے گا۔ (3) اگر شوہر گواہ ڈھونڈنے جائے تو مجرم ٹھہر نہیں سکتا اور خود موجود رہے تو صبر کیسے کرے۔ (4) اگر شوہر بیوی کو طلاق دے دے تو مجرموں کو اخلاقی اور مادی سزا نہیں ملتی۔ (5) اگر بیوی کو ناجائز حمل ٹھہر جائے تو غیر کا بچہ گلے پڑتا ہے۔

سوال 4: لعان کی اہم صفات کون سی ہیں؟

جواب: (1) لعان گھر بیٹھے آپس میں نہیں ہو سکتا۔ عدالت جانا ضروری ہے۔

(2)لعان کے مطالبے کا حق عورت کو بھی ہے اگر عورت پر الزام لگایا جائے یا بچے کا نسب تسلیم نہ کیا جائے۔

(3)اگر تہمت لگانے کے بعد شوہر پہلوتہی کرے تو قید ہوگا۔(4)اگر تہمت لگانے کے بعد شوہر مان لے کہ وہ جھوٹا ہے تو اس پر حد قذف عائد ہوگی۔(5)اگر عورت لعان سے پہلوتہی کرے تو قید ہوگی جب تک کہ لعان نہ کرے یا زِنا کا اقرار نہ کرے۔

(6)عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں مرد بچے سے بری الذمہ ہو جائے گا۔(7) مطلقہ بیوی پر تہمت کی صورت میں لعان نہیں ہوگا۔

سوال5:اگر مرد اور عورت دونوں ہی لعان کر لیں تو کیا نتائج نکلیں گے؟

جواب:(1)لعان کے بعد عورت اور مرد کسی سزا کے مستحق نہیں رہے۔(2)مرد بچے کے نسب کا منکر ہو تو بچہ صرف ماں کا قرار پائے گا۔

(3)عورت کو زانیہ اور بچے کو ولد زِنا کہنے کا کسی کو حق نہیں ہوگا۔

سوال6:لعان کے بعد علیحدگی کیسے ہوگی؟

جواب:(1) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ علیحدگی خود ہی ہو جائے گی۔(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عدالت کرائے گی۔

سوال7: کیا لعان کے بعد دوبارہ پھر مل جانا ممکن ہے؟

جواب:لعان کے بعد حد قذف نافذ ہوگی تو دوبارہ مل سکتے ہیں یہ رائے امام ابوحنیفہ کی ہے۔دوبارہ مل جانا ممکن نہیں یہ رائے حضرت عمر اور حضرت علی کی ہے۔

سوال8:لعان اور قذف میں کیا فرق ہے؟

جواب:لعان شوہر کی تہمت پر ہوتا ہے۔حد قذف غیر آدمی کی تہمت پر لگائی جاتی ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''جو بہتان گھڑ لائے ہیں بلاشبہ وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے،تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے،ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ میں سے کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے،بہت بڑا عذاب ہے''(11)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾''جو بہتان گھڑ لائے ہیں بلاشبہ وہ تم

ہی میں سے ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے، ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ میں سے کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' واقعہ افک کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ﴾ ''بلاشبہ جو بہتان گھڑ لائے ہیں۔'' یعنی جن لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا الزام لگایا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کے اس عیب کو ذکر کرے کہ جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب اس میں ہو جو میں کہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ عیب اس میں ہے جو تم کہتے ہو تبھی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔ (مسلم 6593)

(2) ﴿عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ﴾ ''تم میں سے ایک گروہ ہے'' یعنی وہ گروہ منافقین کا ہے جن میں کچھ سچے مومن بھی شامل ہیں جو منافقوں کے جال میں آ گئے۔

(3) ﴿عُصۡبَۃٌ﴾ سے مراد گروہ، جماعت ہے کیونکہ گروہ یا جماعت کے لوگ ایک دوسرے کے لیے عصبیت کا باعث ہوتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(4) یہ اس بہتان کا مقدمہ ہے جو دنیا کی معزز ترین خاتون سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا یہ آیت اور اس کے بعد والی نو آیات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں۔

(5) حضرت عروہ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالا کرتے تھے اور جس کا نام آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک غزوہ کے موقع پر جب آپ نے قرعہ ڈالا تو میرا نام نکلا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں روانہ ہوئی۔ یہ واقعہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ چنانچہ مجھے ہودج سمیت اٹھا کر سوار کر دیا جاتا اور اسی کے ساتھ اتارا جاتا۔ اس طرح ہم روانہ ہوئے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے فارغ ہو گئے تو واپس ہوئے۔ واپسی میں اب ہم مدینہ کے قریب تھے (اور ایک مقام پر پڑاؤ تھا) جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا رات کے وقت اعلان کیا۔ کوچ کا اعلان ہو چکا تھا تو میں کھڑی ہوئی اور تھوڑی دور چل کر لشکر کے حدود سے آگے نکل گئی۔ پھر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر میں اپنی سواری کے پاس پہنچی۔ وہاں پہنچ کر جو میں نے اپنا سینہ ٹٹولا تو ظفار (یمن کا ایک شہر) کے مہرہ کا بنا ہوا میرا ہار غائب تھا۔ اب میں پھر واپس ہوئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی۔ اس تلاش میں دیر ہو گئی۔ انہوں نے بیان کیا کہ جو لوگ مجھے سوار کیا کرتے تھے وہ آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر انہوں نے میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ میں ہودج کے اندر ہی موجود ہوں۔ ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان کے جسم میں زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا کیونکہ بہت معمولی خوراک انہیں ملتی تھی۔

اس لیے اٹھانے والوں نے جب اٹھایا تو ہودج کے ہلکے پن میں انہیں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ یوں بھی اس وقت میں ایک کم عمر لڑکی تھی۔ غرض اونٹ کو اٹھا کر وہ بھی روانہ ہو گئے۔ جب لشکر گزر گیا تو مجھے بھی اپنا ہار مل گیا۔ میں جب ہار لے کر پلٹی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ نہ پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ اس لیے میں وہاں آئی جہاں میرا اصل ڈیرہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جلد ہی میرے نہ ہونے کا انہیں علم ہو جائے گا اور مجھے لینے کے لیے وہ واپس لوٹ آئیں گے۔ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی اور میں سوگئی۔ صفوان بن معطل سلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ (تاکہ لشکر کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو وہ اٹھالیں) انہوں نے ایک سوئے انسان کا سایہ دیکھا اور جب (قریب آکر) مجھے دیکھا تو پہچان گئے پردہ سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے جب وہ پہچان گئے تو انا للہ پڑھنا شروع کیا اور ان کی آواز سے میں جاگ اٹھی اور فوراً اپنی چادر سے میں نے اپنا چہرہ چھپالیا۔ اللہ کی قسم! میں نے ان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ سوا انا للہ کے میں نے ان کی زبان سے کوئی لفظ سنا۔ وہ سواری سے اتر گئے اور اسے انہوں نے بٹھا کر اس کی اگلی ٹانگ کو موڑ دیا (تاکہ بغیر کسی مدد کے ام المؤمنین اس پر سوار ہو سکیں) میں اٹھی اور اس پر سوار ہو گئی۔ اب وہ سواری کو آگے سے پکڑے ہوئے لے کر چلے۔ جب ہم لشکر کے قریب پہنچے تو ٹھیک دوپہر کا وقت تھا۔ لشکر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اصل میں تہمت کا بیڑا عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) نے اٹھا رکھا تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس تہمت کا چرچا کرتا اور اس کی مجلسوں میں اس کا تذکرہ ہوا کرتا۔ وہ اس کی تصدیق کرتا' خوب غور اور توجہ سے سنتا اور پھیلانے کے لیے خوب کھود کرید کرتا۔ عروہ نے پہلی سند کے حوالے سے یہ بھی کہا کہ حسان بن ثابت' مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے سوا تہمت لگانے میں شریک کسی کا بھی نام نہیں لیا کہ مجھے ان کا علم ہوتا۔ اگر چہ اس میں شریک ہونے والے بہت سے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (کہ جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ بہت سے ہیں) لیکن اس معاملہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر بڑی خفگی کا اظہار کرتی تھیں۔ اگر ان کے سامنے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا، آپ فرماتیں کہ یہ شعر حسان ہی نے کہا ہے کہ "میرے والد اور میرے والد کے والد اور میری عزت، محمد ﷺ کی عزت کی حفاظت کے لیے تمہارے سامنے ڈھال بنی رہیں گی۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر ہم مدینہ پہنچ گئے اور وہاں پہنچتے ہی میں بیمار ہو گئی تو ایک مہینے تک بیمار ہی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی افواہوں کا بڑا چرچا رہا لیکن میں ایک بات بھی نہیں سمجھ رہی تھی البتہ اپنے مرض کے دوران ایک چیز سے مجھے بڑا شبہ ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ محبت وعنایت میں نہیں محسوس کرتی تھی جس کو پہلے جب بھی بیمار ہوتی میں دیکھ چکی تھی۔ آپ میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے کیسی طبیعت ہے؟ صرف اتنا پوچھ کر واپس تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ کے اس طرز عمل سے مجھے شبہ ہوتا تھا۔ لیکن شر (جو پھیل چکا تھا) اس کا مجھے کوئی احساس نہیں تھا۔ مرض سے جب افاقہ ہوا تو میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی۔ مناصع (مدینہ کی آبادی سے باہر) ہمارے رفع حاجت کی جگہ تھی۔ ہم یہاں صرف رات کے وقت جاتے تھے۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے۔ جب بیت الخلاء

ہمارے گھروں کے قریب بن گئے تھے۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ ابھی ہم عرب قدیم کے طریقے پر عمل کرتے اور میدان میں رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اور ہمیں اس سے تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھروں کے قریب بنائے جائیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ الغرض میں اور ام مسطح (رفع حاجت کے لیے) گئے۔ ام مسطح ابی رہم بن عبد المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی ہیں اور وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ انہی کے بیٹے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں اور ام مسطح حاجت سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف واپس آ رہے تھے کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ گئیں اور ان کی زبان سے نکلا کہ مسطح ذلیل ہو۔ میں نے کہا' آپ نے بری بات زبان سے نکالی' ایک ایسے شخص کو آپ برا کہہ رہی ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہو چکا ہے۔ انہوں نے اس پر کہا کیوں مسطح کی باتیں تم نے نہیں سنیں؟ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ بیان کیا' پھر انہوں نے تہمت لگانے والوں کی باتیں سنائیں۔ بیان کیا کہ ان باتوں کو سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی تو نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور سلام کے بعد دریافت فرمایا کہ کیسی طبیعت ہے؟ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تصدیق کروں گی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اپنی والدہ سے (گھر جا کر) پوچھا کہ آخر لوگوں میں کس طرح کی افواہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹی! فکر نہ کر، اللہ کی قسم! ایسا شاید ہی کہیں ہوا ہو کہ ایک خوبصورت عورت کسی ایسے شوہر کے ساتھ ہو جو اس سے محبت بھی رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر اس پر تہمتیں نہ لگائی گئی ہوں۔ اس کی عیب جوئی نہ کی گئی ہو۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میں نے اس پر کہا کہ سبحان اللہ (میری سوکنوں سے اس کا کیا تعلق) اس کا تو عام لوگوں میں چرچا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ادھر پھر جو میں نے رونا شروع کیا تو رات بھر روتی رہی اسی طرح صبح ہو گئی اور میرے آنسو کسی طرح نہ تھمتے تھے اور نہ نیند ہی آتی تھی۔ بیان کیا کہ ادھر رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنی بیوی کو علیحدہ کرنے کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے بلایا کیونکہ اس سلسلے میں اب تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ بیان کیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو نبی کریم ﷺ کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جو وہ آپ ﷺ کی بیوی (مراد خود اپنی ذات سے ہے) کی پاکیزگی اور آپ ﷺ کی ان سے محبت کے متعلق جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کی بیوی میں مجھے خیر و بھلائی کے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہے لیکن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے اور عورتیں بھی ان کے علاوہ بہت ہیں۔ آپ ان کی باندی (بریرہ رضی اللہ عنہا) سے بھی دریافت فرما لیں وہ حقیقت حال بیان کر دے گی۔ بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے تمہیں (عائشہ پر) شبہ ہوا ہو۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ میں نے ان کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو بری ہو۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ایک نو عمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اسے کھا جاتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کیا اور منبر پر

کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی (منافق) کا معاملہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے گروہ مسلمین! اس شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیتیں اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ گئی ہیں۔ اللہ کی قسم کہ میں نے اپنی بیوی میں خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی اور نام بھی ان لوگوں نے ایک ایسے شخص (صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو ام المؤمنین کو اپنے اونٹ پر لائے تھے) کا لیا ہے جس کے بارے میں بھی میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ جب بھی میرے گھر آئے تو میرے ساتھ ہی آئے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو اشہل کے ہم رشتہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں، یارسول اللہ! آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہوا تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے قبیلہ کا ہوا آپ کا اس کے متعلق بھی جو حکم ہوگا ہم بجالائیں گے۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ اس پر قبیلہ خزرج کے ایک صحابی کھڑے ہوئے۔ حسان کی والدہ ان کی چچا زاد بہن تھیں یعنی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے بڑے صالح اور مخلصین میں تھے لیکن آج قبیلہ کی حمیت ان پر غالب آ گئی۔ انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو تم اسے قتل نہیں کر سکتے، اور نہ تمہارے اندر اتنی طاقت ہے۔ اگر وہ تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اس کے قتل کا نام نہ لیتے۔ اس کے بعد اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی تھے کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ تم بھی منافق ہو، تم منافقوں کی طرف سے مدافعت کرتے ہو۔ اتنے میں اوس و خزرج کے دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپس ہی میں لڑ پڑیں گے۔ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ منبر پر ہی تشریف فرما تھے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ سب کو خاموش کرانے لگے۔ سب حضرات چپ ہو گئے اور آپ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اس روز پورا دن روتی رہی۔ نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ آنکھ لگتی تھی۔ بیان کیا کہ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے۔ دو راتیں اور ایک دن میرا روتے ہوئے گزر گیا تھا۔ اس پورے عرصہ میں نہ میرا آنسو رکا اور نہ نیند آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ابھی میرے والدین میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جا رہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے انہیں اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں۔ بیان کیا کہ ہم ابھی اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ بیان کیا کہ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی، آپ ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر گیا تھا اور میرے بارے میں آپ کو وحی کے ذریعہ کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ بیان کیا کہ بیٹھنے کے بعد آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا "امابعد" اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں اس اس طرح کی خبریں ملی ہیں، اگر تم واقعی اس معاملہ میں پاک و صاف ہو تو اللہ تمہاری پاکی خود بیان کر دے گا لیکن اگر تم نے کسی گناہ کا قصد کیا تھا تو اللہ کی مغفرت چاہو اور اس کے حضور میں توبہ کرو کیونکہ بندہ جب (اپنے گناہوں کا) اعتراف کر لیتا ہے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب آپ ﷺ اپنا کلام پورا کر چکے تو میرے

آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے پہلے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ان کے کلام کا جواب دیں۔ والد نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کا جواب دیں۔ والدہ نے بھی یہی کہا۔ اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں معلوم کہ آپ ﷺ سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ اس لیے میں نے خود ہی عرض کیا۔ حالانکہ میں بہت کم عمر لڑکی تھی اور قرآن مجید بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا کہ اللہ کی قسم! مجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے اس طرح کی افوہوں پر کان دھرا اور بات آپ لوگوں کے دلوں میں اتر گئی اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر اس گناہ کا اقرار کر لوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ اس کی تصدیق کرنے لگ جائیں گے۔ پس اللہ کی قسم! میری اور لوگوں کی مثال یوسف علیہ السلام کے والد جیسی ہے۔ جب انہوں نے کہا تھا ﴿فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون﴾ (یوسف:18) "پس صبر جمیل بہتر ہے اور اللہ ہی کی مدد درکار ہے اس بارے میں جو کچھ تم کہہ رہے ہو" پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اللہ خوب جانتا تھا کہ میں اس معاملہ میں قطعاً بری تھی اور وہ خود میری برات ظاہر کرے گا۔ کیونکہ میں واقعی بری تھی لیکن اللہ کی قسم! مجھے اس کا کوئی وہم وگمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ قرآن مجید میں میرے معاملے کی صفائی اتارے گا کیونکہ میں اپنے کو اس سے بہت کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں خود کوئی کلام فرمائے' مجھے تو صرف اتنی امید تھی کہ آپ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری برات کر دے گا لیکن اللہ کی قسم! ابھی نبی کریم ﷺ مجلس سے اٹھے بھی نہیں تھے اور نہ اور کوئی گھر کا آدمی وہاں سے اٹھا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کی شدت میں طاری ہوتی تھی۔ موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے آپ کے چہرے سے گرنے لگے۔ حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ یہ اس وحی کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل ہو رہی تھی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ کی وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ تبسم فرما رہے تھے۔ سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔ مبارک ہو عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرما دی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دس آیتیں سنائیں۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا: اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا نہ اُن کا شکریہ ادا کروں گی نہ آپ دونوں کا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو بہتان کا انکار تک نہ کیا۔ (بخاری: 4757، 4141)

(6) ﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ "تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے" اس واقعے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات اور پاک دامنی کا اعلان رب العزت نے فرمایا یہ بہت بڑی خیر ہے۔

(7) یہ واقعہ اس لیے بھی خیر کا سبب بنا کہ اس طرح کے واقعات قیامت تک انسانی معاشروں میں پیش آتے رہیں گے اور ان کے حل کی انسانوں کو ضرورت ہے۔ انسان اس کے محتاج تھے اللہ رب العزت نے وضاحت فرما دی اس لیے اسے اپنے حق میں خیر سمجھو۔

(8) اگر یہ بہتان منافقوں نے نہ لگایا ہوتا تو اس سے یہ عظیم خیر نہ حاصل ہوتی۔ یہ واقعہ سبب بنا یقیناً اس میں مسلمانوں کو کافی پریشانی کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر نتائج کے اعتبار سے اس واقعے میں بڑی خیر ہے۔

(9) اہل ایمان کا ایک دوسرے پر عیب لگانا خود اپنے اوپر عیب لگانا ہے۔ جیسے وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کی عزت پر عیب نہ لگائے اسے یہ بھی ناپسند ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی عزت پر عیب لگائے۔

(10) (i) منافقین نے مسلمانوں کے اخلاق پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی لیکن ثابت یہ ہوا کہ:

(a) مسلمان برائیوں سے پاک ہیں۔ (b) مسلمان انصاف پسند ہیں۔ (c) مسلمان صبر و تحمل سے کام لینے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے اشارے پر گردنیں اُڑائی جاسکتی تھیں لیکن آپ ﷺ نے صبر سے سب کچھ برداشت کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہی خاندان کے مسطح کی امداد تک بند نہیں کی۔ ازواج مطہرات میں سے کسی نے سوکن کی بدنامی میں حصہ نہیں لیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک میں نمایاں حصہ لیا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن سے ہمیشہ تواضع سے پیش آتی رہیں۔ یوں مسلمانوں کا اخلاقی تفوق نمایاں ہوگیا۔

(ii) اس واقعے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے قوانین ملے اور مسلمان معاشرے کو برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُصول ملے۔

(iii) مسلمانوں کو یہ علم ہوگیا کہ کوئی غیب دان نہیں ہوتا۔ (iv) اس وجہ سے کرب اور صدمے کا عظیم ثواب ملا۔ (v) اس کی وجہ سے حضرت عائشہ کی برأت نازل ہوئی اور حضرت عائشہ اور ان کا خاندان نمایاں ہوگیا۔

(11) ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ﴾ ''ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ میں سے کمایا''۔ یعنی جس نے بھی اس الزام تراشی اور سازشوں کی مہم میں کلام کیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اس نے گناہ کمایا اس کے لیے عذاب کا بڑا حصہ ہے۔ انہیں عنقریب اس کی سزا دی جائے گی۔

(12) ﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾ ''اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں ﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ﴾ سے مراد عبداللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(13) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس طوفان کا چرچا (مسلمانوں میں سے) دو مرد کرنے والے تھے۔ مسطح بن اثاثہ اور حسان بن ثابت اور تیسرا عبداللہ بن ابی سلول منافق تھا جو کرید کرید کر پوچھتا اور پھر اس پر حاشیے چڑھاتا۔ وہی اس طوفان کا بانی اور مبانی تھا اور ﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾ سے وہ اور حمنہ بنت جحش مراد ہیں'' (عبداللہ بن ابی منافق کے علاوہ تینوں پر حد قذف لگی تھی) (بخاری کتاب التفسیر)

(14) مسروق نے بیان کیا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھا، عفیفہ اور بڑی عقلمند ہیں کہ ان کے متعلق کسی کو شبہ بھی نہیں گزر سکتا۔ آپ غافل اور پاکدامن عورتوں کا گوشت کھانے سے کامل پرہیز کرتی ہیں، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لیکن حسان! تم ایسے نہیں ہو۔ بعد میں، میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو اپنے پاس آنے دیتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو یہ آیت بھی نازل کر چکا ہے

کہ ﴿وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ﴾ ''اور جس نے ان میں سے سب سے بڑا حصہ لیا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نابینا ہو جانے سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا، پھر انہوں نے کہا کہ حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کفار کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے (کیا یہ شرف ان کے لئے کم ہے)۔ (بخاری:4756)

(15) ﴿لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ﴾ ''اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' اس سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم عذاب کا مستحق ہوگا جس نے گناہ کا بڑا حصہ کمایا وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہمیشہ رہے گا۔

(16) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سات مہلک گناہوں سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کون سے ہیں؟ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کی جان لینا جو اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں کو تہمت لگانا۔'' (بخاری:6857)

(17) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو القاسم ﷺ سے سنا، ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالانکہ غلام اس تہمت سے بَری تھا تو قیامت کے دن اسے کوڑے لگائے جائیں گے سوائے اس کے کہ اس کی بات صحیح ہو۔'' (صحیح بخاری، 6858)

سوال 2: سکینڈلز کے کیا نقصانات ہیں اور اس کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب: (1) سکینڈل دراصل دو افراد کے غلط تعلق کا فسانہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی تفریحی مشغلہ نہیں سنگین معاملہ ہے۔ (i) اِلزام لگانے والا اگر سچا ہے تو چار گواہ لائے۔ (ii) اِلزام اگر جھوٹا ہے تو اُس کی پشت پر 80 کوڑے لگائے جائیں تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ (iii) یہ اِلزام اگر شوہر عائد کرے تو عدالت میں جا کر لعان کر کے اپنا معاملہ صاف کرانا ہوگا۔ (iv) کسی کے بارے میں Scandle بنانے کے بعد کوئی شخص خیریت سے بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ (v) اسلامی معاشرے کو دُنیا میں خیر اور بھلائی بانٹنے والا معاشرہ بنایا گیا ہے اس میں زِنا کے چرچے، دل لگی کے موضوعات نہیں بن سکتے۔

(2) اسلامی نقطہ نظر سے افواہ سازی اور اسکینڈلز بنانا جرم عظیم ہے اور اس کو آگے پھیلانا عظیم عذاب کا باعث ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مقرب ملائکہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ (3) سکینڈلز بنانے والا لوگوں میں بھی مبغوض ہوتا ہے اللہ کے بندوں کے نزدیک حقیر ہوتا ہے۔

(4) سکینڈلز کی وجہ سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے اور بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے۔ (5) سکینڈلز بنانے والا مضطرب رہتا ہے۔

(6) سکینڈلز بنانا اور بہتان لگانا منافقوں کی صفات میں سے ہے جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔

(7) (i) بُری خبر یا بُری بات سُن کر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سن کر اسے نہ دہرائے۔ (ii) بُری خبر دینے والے سے، بُرا چرچا کرنے والے سے، سکینڈل بنانے والے سے ثبوت کا مطالبہ کرے۔ (iii) بُری خبر دینے والے سے اُس کی سچائی کے لیے گواہ کا مطالبہ کرے کیونکہ گواہ لانے کی صورت میں ہی کسی کی بات قابل توجہ ہو سکتی ہے۔ (قرآناًعجباً)

(8)(i) اللہ تعالیٰ نے سکینڈل کی تصویر کشی ایسے کی ہے کہ گویا معاشرے کے افراد کی زبانیں اور کان ہیں ذہن نہیں ہیں ایک زبان کی بات دوسرے کے کان تک پہنچ رہی ہے، اور ذہن تک پہنچے بغیر زبان چل پڑتی ہے اور یوں کان اور زبانیں مصروف ہیں عقلوں نے کام نہیں کیے۔(ii) لوگ سوچے سمجھے بغیر، تحقیق کیے بغیر زبان سے وہ باتیں کر رہے تھے جن کا انہیں علم نہیں تھا۔(iii) لوگ اس بات کو معمولی سمجھ رہے تھے۔(iv) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فکر کے انتشار کو، اقدار اور معیارات کی تبدیلی کو واضح کیا۔

(9) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ محض کسی کی آبرو ریزی کرنا ہی جرم نہیں جس پر سو کوڑے یا رجم کی سزا ہے بلکہ کسی کی عزت پر ایسے حملہ آور ہونا، کسی خاندان کی تذلیل اور اہانت کا سامان کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے اسے ہلکا نہ سمجھیں۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دنیا میں جس بندے کے عیب چھپاتا ہے، قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپائے گا۔(صحیح مسلم:6594)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میری بیوی نے کالا لڑکا جنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا: انکے رنگ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ سرخ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پھر یہ کہاں سے آ گیا؟ انہوں نے کہا میرا خیال ہے کہ کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ایسا بھی ممکن ہے کہ تیرے بیٹے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔(بخاری:6847)

﴿لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ﴾

”جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے؟“ (12)

سوال 1: ﴿لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ﴾ ”جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے“۔ افواہوں کے بارے میں مومنوں کو جو ادب سکھایا گیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے مومنوں کو ادب سکھایا ہے کہ جب وہ اس قسم کی افواہیں سنیں تو ان کا کیا طرز عمل ہونا چاہیے۔

(2) ﴿لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا﴾ ”جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا“ یعنی اے ایمان والو! جب تم نے بہتان تراشی کی باتیں سنیں تو تم نے اس بہتان کے معاملے کو بڑا

سمجھتے ہوئے اس کا انکار کیوں نہ کیا؟ اور اپنے آپ سے نیک گمان کیوں نہ رکھا۔

(3) اپنے آپ کو نیک گمان کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ رکھ کر دیکھتے اور اس بہتان کی تردید کرتے۔ (قرآناً عجباً)

(4) یعنی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے اوپر اسے قیاس کیوں نہ کیا کہ جب یہ فعل ان کے لائق نہیں تو ام المومنین کے لائق کیسے ہو سکتا ہے جو ان سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔

(5) سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی نے پوچھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو لوگ افواہ اڑا رہے ہیں تم نے اسے نہیں سنا۔ بولے ہاں سنا تو ہے مگر سراسر جھوٹ ہے۔ ام ایوب رضی اللہ عنہا بتاؤ تو سہی کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ بولیں ہرگز نہیں۔ بھلا یہ کام میرے لائق ہے۔ فرمایا: اللہ کی قسم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو تم سے بہت ہی اچھی ہیں وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتیں۔ پھر یہ آیت اتری کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اسے اپنے اوپر قیاس کر کے اس بات کو غلط کیوں نہ سمجھا۔ (مختصر ابن کثیر: 1314/2)

(6) ﴿وَّقَالُوْا﴾ ”(کیوں نہیں) انہوں نے کہا“ یعنی حسن ظن کی بنا پر وہ کہتے۔

(7) ﴿هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾ ”کہ یہ کھلا بہتان ہے“ یعنی یہ تو جھوٹ اور کھلا بہتان ہے ایمان والوں پر واجب ہے کہ جب اپنے کسی بھائی کے بارے میں ایسی بات سنیں تو زبان سے برات کا اظہار کر کے بہتان لگانے والے کو جھوٹا کریں۔

(8) (i) اسلام سننے والے کو خاموش نہیں رہنے دینا چاہتا۔ (ii) اسلام گواہ نہ لانے کی صورت میں بری بات کہنے والے کو بلا ثبوت کسی پر عیب لگانے کا مجرم قرار دیتا ہے اور سننے والے پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔ (قرآناً عجباً)

(9) (i) حسن ظن حسن عبادت میں سے ہے۔ (ii) بدگمانی کرنا اپنے دل کی خرابی کا ثبوت ہے۔ (iii) دوسرے کے بارے میں نیک گمان کرنا اپنی نیک دلی کا ثبوت ہے۔ (iv) ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کے بارے میں نیک گمان رکھے۔

(10) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بدگمانی سے بچتے رہو' بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو' کسی کے عیوب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ، اور حسد نہ کرو' بغض نہ رکھو' کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری: 6066)

﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾

”وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں“ (13)

سوال 1: ﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ ”وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾''وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟''یعنی بہتان لگانے والے اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہیں لائے جو عادل اور معتبر ہوتے۔(2)اسلام ثبوت کے لیے چار گواہ لانے کا حکم دیتا ہے۔

(3)﴿فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ﴾''تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔''یعنی چار گواہوں کے بغیر انہیں اپنے بارے میں، اپنی سچائی کے بارے میں یقین بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ جھوٹے ہیں۔(4)شہادت کے پورے نصاب کے بغیر کسی کی عزت وآبرو پر الزام لگانا جائز نہیں۔

(5)مسلمان کی عزت کی حرمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے چار گواہ نہ لانے والوں کو جھوٹا قرار دیا۔

(6)پاکیزہ ترین لوگوں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے بغیر ثبوت کے اس بہتان کا چرچا ہوا اس کے لیے چونکہ الزام لگانے والے گواہ لے کر نہ آئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا عملاً اُنہوں نے ایک گواہ بھی پیش نہیں کیا تھا۔(قرآناًعجباً)

(7)حفص بن عاصم سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کردے۔(مسلم)

سوال2: کسی بھی معاشرے کو سکینڈلز سے بچانے اور شرفاء کی عزت پر ہاتھ ڈالنے سے روکنے کے لیے کیا طریقہ کار سکھایا گیا؟

جواب: آئندہ کے لیے کسی بھی معاشرے کو سکینڈلز سے بچانے کے لیے کچھ طریقے سکھائے گئے۔(i)اپنی عقل کے سامنے واقعے کو پیش کریں اور نیک گمان کریں۔(ii)بُری بات کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کے مطابق ہی یقین کیا جا سکتا ہے(iii)اسلامی معاشرے میں کسی پر جھوٹا بہتان باندھنے کے لیے زبان کھلے گی تو پشت اُدھیڑ کر رکھ دی جائے گی، اسّی کوڑوں کی سزا زبان بندی کے لیے مجبور کر سکتی ہے۔یوں اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی پاکیزگی کے لیے اقدامات کیے۔(قرآناًعجباً)

﴿وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمۡ فِىۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾

''اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا۔''(14)

سوال1:﴿وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمۡ فِىۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾ ''اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا۔''مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی''، یعنی اگر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو اس بہتان طرازی کی وجہ سے تم دنیا اور آخرت میں عظیم عذاب کے مستحق ہو جاتے۔

(2) (i) اس واقعے کے ذریعے اہل مدینہ نے نبی ﷺ کو سخت تکلیف میں مبتلا کیا تھا۔ (ii) نبی ﷺ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کو سخت تکلیف میں مبتلا کیا گیا۔ (iii) اس شر کی وجہ سے مسلمانوں کے مقدسات کو ہلا کر رکھ دیا گیا۔ (iv) اس شر کا دائرہ کار بہت بڑا تھا منافقین نے نبی ﷺ اور اُن کے اہل خاندان پر، وحی پر اعتماد کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی اور اگر اسلام کی بنیادوں پر ہی اعتماد ختم ہو جاتا تا تو اسلام ختم ہو جاتا۔ ایسے حالات کا تقاضا یہ تھا کہ فتنے میں مبتلا لوگوں پر سخت عذاب آتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بڑا عذاب دینے کی بات کی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3)﴿لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ''تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا''۔ (i) اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو یہ غلطی ایسا نقصان پہنچاتی جس کی تلافی ممکن نہ تھی۔ (ii) اس کے نتیجے میں پورا اسلامی معاشرہ بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا۔ (iii) مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے۔ (iv) مسلمان آپس میں لڑ پڑتے۔ (v) جس بڑے مقصد کے لیے مسلمان معاشرے کو وجود میں لایا گیا تھا کہ پوری دنیا سے شرک کے غلبے کو ختم کیا جائے وہ آپس میں لڑ کر ہی ختم ہو جاتا (نعوذ باللہ)۔ (قرآناً عجباً)

(4) اللہ رب العزت کی بے پایاں رحمت تھی کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھول دیا اور اسے گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ﴾

''جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی'' (15)

سوال 1: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ﴾ ''جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ ''جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے'' رب العزت نے ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بغیر علم اور تحقیق کے بہتان کو پھیلا رہے تھے۔ تم اسے زبانوں سے نقل در نقل لے رہے تھے اور اس واقعے کو پھیلا رہے تھے۔ (بخاری: 4752)

(2)﴿وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ﴾ ''اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا'' تم بغیر علم کے ایک باطل بات کو پھیلا رہے تھے جب کہ دونوں کام حرام ہیں۔

(3)﴿وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا﴾ ''تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے'' تم معمولی بات سمجھ رہے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔

(4) جس معاشرے میں سکینڈلز بنتے ہیں اس میں عزت وآبرو کے معاملے کو قرار واقعی اہمیت نہیں دی جاتی اور اس معاملہ کو ہلکا سمجھا جاتا ہے۔

(5)﴿وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ﴾ ''حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی'' گناہوں کو ہلکا سمجھنے والوں کا گناہ دگنا چوگنا ہوجاتا ہے اور اس کے لیے دوبارہ گناہ میں مبتلا ہونا آسان ہوجاتا ہے۔

﴿وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ‌ۖ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾

''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا تو کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے'' (16)

سوال1:﴿وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ‌ۖ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾ ''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا تو کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔'' ایمان والوں کو بڑوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے جب ان کے بارے میں کوئی ناشائستہ بات کہی جائے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ﴾ ''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا'' رب العزت نے ایمان والوں کو ادب سکھایا ہے کہ انہیں بڑوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے جب ان کے بارے میں کوئی ناشائستہ اور بے ہودہ بات کہی جائے۔

(2)﴿قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا﴾ ''کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں'' یعنی جب تم نے بہتان تراشوں کی باتیں سنیں تو اس معاملے کو بڑا سمجھتے ہوئے کیوں نہ کہا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم الزام تراشی کریں اور بہتان سے مخلوط ہوں جسے منافقوں نے گھڑا ہے۔(3) مسلمانوں کو بے ہودہ باتوں کا چرچا نہیں کرنا چاہیے اور نہ کسی سے ذکر کرنا چاہیے۔

(4)﴿سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾ ''تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے'' یعنی اے رب! تیری ذات پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا۔

(5) یعنی تامل، تذبذب کیسا، سرے سے تحقیق ہی کی کیا ضرورت تھی تمہیں سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ کر انکار کر دینا تھا۔ سر ولیم میور کا شمار،

اسلام وشارع اسلام کے دوستوں میں نہیں، مخالفوں میں ہے باوجود اس کے ان کو اقرار ہے۔ عائشہ کی سیرت سے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی زندگی، واقعہ سے قبل بھی اور بعد بھی، اس پر گواہ ہے کہ ہم انہیں اس الزام سے بالکل بری یقین کریں۔ (لائف آف محمد 303,304)
(تفسیر ماجدی 446/3)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی برأت کا اعلان کیا جس نے ان کے فضل اور عزت کو بڑھا دیا۔

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو، اگر تم مومن ہو'' (17)

سوال 1: ﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو'' (i) اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان والے ہو تو ایسی حرکت کبھی نہ کرنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایمان کو بیدار کیا ہے کہ یہ تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا۔ (قرآناً عجباً)

(2) اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے روکتا ہے کہ تم بدکاری کے بہتان جیسے گناہ کو کبھی دوبارہ کرو۔ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے نصیحت کی ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت اچھی نصیحت کرتا ہے''۔ (سورہ النساء: 58)

(3) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اگر تم مومن ہو۔'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی پاک شریعت پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی عزت کرتے ہو تو آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔

﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (18)

سوال 1: ﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے احکامات کو خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے۔

(2)﴿وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کامل علم والا تمھارے افعال کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی نہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنی صفت علیم کو سمجھایا ہے کہ (i) اللہ تعالیٰ نیتوں کے حال جانتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس نے اس معاملے میں کتنا حصہ لیا؟ (iii) اللہ تعالیٰ لوگوں کے مقاصد کو بھی جانتا ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ دلوں کے خفیہ راز جانتا ہے۔(قرآناً عجباً)

(4) اللہ تعالیٰ کی حکمت عام ہے۔وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کے مطابق ان سے معاملہ کرتا ہے۔

(5)(i) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ حکیم ہے اس نے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ حکمت پر مبنی ہیں۔(ii) وہ حکیم ہے اس نے اس موقع پر جو قانون دیا ہے وہ گہری حکمت پر مبنی ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے ساتھ لوگوں کی اصلاح اور کامیابی چاہتا ہے۔(قرآناً عجباً)

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (19)

سوال 1:﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' بری بات کو پھیلانا حرام ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے'' جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے اور برائی کی اشاعت ہو۔﴿قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡىَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے۔'' (الاعراف:33)

(2)﴿الۡفَاحِشَةُ﴾(i) فاحشہ سے مراد بے حیائی ہے۔(ii) قرآن حکیم نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ نے بدکاری کے الزام کی تشہیر کو بھی بے حیائی قرار دیا ہے۔(قرآناً عجباً)

(3) یہ رب العزت نے ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی بری بات سنے اور اس کے دماغ میں بیٹھ جائے۔ اور کسی سے اس کا ذکر کردے تو اسے پھیلائے نہیں کہ ہر کسی سے بیان کرتا پھرے۔ بری بات کا پھیلانا حرام ہے کیونکہ اسی سے سزا ملتی ہے۔

(4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہے نہ لعنت کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا اور نہ بیہودہ گو۔'' (الترمذی:1977)

(5) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند اور کوئی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری:5220)

(6) (i) بے حیائی پھیلانے والے اداروں میں کام کرنے والے ملازمین بھی بے حیائی پھیلانے کے جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ (ii) بے حیائی پھیلانے میں جن اخبارات و رسائل اور لٹریچر کا ہاتھ ہے وہ گھروں کے اندر آ کر فحش کی اشاعت کا سبب بنتے ہیں اس میں گھر والے بھی برابر کے شریک ہو جاتے ہیں۔ (iii) بے حیائی پھیلانے والے تمام ذرائع اگر گھروں کے اندر بے حیائی پھیلا رہے ہیں تو گھر والے بھی جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(7) حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کردے۔ (مسلم:7)

(8) ﴿لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ﴾ ''ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے'' یعنی قلب و بدن کو سخت تکلیف دینے والا عذاب اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دھوکہ کیا، ان کے لئے برا چاہا اور ان کی عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی۔ صرف فواحش کی اشاعت کی خواہش اور دل میں ان کی چاہت کی بنا پر اتنی بڑی وعید سنائی ہے، تو ان امور پر وعید کا کیا حال ہوگا جو اس سے زیادہ بڑے ہیں۔ مثلاً فواحش کا اظہار اور ان کو نقل کرنا، خواہ فواحش صادر ہوں یا صادر نہ ہوں۔ یہ تمام احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے رحمت اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت ہیں۔ جس طرح اس نے ان کی جان و مال کی حفاظت کی اور ان کو ایسے امور کا حکم دیا جو خالص اور باہمی محبت کا تقاضا ہیں، نیز انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور وہ کچھ ان کے لئے بھی ناپسند کریں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1808/2)

(9) ﴿وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے تمہیں معلوم نہیں اس لیے اپنے کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دو راہ پا جاؤ گے۔ (مختصر ابن کثیر:1317/2)

(10) یعنی یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان فحاشی کے کاموں کا دائرہ اثر کتنا وسیع ہے اور ان کی زد کہاں کہاں تک پہنچتی ہے۔ کس طرح چند لوگوں کی فحاشی سے یا فحاشی کی افوائیں پھیلانے سے پوری قوم کا اخلاق تباہ و برباد ہوتا ہے بدکار لوگوں کو بدکاری کے نئے نئے مراکز کیسے مہیا ہوتے

ہیں۔ نیز نئی نسلوں کے ذہنوں میں جب ابتداءً فحاشی بھر دی جائے تو کس طرح پوری قوم اللہ اور روز آخرت سے غافل ہو کر اللہ کی نافرمان بن جاتی ہے۔ یہ باتیں تم نہیں جان سکتے۔ (تیسیر القرآن:252/3)

(11) ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمین میں دھنسنا اور صورت کا بدلنا اور پتھروں کا آسمان سے برسنا اس امت کے آخر میں ہوگا انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے باوجود اس کے کہ ہم میں صالحین موجود ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جب کہ خباثت یعنی فسق و فجور غالب ہو جائے۔ (ترمذی:2185)

(12) اللہ تعالیٰ نے معاشرے کے اندر بے حیائی کو روٹین سمجھنے اور کلچر کے نام پر اس کی تشہیر کے لیے Relaxation چاہنے والوں سے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے یوں انسان کو لاعلم اور جاہل قرار دے کر خاموش کروا دیا گیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے'' (20)

سوال 1: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی'' اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت نے تمہیں گھیر رکھا ہے اس نے تمھارے سامنے اپنے احکامات واضح کیے، ان کی حکمتیں بیان کیں، اس نے گناہ گاروں کو مہلت دی، ان سے توبہ قبول کی اس نے تمھارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو جمع کر دیا۔

(2) اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول نہ کرتا۔

(3) اس نے اپنے فضل اور رحمت سے بعض لوگوں کو اسی کوڑے لگوا کر پاک کر دیا۔

(4) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے رحم کرنے والا ہے، اُن کے لیے ترس کھانے والا ہے، اُن پر شفقت کرنے والا ہے کیونکہ غلطی انسانوں سے ہوتی ہے اور مسلمان اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

رکوع نمبر 9

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا حکم دے گا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہو پاتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (21)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا حکم دے گا'' شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ممانعت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو! جنہوں نے اپنے رب کو مان لیا اور اس کی تصدیق کی۔

(2) ﴿لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو'' یعنی شیطان کے راستوں، اس کے نقشِ قدم اور اس کی باتوں پر نہ چلو۔

(3) شیطان اپنے قدم یعنی وسوسے انسان کے دل میں رکھتا ہے۔ شیطان کے قدم یعنی وسوسے کے پیچھے اپنا خیال رکھ دینا۔ یعنی جو خیال شیطان ڈالے پیچھے پیچھے وہی سوچنے لگ جانا۔ مثلاً شیطان نے دل میں کسی کے خلاف کوئی بُرا خیال ڈالا ہے تو انسان اُس بُرے خیال پر غور و فکر کرنے لگ جائے پھر اس کے دل میں تلخی پیدا ہو جائے یہ تلخی بدگمانی میں بدل جائے۔ تو یہ شیطان کے قدم کے پیچھے اپنے شعور کے قدم رکھتے جانا ہے یعنی شیطان کے قدموں کی پیروی کرنا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(4) ﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا'' شیطان کے قدم وسوسے یعنی منفی خیالات ہیں جب بھی انسان کے اندر منفی خیالات اُبھرتے ہیں تو یہ شیطان ہوتا ہے جو انسان کے دل میں ان وسوسوں یا منفی خیالات کو پھینکتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دشمن کے قدموں کی پیروی کرنے سے یعنی منفی خیالات پر غور و فکر کر کے کسی بُرائی میں مبتلا ہونے سے روکا ہے کیونکہ منفی احساسات یا منفی خیالات یا وسوسوں کی پیروی کرنا ایک مومن کو زیب نہیں دیتا اور یہ بھی اس کے لائق نہیں کہ وہ اپنے دشمن کو اپنا راہ نما بنا لے۔ (قرآناً عجباً)

(5) ﴿فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ''تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا حکم دے گا'' شیطان فحشا ر یعنی زنا کا اور منکر باتوں کا حکم دیتا ہے۔ (6) ہر وہ کام جو عقلاً اور شرعاً غلط ہو منکر کہلاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(7) منکر کی طرف وہ راغب ہوتا ہے۔ جس کے اندر بُرائی کا میلان موجود ہوتا ہے وہ باہر کی گندگی سے رابطہ کرتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(8) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہو پاتا'' یہ بات اس لیے کہی گئی کہ واقعہ افک کی رو میں مسلمان بہہ گئے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا جو اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے چرچوں سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک کرلیا ورنہ کوئی بھی اپنے زور پر پاک نہیں ہوسکتا تھا۔ (قرآناً عجباً)

(9) یعنی تم میں سے کوئی بھی شیطان کی پیروی کرنے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ شیطان اور اس کے لشکر انسانوں کو اپنی پیروی کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور ان کے سامنے گناہوں کو مزین کرتے رہتے ہیں اور نفس برائی پر مائل رہتا ہے اگر بندے کو شیطان اور نفس کے حوالے کردیا جائے تو کوئی بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ کر اور اور نیکیوں کے اکتساب کے ذریعے پاک نہیں ہوسکتا کیونکہ تزکیہ طہارت اور بڑھاؤ کا متضمن ہے تم میں سے جس نے اپنا تزکیہ کرلیا تو اس کے موجب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہیں۔ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ ''اللہ! میرے نفس کو تقویٰ دے اور پاک کردے اس کو، تو اس کا بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا آقا اور مولیٰ ہے۔'' (مسلم:2088/4)

(10) ﴿وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ (ii) جس کے اندر پاکیزگی کی طلب ہو۔ (iii) جو پاکیزگی کی رغبت رکھتا ہو۔ (vi) اللہ تعالیٰ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو پاکیزگی عطا کرے۔

(11) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمھاری افواہوں اور تمھارے الزام کو سنا ہے وہ علیم ہے جانتا ہے کس کے دل میں فحش کی اشاعت کی محبت ہے۔

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور تم میں سے جو لوگ فضل و کشائش والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے اور لازم ہے کہ وہ معاف کردیں اور لازم ہے کہ وہ درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمھیں بخش دے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (22)

سوال 1: ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ فضل و کشائش والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(2)﴿وَلَا يَأْتَلِ﴾ ''اور نہ قسم کھائیں''یعنی قسم نہ اٹھائیں۔

(3)﴿أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ فضل وکشائش والے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو مالی وسعت دی ہے۔

(4)﴿أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ''کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے''وہ اپنے رشتے داروں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ اٹھائیں اور یہ ارادہ نہ کریں کہ وہ محتاجوں اور مہاجروں کو جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ چکے ہیں انہیں کچھ نہیں دیں گے۔

(5)واقعہ افک میں ملوث ہونے والوں میں مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے، وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے اور انتہائی نادار تھے۔مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی بہتان طرازی کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ وہ ان کی مالی مدد نہیں کریں گے(جو کہ اس سے وہ کیا کرتے تھے)اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو قسم سے روکا جو انفاق فی سبیل اللہ کے منقطع کرنے کو متضمن تھی اور انہیں عفو اور درگزر کرنے کی ترغیب دی اور اللہ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ان تقصیر کاروں کو بخش دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔(تفسیر سعدی:1810/2)

(6)﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ ''اور لازم ہے کہ وہ معاف کر دیں اور لازم ہے کہ وہ درگزر کریں''رب العزت نے رشتے داروں سے پہنچنے والی تکلیفوں کے لیے توجہ دلائی کہ ان سے درگزر کریں اور معاف کر دیں۔

(7)﴿أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں بخش دے؟اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''یعنی کیا تم پسند نہیں کرو گے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ(کی رضا)کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔''(مسلم:6592)

(8)''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے میں(اس وقت)آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ ایک پیغمبر(حضرت نوح علیہ السلام)کی حکایت بیان کر رہے تھے ان کی قوم والوں نے ان کو اتنا مارا کہ ان کو لہولہان کر دیا وہ اپنے منہ سے خون پونچھتے تھے اور یوں دعا کرتے جاتے:﴿رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''پروردگار!میری قوم والوں کو بخش دے وہ نادان ہیں۔''(بخاری:6929)

(9)جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ سنی تو انہوں نے کہا:''کیوں نہیں اللہ کی قسم!میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے''۔

چنانچہ انہوں نے دوبارہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد شروع کر دی۔ (بخاری:4757)

(10)﴿وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کے لیے صفت غفور اور اپنی رحمت اور مہربانی کے لیے صفت رحیم کا ذکر کیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(11) اس آیت کریم سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کی معصیت کی وجہ سے اس کی مالی مدد ختم نہیں کرنی چاہیے۔

(12) قریبی رشتے داروں پر خرچ کرنا چاہیے۔

(13) اللہ تعالیٰ نے بڑے سے بڑا جرم کرنے والے کو معاف کرنے اور اس سے درگزر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾

''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' (23)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾ ''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ﴾ ''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں'' رب العزت نے پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے کی سخت وعید سنائی ہے کہ وہ بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جن کے دل پاک ہیں جنہیں یہ نہیں پتہ کہ بدچلنی کیا ہوتی ہے اور کیسے کی جاتی ہے۔

(2)﴿لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ﴾ ''یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے'' یعنی دنیا اور آخرت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔ (جامع البیان:109/18)

(3)﴿وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾ ''اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' لعنت سے بڑھ کر عذاب عظیم کی وعید دی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے ایمان والی عورتوں پر بے حیائی کا الزام لگانے سے ڈرایا ہے کہ ان کے لیے لعنت اور عذاب عظیم ہے۔

﴿يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾

''اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی

وہ کیا کرتے تھے"(24)

سوال 1: ﴿يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ "اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے" قیامت کے دن اعضاء اقبال جرم کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ "اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف مدینہ میں جو ماحول بن گیا تھا اُس میں بے سوچے سمجھے زبانوں نے ہی کردار ادا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے شعور کو بیدار کیا ہے کہ یہ زبانیں تمہارے اپنے خلاف گواہ بننے والی ہیں۔ یہ عذاب عظیم قیامت کے روز ہوگا۔ (قرآناً عجباً)

(2) انسان اس لیے غلط باتیں کرتا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ براہ راست رب تک پہنچ رہے ہیں۔ انسان دوسروں پر ظلم اس لیے کرتا ہے کہ وہ بے خبر رہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے ہاتھ پاؤں اللہ تعالیٰ کے گواہ بن جائیں گے۔ غفلت اور بے خبری سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔

(3) جس (قیامت کے) روز ہر عضو اپنے اعمال کی گواہی دے گا اور وہ ہستی انہیں قوت گویائی عطا کرے گی جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے پس بندے سے گناہوں کا انکار ممکن نہ ہوگا۔ یقیناً وہ ہستی جس نے بندوں کے نفوس ہی میں سے گواہ برپا کئے اس نے بندوں کے ساتھ انصاف کیا۔ (سعدی:1811/29)

(4) ﴿وَقَالُوۡا لِجُلُوۡدِهِمۡ لِمَ شَهِدۡتُّمۡ عَلَيۡنَا ؕ قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىۡۤ اَنۡطَقَ كُلَّ شَىۡءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ "اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: "تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟" وہ کہیں گی: "ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی۔" اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔" (فصلت:21)

سوال 2: انسان کے اعمال کیسے درست رہ سکتے ہیں؟

جواب: انسان کے اعمال اسی صورت میں درست رہ سکتے ہیں اگر اُس کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے، اور اس کا ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے۔ اس احساس کے تحت اس کی زندگی بدل سکتی ہے، وہ الفاظ کا درست استعمال کر سکتا ہے، اور اپنے ہاتھ پاؤں کا محتاط استعمال کر سکتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿يَوۡمَئِذٍ يُّوَفِّيۡهِمُ اللّٰهُ دِيۡنَهُمُ الۡحَـقَّ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ الۡمُبِيۡنُ﴾

''اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جوظاہر کرنے والا ہے'' (25)

سوال 1: ﴿يَوۡمَئِذٍ يُّوَفِّيۡهِمُ اللّٰهُ دِيۡنَهُمُ الۡحَقَّ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ الۡمُبِيۡنُ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جوظاہر کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوۡمَئِذٍ يُّوَفِّيۡهِمُ اللّٰهُ دِيۡنَهُمُ الۡحَقَّ﴾ ''اُس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا'' یعنی قیامت کے دن رب العزت ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ عادل ہے وہ کسی کے اعمال کی جزا میں کمی نہیں کرے گا۔

(3) اس دن چھوٹے بڑے سب اعمال اپنے سامنے موجود پاسکیں گے جیسا کہ فرمایا ﴿وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکھف:49)

(4) ﴿وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ الۡمُبِيۡنُ﴾ ''اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جوظاہر کرنے والا ہے'' اس عظیم موقع پر انہیں معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی واضح حق ہے۔ اس کے اوصاف حق ہیں، اس کے افعال حق ہیں، اس کی ملاقات حق، اس کی عبادت حق، اس کے وعدے حق، اس کی وعیدیں حق ہیں، اس کے رسول حق، اس کا دین حق ہے۔

(5) (i) جس دن حساب کتاب ہوگا۔ (ii) جس دن ہر انسان کو اس کے کیے کا بھرپور بدلہ ملے گا۔

(iii) اس دن انسان کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، سچ کو سچ کر دکھانے والا۔ (قرآناً عجباً)

﴿اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ﴾

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے'' (26)

سوال 1: ﴿اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ

﴿مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ﴾ ’’خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَ الۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ﴾ ’’خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں‘‘ اس سے مراد زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فحش باتیں برے لوگوں کے لیے ہیں اور برے لوگ فحش باتوں کے لیے ہیں۔

(3)﴿وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ وَ الطَّیِّبُوۡنَ لِلطَّیِّبٰتِ﴾ ’’اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں‘‘ اس سے مراد پاک مرد اور پاک عورتیں ہیں۔

(4) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں اور اچھے لوگ اچھی باتوں کے لیے ہیں۔ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آپ پر الزام لگانے والوں کے بارے میں اتری مطلب یہ ہوا کہ بہتان باندھنے والوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو بد اخلاقی کا الزام لگایا ہے وہی اس بات کے لائق ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے گناہ، پاک اور طاہر ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو ہر پاکیزہ شخص سے زیادہ پاک ہیں۔ اگر ان میں کوئی عیب ہوتا تو انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف نہ شرعی طور پر حاصل ہوتا نہ کونی طور سے۔ (مختصر ابن کثیر 1320/2:)

(5)﴿اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ﴾ ’’یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں‘‘ یعنی منافقوں کی الزام تراشی سے بری ہیں۔ صفوان بن معطل اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ ہے۔

(6)﴿لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ﴾ ’’ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے‘‘ یعنی گناہوں کی مغفرت اور رزق کریم ہے۔ اس سے مراد جنت کا رزق ہے جو اہل ایمان کو نصیب ہوگا۔ (قرآناً عجباً)

رکوع نمبر 10

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَہۡلِہَا ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم اُنس معلوم کر لو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو‘‘ (27)

سوال1:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کرلو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' گھروں میں داخلے کے آداب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو'' اللہ رب العزت نے اپنے بندوں سے فرمایا اے لوگو جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ داخل ہوا کرو یعنی کسی ایسی جگہ یا ایسے وقت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا جس کا اجازت چاہنے والا مالک نہ ہو۔(فتح الباری:5/11)

(2)(i) گھروں میں با اجازت داخلے پر پابندی اس لیے عائد کی گئی ہے تا کہ معاشرے میں بُرائیوں کی پیدائش کا دروازہ بند کر دیا جائے

(ii) گھروں میں داخلے کی پابندی اسلام کے اُصول سدّ ذرائع کے مطابق ہے۔

(iii) اسلام خاندان اور گھروں کی چار دیواری کا احترام کرتا ہے اس لیے وہ گھروں میں داخلے پر پابندی عائد کرتا ہے(قرآناً عجباً)

(3)(i) جس کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اجازت طلبی نظر پڑنے سے بچاؤ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔'' (صحیح البخاری:6241، صحیح مسلم:2156)

اجازت طلبی میں خلل واقع ہو جانے سے گھر کے اندر ستر پر نظر پڑتی ہے۔ کیونکہ گھر انسان کے لئے باہر کے لوگوں سے ستر اور پردہ ہے جیسے کپڑا جسم کو چھپاتا ہے۔

(ii) اجازت طلب کئے بغیر گھر میں داخل ہونا، داخل ہونے والے کے بارے میں شک کا موجب ہے اور وہ برائی یعنی چوری وغیرہ سے متہم ہوتا ہے کیونکہ گھر میں خفیہ طور پر داخل ہونا شر پر دلالت کرتا ہے۔(تفسیر السعدی:1812,1813/2)

(4)﴿حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''یہاں تک کہ تم انس معلوم کرلو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو'' اہل ایمان کو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخلے کے لیے اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں اجازت طلبی یعنی اِسْتِئْذَان کو اِسْتِئْنَاس کہا گیا ہے۔ یعنی گھر والوں سے انس حاصل کرو۔ انس کے بعد ہی اجازت ملنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

(5)﴿وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو'' نبی ﷺ نے فرمایا: کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کہو: ''السلام علیکم! اور پھر پوچھو کیا میں اندر آ جاؤں؟'' (سنن ابی داود:5177)

(6) سلام کرنے کے بعد تین بار اجازت مانگی جائے۔ اگر مل جائے تو گھر میں داخل ہو جاؤ اور اگر نہ ملے تو واپس ہو جاؤ۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے جیسے گھبرائے ہوئے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے

یہاں تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت چاہی لیکن مجھے کوئی جواب نہ ملا، اس لیے واپس چلا آیا (جب عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا) تو انہوں نے دریافت کیا کہ (اندر آنے میں) کیا بات مانع تھی؟ میں نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی اور جب مجھے کوئی جواب نہیں ملا تو واپس چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کسی سے تین مرتبہ اجازت چاہے اور اجازت نہ ملے تو واپس چلا جانا چاہیے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! تمہیں اس حدیث کی صحت کے لیے کوئی گواہ لانا ہوگا۔ (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجلس والوں سے پوچھا) کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ (اس کی گواہی دینے کے سوا) جماعت میں سب سے کم عمر شخص کے اور کوئی نہیں کھڑا ہوگا۔ ابو سعید نے کہا اور میں ہی جماعت کا وہ سب سے کم عمر آدمی تھا میں ان کے ساتھ اٹھ کر گیا اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ واقعی نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔ (بخاری:6245) (تفسیر الراغی:343/6)

(7) ''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے کسی حجرہ میں سوراخ میں سے دیکھا، نبی ﷺ کے پاس اس وقت ایک کنگھا تھا جس سے آپ سر مبارک کھجا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا (اندر داخل ہونے سے پہلے) اجازت مانگنا تو ہے ہی اس لیے کہ (اندر کی کوئی ذاتی چیز) نہ دیکھی جائے۔'' (بخاری:6241)

(8) ایک صاحب نبی ﷺ کے کسی حجرہ میں جھانک کر دیکھنے لگے تو نبی کریم ﷺ ان کی طرف تیر کا پھل یا بہت سے پھل لے کر بڑھے، گویا میں نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں ان صاحب کی طرف اس طرح چپکے چپکے تشریف لائے۔ (بخاری:6242)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ (آپ کے گھر میں) داخل ہوا نبی کریم ﷺ نے ایک بڑے پیالے میں دودھ پایا تو فرمایا ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلاؤ۔'' میں ان کے پاس آیا اور انہیں بلا لایا۔ وہ آئے اور (اندر آنے کی) اجازت چاہی پھر جب اجازت دی گئی تو داخل ہوئے۔ (بخاری:6246)

(10) بنو عامر کے ایک شخص سے مروی ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے اجازت مانگی تو اس نے کہا: کیا میں اندر آ جاؤں؟ نبی ﷺ نے اپنی لونڈی سے کہا: اس کے پاس جاؤ وہ عمدہ طریقے سے اجازت نہیں مانگ رہا، اس سے کہو کہ اس طرح کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ (سلسلہ صحیحہ، الآداب والاستئذان:213)

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ فرماتا ہے "تم میں سے سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتا ہو"۔ اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو، اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑ بیٹھتے ہیں"۔ عطار حمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں کیا ان کے پاس جانے کے لیے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں ضرور اجازت

طلب کیا کرو"۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟" میں نے کہا نہیں فرمایا" پھر ضرور اجازت مانگا کرو"۔ میں نے یہی سوال دوہرایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" کیا تو اللہ کا حکم مانے گا یا نہیں؟" میں نے کہا ہاں مانوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" پھر بغیر اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ"۔ (تفسیر ابن کثیر)

(12) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع کے نہ جاؤ۔ (تفسیر ابن کثیر)

(13) کلدہ بن حنبل کہتے ہیں: صفوان بن امیہ نے مجھے دودھ، کھیس اور چھوٹے کھیرے دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے اوپر والے حصے میں تھے میں نے سلام کہا اور اجازت طلب کئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واپس لوٹ جا اور (پہلے) اس طرح کہہ: السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں؟" (سلسلہ صحیحہ، الآداب والاستئذان)

(14) ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ "تمہارے لیے یہی بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو" یعنی اجازت طلب کرنا تمھارے لیے بہتر ہے مکارم اخلاق میں سے ہے۔ (15) اجازت لینا واجب ہے مل جائے تو داخل ہونا چاہیے ورنہ پلٹ جانا چاہیے۔

(16) (i) اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ گھر کے اندر کون ہے؟ (ii) اُس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک یہ پتہ نہ چل جائے کہ اجازت مل گئی ہے۔ (iii) گھروں میں سلام کر کے داخل ہوا جائے۔ (قرآناً عجباً) اجازت گھر کے سربراہ کی جانب سے ہونی چاہیے بچے کی اجازت پر گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

(17) استیذان سے گھروں کو عزت نصیب ہوتی ہے اور گھر والوں کو اچانک نظر پڑنے سے جو تکلیف لاحق ہوتی ہے اس سے اجازت طلبی بچاتی ہے۔ (18) گھروں میں کھانے پینے، لباس اور استعمال کی چیزوں تک لوگ نہیں چاہتے کہ کسی کی نظر پڑے۔ اجازت طلبی اس تکلیف سے بھی بچا لیتی ہے۔ (19) امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے پر کبھی کبھی زنا یا تہمت کے اسباب اور محرکات پیدا ہو جاتے ہیں۔ (فتح القدیر: 4/19)

سوال 2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھروں میں داخلے کا کیا معمول تھا؟

جواب: (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سلام کرتے پھر اجازت طلب کرتے۔

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اجازت طلب کرتے اگر کوئی جواب نہ آتا تو لوٹ آتے۔

(3) ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر، دو مرتبہ اجازت طلب کی مگر جواب نہ آیا تیسری مرتبہ اجازت طلب کرنے پر جواب نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے۔ حضرت سعد دُوڑے آئے اور کہا کہ میں آواز سن رہا تھا مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جتنی بار میرے لیے سلام اور رحمت کی دُعا نکل جائے اچھا ہے میں آہستہ آہستہ جواب دیتا رہا۔ (قرآناً عجباً)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت طلب کرتے وقت دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تا کہ ایک دم سامنا نہ ہو جس میں بے پردگی کا امکان

رہتا ہے۔

﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِيۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰى يُؤۡذَنَ لَـكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ قِيۡلَ لَـكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا هُوَ اَزۡكٰى لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ﴾

''پھر اگر تم کسی کو ان میں نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ، وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو'' (28)

سوال 1: ﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِيۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰى يُؤۡذَنَ لَـكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ قِيۡلَ لَـكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا هُوَ اَزۡكٰى لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ﴾ ''پھر اگر تم کسی کو ان میں نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ، وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِيۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰى يُؤۡذَنَ لَـكُمۡ﴾ ''پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمھیں اجازت دے دی جائے'' اگر گھر خالی ہو تو اس میں داخل نہ ہوں۔

(2) خالی گھر میں گھر والوں کی اجازت سے داخل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی کہہ دے اگر میں گھر پر نہ ہوں تو آپ گھر میں بیٹھیں اور انتظار کر لیں۔

(3) خالی گھر وہ بھی ہیں جن میں کوئی خاص فرد نہ رہتا ہو وہ ہر خاص و عام کے لیے کھلا ہو جیسے مسجد، ہوٹل وغیرہ ایسے مقامات پر داخل ہونے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

(4) ویران اور بے آباد گھر جن کے مالکوں کا پتہ نہ ہو وہاں اگر گھاس اُگ آئے اور کوئی فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے۔

(5) ﴿وَاِنۡ قِيۡلَ لَـكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا﴾ ''اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ'' یعنی اگر کوئی ملاقات سے معذرت کر دے تو خوش دلی کے ساتھ واپس آنا چاہیے۔ (قرآناً عجباً)

(6) اگر گھر والے اجازت نہ دیں تو برا نہیں منانا چاہیے کیونکہ گھر والوں کا حق ہے اور جانے والے کا یہ واجب حق نہیں ہے کہ اسے اجازت دی جائے۔

(7) ﴿هُوَ اَزۡكٰى لَـكُمۡ﴾ ''وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے'' یعنی تمھیں برائیوں سے پاک کرنے اور تمھاری نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لیے یہ طریقہ کار بہتر ہے۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے اموال کو جانتا

ہے اس نے تمھارے لیے اجازت طلبی کا طریقہ مقرر کیا ہے اس کی بات مان جاؤ کیونکہ اس کے بغیر آپ کمال اور سعادت کو نہیں پہنچ سکتے۔

(9)(i) اللہ تعالیٰ کے "علیم" ہونے کی بات انسان کے شعور میں آتی ہے تو وہ اپنے عمل کے بارے میں محتاط ہو جاتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے دل کے عمل کے بارے میں شعور دلاتے ہیں کہ دیکھو اگر بُرا منایا، منفی خیالات کو جگہ دی تو تمہارے دل کے عمل سے میں ناواقف نہیں ہوں یوں انسان اپنے آپ کو منفی خیالات سے پاک کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: اسلام نے ملاقات کی اجازت دینے یا نہ دینے کا حق گھر والوں کو دیا ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1)(i) اسلام انسانی مجبوریوں کی رعایت دیتا ہے مثلاً کوئی کسی اہم کام میں مشغول ہے یا کوئی اس پوزیشن میں نہیں کہ آنے والے مہمانوں کا صحیح طرح استقبال کر سکے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملاقات سے انکار کر دے۔

(ii) اسلام اجتماعی معاملات کو اعلیٰ ظرفی کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتا ہے۔ ایک کو انکار کا حق دے کر دوسرے کو خوش دِلی سکھاتا ہے کہ یہ مائنڈ کرنے کا نہیں دوسرے کی مجبوریوں کے لحاظ کا معاملہ ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2)(i) اجازت نہ ملنے پر لوٹ جانے والا اپنے آپ کو منفی خیالات سے بچا کر پاک ہو جاتا ہے۔

(ii) لوٹ جانے والا دوسرے انسان کی مجبوریوں کا لحاظ کر کے، دل میں وسعت پیدا کر کے پاک ہو جاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ مَسۡكُوۡنَةٍ فِيۡهَا مَتَاعٌ لَّكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ﴾

"تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو" (29)

سوال 1: ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ مَسۡكُوۡنَةٍ فِيۡهَا مَتَاعٌ لَّكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ مَسۡكُوۡنَةٍ فِيۡهَا مَتَاعٌ لَّكُمۡ﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو" ﴿غَيۡرَ مَسۡكُوۡنَةٍ﴾ سے مراد Public Spots, Common Places مسافر خانہ، دوکانیں، ہوٹل سرائے وغیرہ ہیں یہاں پر لوگوں کے داخلے کی اجازت ہے۔

(2) ان گھروں میں داخل ہونے میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ گناہ۔ اس سے اس گھر میں بلا اجازت آنے کی اجازت مل رہی ہے جو غیر آباد

ہوں اور اس میں کسی کا سامان نہ ہو۔

(3)﴿وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو'' اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو گھروں میں داخل ہوتے وقت آداب کا خیال نہیں رکھتے۔(قرآناعجبا)

(4) اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی احوال کو خوب جانتا ہے اور اسے تمہارے مصالح کا بھی علم ہے، اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام کی تشریع کی ہے جن کے تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔(تفسیر السعدی:1814/2)

﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ‌ؕ ذٰلِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ﴾

''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں''(30)

سوال1:﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ‌ؕ ذٰلِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ﴾ ''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں''۔ نگاہیں پست رکھنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ﴾ ''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' رب العزت نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے اپنی نظروں کو اجنبی عورتوں سے ہٹالیا کریں اگر لاشعوری طور پر نگاہ پڑ جائے تو فوراً نگاہ ہٹالیا کریں۔

(2) غض کے معنی کسی چیز کو کم کر دینا یا گھٹا دینا اور جھکا دینا ہیں۔ غضِ بصر سے مراد نگاہ نیچی رکھنا ہے، نظر بچانا ہے۔(قرآناعجبا)

(3) ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں غض بصر کا حکم دیا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو ستر سے نظر ہٹانا اور دوسرے شہوت کے مقام سے نظر نیچی کر لینا ہے جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے نبی ﷺ نے فرمایا﴿لَا يَنۡظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوۡرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الۡمَرۡاَةُ اِلٰى عَوۡرَةِ الۡمَرۡاَةِ﴾ ''کوئی مرد کسی مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت، عورت کا ستر دیکھے'' اور انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے ستر کو ڈھانپے۔ غض بصر کی دوسری قسم اجنبی عورت کی چھپی ہوئی زینت سے نظر بچانا ہے اور یہ پہلی سے زیادہ سخت ہے۔(مجموع الفتاوی:414،436/15)

مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔(دارقطنی، بیہقی) مرد کا اپنے ستر کو بیوی کے سوا کسی کے سامنے ارادتاً کھولنا حرام ہے۔(قرآناعجبا)

(4) نگاہ نیچی رکھنے سے مراد ہر وقت نیچے دیکھنا نہیں ہے اس سے مراد: (i) نظر بچانا ہے یعنی (a) نظروں کو دیکھنے کے لئے آزاد نہ چھوڑنا۔

(b) پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(ii) اس سے مراد تمام نظروں کو بچانے کا نہیں بلکہ بعض نظروں کو بچانے کا حکم ہے۔

(ii) اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کسی چیز کو بھی نظر بھر کر نہ دیکھا جائے۔ (a) اسلام نے پابندی عورتوں کو نظر بھر کر دیکھنے پر عائید کی ہے۔ (b) اسلام نے کسی کے ستر پر نگاہ ڈالنے پر پابندی عائید کی ہے۔ (c) اسلام نے بے حیائی کے مناظر دیکھنے پر پابندی عائد کی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(5) ﴿وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ ''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' (i) شرم گاہ کی حفاظت سے مراد ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہے۔

(ii) شرم گاہ کی حفاظت میں اپنے ستر کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے بچنا بھی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(6) یعنی عورتوں یا مردوں کے ساتھ بدکاری یا ان کے علاوہ دوسری صورتوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ان کو چھونے اور ان کو دیکھنے سے بچیں۔ (تفسیر السعدی: 1814/2)

(7) رب العزت نے مومنوں کی صفات میں سے یہ اہم صفت بیان فرمائی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (سورۃ المومنون: 5)

(8) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (المعارج: 29)

(9) سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت پانچ نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔'' (مسند احمد: 191/1)

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا! اے گروہ نوجوانان! زنا نہ کرو سنو! جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لیے جنت ہے۔ (مستدرک حاکم: 458/4)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا چیز لوگوں کی کثرت کو جہنم میں داخل کرے گی آپ ﷺ نے فرمایا: ''منہ اور شرمگاہ۔'' (مسند احمد: (472/2)

(12) سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان یعنی (شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) کی ضمانت دے دی تو میں اسے جنت میں جانے کا بھروسہ دلاتا ہوں۔'' (بخاری: 6807)

(13) ''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے یا وہ ایک ہی جوتی میں چلے اور صماء پہنے اور ایک ہی کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا۔ اس حال میں کہ اس کی شرمگاہ کھل جائے۔'' (مسلم: 5499)

(14) ''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا اور دو وقت نمازوں سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا نماز فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص صرف ایک کپڑا جسم

پر لپیٹ کراور گھٹنے اوپر اٹھا کراس طرح بیٹھ جائے کہ اس کی شرمگاہ پر آسمان وزمین کے درمیان کوئی چیز نہ ہو۔اور اشتمال اور اصماء سے منع فرمایا۔" (بخاری:5819)

(15)"سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کے دل میں واقع ہو جائے تو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کی طرف ارادہ کرے اور اس سے صحبت کرے کیونکہ یہ اس کے دل کے میلان کو دور کرنے والا ہے۔" (مسلم:3409)

(16)﴿ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾"یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے" یعنی نگاہوں اور شرم گاہوں کی حفاظت ان کے نفوس کے لیے زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

(17)ان کے لیے زیادہ طہارت، پاکیزگی، اور ان کے اعمال خیر میں زیادہ اضافے کا باعث ہے کیونکہ جو کوئی اپنی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے وہ اس گندگی سے پاک ہو جاتا ہے جس میں فواحش کے مرتکب لوگ ملوث ہوتے ہیں اور ان محرمات کو ترک کرنے سے، نفس جن کی خواہش کرتا اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، اعمال خیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی آنکھوں کو حرام پر پڑنے سے بچائے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو روشن کر دیتا ہے۔ نیز اگر بندہ اپنی شرمگاہ اور نظر کو حرام اور اس کے مقدمات میں پڑنے سے بچا سکتا ہے دراں حالیکہ شہوت کا داعیہ پوری طرح موجود ہو، تو وہ دوسرے حرام میں پڑنے سے اپنے آپ کو زیادہ بچا سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں "حفاظت" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ پس کسی محفوظ چیز کی حفاظت کے لیے نگرانی اور ان اسباب کو بروئے کار نہ لایا جائے جو اس کی حفاظت کے موجب بنیں تو وہ چیز محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح نظر اور شرم گاہ کا معاملہ ہے، اگر بندہ ان کی حفاظت کی کوشش نہیں کرتا تو وہ ان آزمائشوں اور مصیبتوں میں ڈال دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں غور کیجئے، اللہ تعالیٰ نے کیسے شرم گاہ کی حفاظت کا مطلق طور پر حکم دیا ہے، کیونکہ شرم گاہ (کا غلط استعمال) کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ (تفسیر السعدی:2/1814,1815)

(18)اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار وارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بے ساختہ نظر پڑتی ہے از راہِ شہوات ونفسانیت نہیں ہوتی۔ (تفسیر عثمانی:2/190)

(19)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾"یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔" یعنی (i)(a)نظر کب اُٹھتی ہے اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (b)نظر کب جھکتی ہے اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (c)نظریں کب نظروں تک پیغامات پہنچاتی ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (d)نظریں کب دِلوں کے اندر اُتر جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے (e)نظر سے شرم گاہ تک کے فاصلے کیسے سمٹتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔

(ii)اللہ تعالیٰ نے اپنی خبر سے نظریں بچانے سے شرم گاہوں کی حفاظت کرنے تک انسان کو مصروف کر دیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: اسلام نظروں پر پہرے کیوں بٹھاتا ہے؟

جواب: (1) رب العزت کا فرمان ہے ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا﴾ ''اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں یقینا کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔'' (بنی اسرائیل:36)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص مجھ سے ڈر کر اسے چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔'' (طبرانی)

(3) نظر کی وجہ سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے۔ اُس کے اخلاق، معاملات، زندگی سبھی کچھ متاثر ہو جاتا ہے۔ نظروں کو بچانے سے دل پاک رہتے ہیں اور نظروں کو بے مہار چھوڑ دینے سے دل اور زندگی ناپاک ہو جاتی ہے۔

؎ نگاہ پاک ہے تیری تو دل بھی پاک ہے تیرا   کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

(4) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''عورت جب بن سنور کر گھر سے نکلتی ہے تو اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

(5) اسلام نے زنا پر ابھارنے والے تمام محرکات پر بھی پابندی عائد کی ہے، جن میں نظر بازی بھی شامل ہے۔

(6) قرطبی نے کہا نظر دل کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ (تفسیر قرطبی:148/2)

(7) آپ دیکھیں نظر جب کبھی بھی کسی کے حسن پر اٹھتی ہے، نظر کی وجہ سے دل بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قصور نظر کرتی ہے اور شکار دل ہو جاتا ہے اور دل جب شکار ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان پھر بچ نہیں پاتا۔ یہ اتنا مہلک فتنہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کس طرح سے آفت کا شکار ہوتا ہے! اس وقت میں کچھ عربی اشعار آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ کسی عربی شاعر نے کہا:

؎ كل الحوادث مبداء من النظر   ''تمام آفتیں نظر بازی سے شروع ہوتی ہیں''

ومعظم النار من مستصغر الشرر   ''بڑی آگ چھوٹے چھوٹے شعلوں سے بھڑکتی ہے''

اسی طرح وہ کہتا ہے: ''بسا اوقات نظر بازی اس طرح سے دل میں کھب جاتی ہے جس طرح تیر کمان میں ہوتی ہے۔

اس کی آنکھ ایسی چیز میں خوش ہو رہی ہے جو اس کے لیے وبال جان ہے۔ ایسی وقتی خوشی میں سراسر نقصان ہے خدا کرے یہ مبارک نہ ہو۔''

اسی طرح سے ایک اور شاعر کہتا ہے: ''اے نظروں کی تیر اندازی میں کوشش کرنے والے! تو اپنے ہی تیروں سے مقتول ہوگا۔

اے نظر باز! تو جس سے اپنی شفا اور حاجت روائی کا متلاشی ہے، اپنے قاصد کو روک لے (یعنی اپنی نظر کو روک لے) کہیں یہ تجھ کو ہلاک نہ کر دے۔''

(8) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دین کی حفاظت چار چیزوں سے ہے (یعنی وہ دین جس کو تم اختیار کرنا چاہتے ہو تو چار چیزوں سے پرہیز کرنا): (i) لحظات (یعنی نظر) (ii) خطرات (یعنی دل میں خیال آنا) (iii) لفظات (یعنی بات چیت) (iv) خطوات (یعنی قدموں سے چل کے جانا)

''انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے ان چاروں دروازوں پر پہرے بٹھائے رکھے۔اپنی نظر کا مضبوطی سے تحفظ رکھے کیونکہ نظر ہی کے ذریعے دشمن اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے جسم میں گھس کر اس کا نظامِ روحانی تہ و بالا کر دیتا ہے۔(الجواب الکافی:179)

(9) نظر دل تک خواہشات پہنچانے کا آلہ ہے جو انتہائی سرعت سے کام کرتا ہے۔کوئی خوبصورت چیز، دلکش منظر، اپنا محبوب رشتہ، غرض جو چیز بھی ہے نظر پہلے اسے دیکھتی ہے اور دیکھ کر رکتی نہیں بلکہ دل اسے اکساتا ہے یا یوں کہیے کہ وہ دل کو اکساتی ہے کہ اس من پسند منظر کو دوبارہ دیکھو، بار بار دیکھو۔ایک عقل مند کا مقولہ ہے کہ: ''نظر دیکھنے سے سیر نہیں ہوتی۔''

(10) مسلمان ماہرین نفسیات کا کہنا ہے: ''آنکھوں سے دل تک کا ایک ہی راستہ ہے جب آنکھ فاسد اور خراب ہوجاتی ہے تو دل بھی خراب اور فاسد ہوجاتا ہے۔پھر جس طرح کوڑا پھینکنے کی جگہ نجاست اور گندگی کا مقام بن جاتی ہے اس طرح آنکھ کے فاسد اور حرام مناظر کو دل تک پہنچانے کی وجہ سے دل گندگی کا مقام بن جاتا ہے اور جہاں گندگی ہو وہاں معرفتِ الٰہی، محبت الٰہی اور انابت الٰہی کا گزر در حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔(تزکیہ النفوس:28) (11) نظر بازی دیکھنے میں بہت معمولی سا کام ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے بچنے کے لیے کوشش اور تدبیر بہت کم کی جاتی ہے، لیکن اس کا انجام زنا ہے۔

(12) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوجوان کا تذکرہ کیا ہے جو مصر میں رہتا تھا۔ایک مسجد کا مؤذن تھا۔بہت خوبصورت عربی لڑکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جواں سالی میں یہ نعمت دی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کر سکے۔مسجد کے جس مینار پر چڑھ کر وہ اذان دیا کرتا تھا، ایک روز اذان دیتے ہوئے اس کی نظر نیچے ایک لڑکی پر پڑگئی۔وہ لڑکی عیسائی [christian] تھی۔وہ مینار سے اترا اور سیدھا اس کے گھر چلا گیا۔لڑکی نے پوچھا: یہ بتاؤ! تم یہاں کیوں اور کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا: تمہاری محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔اس نے کہا: میں تمہاری آرزو کبھی پوری نہیں کر سکتی اس لیے کہ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی ہوں۔اس نے کہا کہ میں تمہاری بات پر غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔لڑکی نے کہا: غور کر کے دیکھ لو۔میں بھی عیسائی، میرے والد بھی عیسائی، میرے خاندان کے تمام افراد عیسائی۔میرے والد صرف اسی صورت میں نکاح پر آمادہ ہو سکتے ہیں جب تم اپنا دین چھوڑ دو گے۔لڑکے نے یوں کیا کہ عیسائیت اختیار کر لی اور اس طرح ایک رات وہ سونے کے لیے اپنے گھر کی چھت پہ گیا۔اس کا پاؤں پھسلا، نیچے آگرا اور مر گیا۔ابھی نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔یوں اس نکاح پر اس کی قدرت بھی نہ ہوئی اور ایمان بھی چلا گیا۔

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ اذان دیتے ہوئے ایک نظر پڑگئی۔کسی کی نظر کعبے کے پردے کو پکڑے ہوئے کسی لڑکی پر پڑی تو وہ نظر بھی اس کو بچا نہ سکی اور وہ چیخ اٹھا کہ خدارا دیکھو میری نگاہ نے کیا چیز میری مطلوب و مقصود بنا دی ہے۔یعنی میں آیا اللہ تعالیٰ کی محبت میں، اللہ تعالیٰ کی محبت تو مجھ سے گئی، میں کسی اور کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔(نظر اٹھائیں یا جھکائیں) غض بصر ایک عبادت ہے جس کے مواقع دن میں بار بار آتے ہیں۔

سوال3: نظر کے مرض کا علاج کیا ہے؟

جواب: امام ابن قیم سے کسی نے سوال کیا! ''کہ ایک آدمی کی کسی عورت پر نظر پڑ جاتی ہے وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس کا سبب میری نظر ہے، اگر اسے دوبارہ دیکھ لوں تو عشق کے تمام جذبات بہہ جائیں گے، کیا اس خیال سے دوسری بار دیکھنا درست ہے؟'' امام ابن قیم نے جواب دیا: ایسا کرنا دس وجوہات کی بنا پر درست نہیں۔

(1) اللہ نے غض بصر کا حکم دیا ہے اور انسان کے لیے حرام شدہ امور میں شفا نہیں رکھی گئی۔

(2) رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر کے بارے میں سوال کیا گیا، انہیں یہ علم تھا کہ یہ دل پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا علاج نظر ہٹا لینے سے کیا، دوبارہ دیکھنے سے نہیں۔

(3) حدیث میں وضاحت آ چکی ہے کہ پہلی اچانک نظر جائز ہے، اور دوسری بلا ارادہ نظر ناجائز۔ یہ ناممکن ہے کہ جائز چیز میں تو بیماری ہو اور ناجائز میں اس کی دوا۔

(4) یہ ظاہر ہے کہ پہلی نظر معاملے کو کم نہیں کرتی، اس پر تجربہ بھی شاہد ہے کہ جسے پہلی بار دیکھا اور وہ اچھا لگا تو دوسری بار دیکھنے سے وہ برا نہیں لگ سکتا۔ (5) اگر نفس کی بات مانتے ہوئے دوبارہ دیکھا تو عشق کا عذاب مزید بڑھ جائے گا۔

(6) دوبارہ دیکھنے پر شیطان کے ہاتھ میں اس کی رکابیں ہوں گی اور وہ اس عورت کو اسے مزید خوبصورت کر کے دکھائے گا تا کہ آزمائش کا اتمام ہو جائے۔

(7) حرام شدہ امر کے ارتکاب سے اس کی آزمائش ختم کرنے میں اللہ کی مدد نہیں ہوگی۔ پہلے وہ اس لائق ہوگا کہ اس کی اعانت نہ کی جائے۔

(8) پہلی نظر شیطان کے مسموم تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ چنانچہ دوسری نظر پہلی نظر سے زیادہ مسموم ہوگی۔ پھر زہر کا علاج زہر سے کیسے ہو سکتا ہے؟ (9) اس مسئلے میں پڑنے والے شخص اک معاملہ ترکِ محبوب کے حوالے سے (جیسا کہ سائل کا سوال ہے) اللہ تعالیٰ سے ہے۔ سائل چاہتا ہے کہ وہ دوسری نظر ڈال کر دیکھے اگر وہ اسے ناپسند کرے تو اسے ترک کر دے۔ مگر وہ اسے کیسے ترک کرے گا، کیا اس کی یہ غرض اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں۔ بات تو تب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر معشوق کو ترک کر دے۔

(10) اس کی مثال یہ ہے کہ آپ نئے گھوڑے پر سوار ہوں، وہ آپ کو ایک تنگ گلی میں لے جائے جس سے نکلنے کا راستہ نہ ہو، وہ سامنے سے بند ہو اور اس میں اتنی جگہ بھی نہ ہو کہ اس کے نکلنے کے لیے موڑ کاٹا جا سکے۔ چنانچہ جب وہ اس گلی میں داخل ہونے لگے گا تو آپ اس کی لگام کھینچیں گے تا کہ وہ اندر داخل نہ ہو، جب وہ ایک آدھا قدم اندر جائے گا، آپ چلائیں گے، اسے جلدی سے پیچھے کی طرف دھکیلیں گے، اگر آپ اسے لوٹانے میں کامیاب ہو گئے تو معاملہ آسان ہوگا۔ اور اگر اس نے ذرا بھر بھی سستی کی، گھوڑا اندر داخل ہو گیا، آپ نے اسے اندر کی طرف ہانکا، اندر جا کر اس کی دم پکڑ کر پیچھے کھینچنا شروع کیا تو اسے باہر نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ پس تیر دل میں کھب جاتا ہے اور اپنا مسموم عمل کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اگر جلدی سے اسے نکال دیا جائے تو اس کے زہر سے ہلاکت کا امکان نہیں ہوتا۔ (غض بصر: 72,75)

سوال4: غضِ بصر کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: غضِ بصر ایک ایسی عبادت ہے جس کے مواقع دن میں کئی بار پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان مواقع پر اپنی نظر کو قابو میں رکھنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن ہرگز نہیں۔ انسان موقع ملنے کے باوجود جتنی بار اپنی نظر پر جھک جانے کا حکم لگائے گا اتنی بار اسے اس عبادت پر اجر ملے گا۔ دس گنا اجر تو خود اللہ نے کہہ کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔۔ ارشاد ہے: ﴿مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰۤى اِلَّا مِثۡلَهَا وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ﴾ جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (انعام:160) جو شخص اپنی نگاہ کو قابو میں رکھنے میں کامیاب ہوگیا اسے اللہ کے رسول ﷺ نے مندرجہ ذیل خوشخبریوں سے نوازا ہے۔

(1) ایمان کی مٹھاس کا باعث: رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس شخص نے اسے میرے ڈر سے بدنگاہی سے بچائے رکھا، میں اسے ایسے ایمان سے نوازوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ (سنن ابوداؤد)

(2) نارِ جہنم سے نجات: تین قسم کی آنکھوں پر جہنم کی آگ اثر نہیں کرے گی۔ (i) جس نے راہِ حق میں رات بھر پہرہ دیا۔ (ii) جو اللہ کے خوف کے سبب روئی۔ (iii) جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی طرف اٹھنے سے باز رہی۔ (طبرانی) گویا فی سبیل اللہ جاگنے والی آنکھ اور بدنگاہی سے بچنے والی آنکھ اللہ کے نزدیک اجر میں برابر ہیں۔

(3) جنت کی ضمانت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا" جس نے مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان یعنی (شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) کی ضمانت دے دی تو میں اسے جنت میں جانے کا بھروسہ دلاتا ہوں۔" (بخاری:6807)

(4) اللہ تعالیٰ کے دیدار کا باعث: اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حرام کام سے بچنا اللہ تعالیٰ کے دیدار کا باعث بنے گا۔

؎ تمہارے ایک جلوہ کی طلب کے ذوق وشوق نے بچا رکھا ہے دید کو خیانت نگاہ سے

(5) عرش الٰہی کا سایہ بننے کا سبب: رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے: ''قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش تلے سایہ مہیا کرے گا، جن میں ایک شخص وہ بھی شامل ہے جسے کسی حسین اور مالدار عورت نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں'' (بخاری کتاب الحدود)

(6) دعا کی قبولیت کا سبب: رسول اللہ ﷺ نے گذشتہ دور میں گزرے ہوئے تین افراد کا واقعہ بیان کیا کہ وہ کہیں جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش نے آلیا، وہ ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر آ گرا اور اس کا دروازہ بند ہوگیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ کوئی ایسا نیک عمل سوچو جو تم نے محض اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو۔ چنانچہ ایک نے کہا! ''یا اللہ میرے والدین بوڑھے تھے، میرے چھوٹے

چھوٹے بچے بھی تھے۔میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔شام کو گھر لوٹتا،دودھ دوہتا تو پہلے والدین کو پلاتا پھر اپنے بچوں کو۔ایک رات میرے آنے تک وہ سو چکے تھے۔میں نے انہیں بیدار کرنا پسند نہ کیا اور سرہانے کھڑا ہو گیا اور ان کو دودھ پلانے سے پہلے بچوں کو پلانا پسند نہ کیا حالانکہ بچے پینے کے لیے ضد کرتے رہے،حتیٰ کہ صبح ہوگئی،یا اللہ تو جانتا ہے اگر یہ کام محض تیری رضا کے لیے میں نے کیا تھا تو اس پتھر کو ہٹا دے تاکہ ہم آسمان دیکھ سکیں،اللہ تعالیٰ نے پتھر کا ایک حصہ ہٹا دیا۔دوسرے نے کہا!''یا اللہ میری ایک چچا زاد تھی،مجھے اس سے اتنی محبت تھی جتنی کوئی بھی مرد ایک عورت سے کرسکتا ہے۔میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا،اس نے اس وقت تک کے لیے انکار کردیا جب تک کہ سو دینار نہ دوں۔میں نے سو دینار جمع کر لیے اور اس کے پاس پہنچا،جب میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے لگا،اس نے کہا!اے اللہ کے بندے،اللہ سے ڈر اور لگی ہوئی مہر نہ توڑ،پس میں واپس چلا آیا۔اے اللہ اگر یہ کام میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا تھا،تو تو ہماری مشکل آسان کردے۔''چنانچہ پتھر کچھ اور ہٹ گیا۔تیسرے نے کہا!''اے اللہ میں نے ایک مزدور کو کام پہ لگایا اور طے کیا کہ تمہیں ایک فرق (آٹھ کلو گرام) چاول دوں گا،کام ختم ہوا،اس نے مزدوری مانگی،میں نے اسے دے دی،وہ مزدوری کم سمجھ کر لیے بغیر چلا گیا۔میں ان چاولوں سے کاشتکاری کرتا رہا اور اس کی آمدنی سے ایک گائے خرید لی اور ایک چرواہا رکھ لیا۔مدتوں بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا اللہ سے ڈر اور ظلم نہ کر اور میری مزدوری ادا کردے۔میں نے کہا یہ گائیں اور چرواہا سب تیرا مال ہیں،لے جا۔اس نے کہا''مذاق نہ کر''میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ یہ سب تیرا ہے چنانچہ وہ لے کر چلا گیا۔اے اللہ اگر میں نے محض تیری رضا کے لیے یہ کیا تھا تو رستہ کھول دے۔''اللہ نے پتھر ہٹا دیا اور وہ وہاں سے نکل آئے۔(بخاری)

(7) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں غض بصر پر عمل کرنے سے اس کے صاحب کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:(i) الم وحسرت سے رہائی ملتی ہے جب کہ دیکھنے سے شدت طلب ہوتی ہے،نہ صبر آتا ہے،نہ مطلوبہ چیز ملتی ہے۔(ii) قلب نورانی ہوجاتا ہے،چہرہ آنکھ اور جوارح سے نور ٹپکتا ہے۔(iii) فراست پیدا ہوتی ہے۔(iv) دل کو قوت،ثبات اور شجاعت ملتی ہے۔(v) دل دائمی سرور،فرحت اور انشراح پاتا ہے جو نظر بازی سے حاصل ہونے والی حرام لذت سے کہیں بڑھ کر ہے۔(vi) دل کو شہوت کی قید سے رہائی ملتی ہے (vi) جہنم کے دروازوں سے ایک دروازہ بند ہوجاتا ہے کیونکہ نفس اس دروازے پر کھڑا رہنے پر قناعت نہیں کرتا بلکہ ہر نئی سے نئی چیز میں لذت تلاش کرتا ہے۔

(viii) عقل کو تقویت اور تثبیت ملتی ہے،جب کہ نگاہ کو کھلا چھوڑ دینا عقل کو کم کرتا ہے۔عواقب پر گرفتِ نگاہ کمزور ہوجاتی ہے،حالانکہ عقل کا اصل کام عواقب کو نگاہ میں رکھنا ہے۔(ix) علم کے راستے اور عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔(احکام النظر ابن قیم:17)

سوال 5: نظر کی حفاظت کیسے کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے نظر کی حفاظت کا حکم دیا ہے کیونکہ نظر کی حفاظت سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں سے واقف ہے اس نے جہاں کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے وہاں ان کا کافی اور شافی علاج بھی بتایا ہے

تا کہ انسان محرکات کے آگے بند باندھ سکے۔

(3) مرد اور عورت میں منفی کشش موجود ہے اس سچائی پر ہمارا ایمان ہے اس کشش سے انسان اپنے جسم اور اپنے نفس کو آزاد نہیں کروا سکتا البتہ منفی کشش کو خاص حد کے اندر رکھ سکتا ہے۔

(4) اگر اجنبی مرد اور عورت کا آمنا سامنا ہو جائے بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو انہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے جس سے دلوں میں بدنیتی پیدا نہ ہو اور پاکیزہ خیالات اپنے قدم جمائے رکھیں۔

(5) مومن مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا تا کہ اتفاقاً اگر نظر پڑ جائے تو ہٹا سکیں نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پہلی بار کی نظر تجھے معاف ہے (یعنی اتفاقی نظر) لیکن بعد کی معاف نہیں۔ (ترمذی، ابواب الادب: 2777)

(i) ایک بار نبی ﷺ نے فرمایا نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے یا آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے (بخاری کتاب الاستیذان)

(ii) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص مجھ سے ڈر کر اسے چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔'' (طبرانی)

(6) اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کریں؟ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے پوچھا اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا: فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کرلو۔ (مسلم: 5644) (7) ایک بار کشش محسوس ہو تو وہاں دوبارہ نگاہ دوڑانا بدکاری ہے۔ (بخاری: 6243)

(8) اگر اجنبی خواتین سے کوئی چیز طلب کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو رب العزت نے اس کا ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِىِّ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَـكُمۡ اِلٰى طَعَامٍ غَيۡرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰٮهُ ۙ وَلٰـكِنۡ اِذَا دُعِيۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ لِحَـدِيۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَـقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰ لِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَـكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَـنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آجاؤ پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک، بہت بڑی بات ہے۔'' (احزاب: 53)

پردے کے پیچھے سے طلب کرنے کا طریقہ یہ ہے دروازے پر دستک دے یا سلام کرے اور ایک طرف ہٹ کر مطلوبہ چیز کے بارے میں

کہ خواتین بلاضرورت سامنے نہ آئیں۔

(9) نبی ﷺ نے نگاہ کو ابلیس کے زہریلے تیر سے تشبیہ دے کر نگاہ بچانے کا شعور دلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس کو قربانی کے دن اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ وہ خوبصورت گورے مرد تھے۔ حضور اکرم ﷺ لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں قبیلہ خشعم کی ایک خوبصورت عورت بھی آنحضرت ﷺ سے مسئلہ پوچھنے آئی۔ فضل بھی اس عورت کو دیکھنے لگے۔ اس کا حسن و جمال ان کو بھلا معلوم ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو فضل اسے دیکھ رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑی اور ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا۔ پھر اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حج کے بارے میں اللہ کا جو اپنے بندوں پر فریضہ ہے وہ میرے والد پر لاگو ہوتا ہے جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور سواری پر سیدھے نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا اگر میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ہو جائے گا۔'' (بخاری:6228)

(10) نظر کی حفاظت کے لیے نبی نے نکاح کرنے کا حکم دیا حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ شہوت کو ختم کرتے ہیں۔'' (صحیح بخاری:1905)

(11) راستے کا حق ہے کہ نظریں نیچی رکھیں صحابہ نے عرض کیا، راستے کا حق کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے) نظر نیچی رکھنا، راہگیروں کو نہ ستانا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ (بخاری:6229)

(12) عورتوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے پرہیز کرنے سے نظر کی حفاظت ممکن ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو۔'' ایک شخص نے عرض کیا! ''سسرالی مردوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ موت ہیں۔'' (ترمذی)

سوال 6: غض بصر کے حکم سے مستثنٰی صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: غض بصر کے حکم سے مستثنٰی صرف وہ صورتیں ہیں جس میں کسی عورت کو دیکھنے کی حقیقی ضرورت ہو۔

(1) نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنا: نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنا مستحب ہے۔

(i) رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے لیے عورت کو دیکھنے کی تعلیم دی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آ کر آپ ﷺ کو خبر دی کہ اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھ کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ

ہوتا ہے۔(مسلم:3485)(ii) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا پھر نبی ﷺ نے فرمایا تم اس کو دیکھ لو کیونکہ دیکھنے میں تم دونوں میں الفت پیدا ہونے کی امید ہے۔(ترمذی:1087)

(2) تفتیش جرائم کے سلسلے میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا۔(3) عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی گواہ عورت کو دیکھنا۔

(4) علاج کے لیے کسی ڈاکٹر کا مریض عورت کو دیکھنا۔

سوال 7: نبی ﷺ نے فتنہ نظر اور فتنہ سماعت کے علاج کے لیے کون سی دعائیں سکھائیں؟

جواب: (1)﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ﴾ ''اے اللہ! میں اپنے کان کے شر سے، اپنی آنکھ کے شر سے، اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (ابوداود، نسائی، مسند احمد)

(2)﴿اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِيْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ ''اے اللہ! میرے دل کو نفاق اور عمل کو ریاء اور دکھلاوے سے زبان کو جھوٹ سے، آنکھ کو خیانت سے پاک اور صاف کردے۔ بے شک آپ آنکھوں کی خیانت اور سینے کے چھپے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔''

(3)﴿اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ﴾ ''اے اللہ! میرے کان اور میری نظر کی اصلاح فرمائیے۔''

رسول اللہ ﷺ کو اگر ان دُعاؤں کے کرنے کی ضرورت تھی تو ہم کتنے زیادہ محتاج ہیں! آپ ﷺ کی ایک دُعا کے الفاظ یوں ہیں: ''اے اللہ! میں عورتوں کے فتنے اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (قرآناً عجباً)

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر

اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' (31)

سوال 1: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' خواتین کی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' عورتوں کے لیے غض بصر کے لیے وہی احکامات ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ لیکن دونوں کا معاملہ کسی حد تک مختلف بھی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مسجدوں، بازاروں اور سفروں میں عورتیں نقاب اوڑھ کر جاتی تھیں کہ مرد انہیں نہ دیکھیں مگر مردوں کو یہ حکم بھی نہیں دیا گیا کہ وہ نقاب اوڑھیں تا کہ عورتیں انہیں نہ دیکھیں اس سے پتہ لگتا ہے دونوں کے معاملہ میں حکم مختلف ہے۔ (شوکانی، نیل الاوطار: 101/6)

(3) اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو نظر جھکانے کا حکم دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ (i) ارادے سے غیر مردوں کو نہ دیکھنا۔ (ii) نظر پڑ جائے تو ہٹا لینا۔ (iii) دوسروں کے ستر دیکھنے سے پرہیز کرنا۔ (iv) مجلس میں آمنے سامنے بیٹھ کر دیکھنا ممنوع ہے۔ (v) راستہ چلتے ہوئے یا دُور سے کوئی جائز کھیل دیکھتے ہوئے مردوں پر نظر پڑنا گناہ نہیں ہے۔ (vi) حقیقی ضرورت پڑنے پر ایک گھر میں رہتے ہوئے دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (قرآناً عجباً)

(4) نبی ﷺ نے نابینا کو دیکھنے سے روکا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں اتنے میں ابن اُمّ مکتوم آ گئے نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: ان سے پردہ کرو! بیویوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتیں؟ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب کہ پردے کا حکم آ چکا تھا۔'' (ابوداود: 34)

(5) کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مردوں کے سامنے دوسری عورتوں کے تذکرے اس طرح کرے کہ جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہو۔ اسی وجہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں غیر مسلم عورتوں کے ساتھ حمام میں جایا کرتی ہیں یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ (تفسیر کمالین جلالین: 272/4)

(6) رسول اللہ ﷺ کا حبشیوں کا کھیل دکھانا: ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سات ہجری میں حبشیوں کا وفد مدینہ آیا اور اس نے مسجد نبوی کے احاطے میں ایک تماشا کیا نبی ﷺ نے خود سیدہ عائشہ کو یہ تماشا دکھایا''۔ (بخاری، مسلم)

(7) حقیقی ضرورت پر کسی کے گھر رہنے کی اجازت دینا: فاطمہ بنت قیس کو جب ان کے شوہر نے تین طلاقیں دی تو یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ عدت کہاں گزاریں آپ ﷺ نے فرمایا: اُم شریک کے یہاں رہو پھر فرمایا: اُن کے یہاں میرے صحابہ بہت جاتے رہتے ہیں (کیونکہ وہ مالدار اور فیاض خاتون تھیں اکثر لوگ ان کے ہاں مہمان رہتے اور وہ ان کی مہمان نوازی کرتی تھیں) لہٰذا تم ابن اُمّ مکتوم کے ہاں رہو وہ اندھے آدمی ہیں تم اُن کے ہاں بے تکلف رہ سکو گی۔ (مسلم، ابوداؤد)

(8) خطبہ سننے کے لیے عورت پر نظر ڈالی جاسکتی ہے۔

(9) ﴿وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ ''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' یعنی اپنے ستر کو کھولنے سے پرہیز کرنا ہے۔ عورت کا اپنا ستر دوسرے کے سامنے کھولنے سے پرہیز کرنا ہے اس معاملے میں عورتوں کے لیے بھی وہی احکامات ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(10) حرام جماع سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نیز شرم گاہوں کو چھونے اور ان کی طرف حرام نظر سے ان کی حفاظت کریں۔ (تفسیر السعدی:1816/2)

سوال 2: عورت کے ستر کی حدود کیا ہیں؟

جواب: عورت کا ستر مردوں کے لیے الگ ہے اور عورتوں کے لیے الگ ہے۔

(1) عورت کا مردوں سے ستر: مردوں کے لیے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اُس کا پورا جسم ہے جسے شوہر کے سوا باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہیں کھلنا چاہیے۔

(2) عورت کا عورتوں سے ستر: عورت کا عورت سے ستر وہی ہے جو مرد کا مرد سے ستر کی حدود ہیں یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ جو ہمیشہ ڈھانکنا فرض ہے۔ جب کہ دوسرے حصوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

(3) عورت کو باریک لباس نہیں پہننا چاہیے جس سے جسم جھلکے یا ایسا لباس جس کی وجہ سے جسم نمایاں ہو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اُن کے رضاعی بھائی عبداللہ ابن طفیل کی صاحب زادی آئیں اور رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا حضرت عائشہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ میری بھتیجی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ ظاہر کریں اپنے منہ اور ہاتھ کے سوا اور ہاتھ کی حد آپ ﷺ نے خود اپنی کلائی پر ہاتھ رکھ کر اس طرح بتائی کہ آپ کی مٹھی اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی کی جگہ اور باقی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُن کی بہن اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں رسول اللہ ﷺ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا: اسماء جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اُس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ (ابوداؤد)

سوال3:﴿وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ﴾ ''اوراپنی زینت کوظاہر نہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)زینت سے مراد آرائش، بناؤ سنگھار، خوب صورت لباس، زیورات، خوب صورت جوتے، خوب صورت نظر آنے کے لیے جو چیزیں استعمال کی جاتی ہیں وہ اورتمام بدن زینت میں شمار ہوتے ہیں۔

(2)ظاہری لباس جس کو عادت کے مطابق پہنا جاتا ہے اوراس کی نمائش کونہیں روکا جاسکتا﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾ ''مگر جو اس میں سے ازخود ظاہر ہوجائے''میں آتا ہے اس لباس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے جو فتنے کو دعوت دے۔

(3)اسلام اس زینت کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو مثلاً چادر، عبایا اور سکارف جو عورت کے جسم پر ہونے کی وجہ سے خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔(4)ابن زید نے کہا اس سے مراد سرمہ، خضاب اور انگوٹھی ہے۔(جامع البیان:126/8)

(5)(i) ظاہراپنی مرضی اور اختیار سے کیا جاتا ہے۔اسلام نے اس سے روک دیا۔(ii) ظاہر ہونے میں انسان کا اختیار اور مرضی شامل نہیں ہوتی اسلام نے اس کی رخصت دی ہے۔(iii) اسلام رخصت کوظاہر کرنے کی حد تک لے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔(قرآناً عجباً)

سوال4:اسلام کا زینت کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟

جواب:(1)اسلام عورت کے فطری حق کو تسلیم کرتا ہے۔زینت عورت کا حق ہے۔ہر عورت کے اندر فطری طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خوب صورت نظر آئے۔اسلام اس کی فطرت کو جڑ سے اکھاڑنا نہیں چاہتا۔اسلام زینت کی ضابطہ بندی کرنا چاہتا ہے رب العزت نے فرمایا:﴿فَرِيۡقًا هَدٰى وَفَرِيۡقًا حَقَّ عَلَيۡهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾ ''ایک گروہ کو اُس نے ہدایت دے دی ہے اوردوسرے گروہ پر گمراہی ثابت ہوچکی، یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا رکھا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں۔'' (الاعراف:30)

(2)اسلام چاہتا ہے کہ عورت کی زیب وزینت ایک مرد کے لیے مخصوص ہو جس میں محرم رشتے داروں کے سوا دوسرے مرد شریک نہ ہوں۔

(3)اسلام نامحرم رشتہ داروں اور اجنبیوں کے سامنے زینت کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا۔

سوال5:﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں''۔پردے کے احکامات کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ﴾ ''اور ڈالے رہیں۔'' یہ حکم مکمل ستر پوشی کے لیے ہے۔

(2)وہ زینت جس کا اظہار نہیں کیا جاسکتا جس کی نمائش حرام ہے اس میں پورا بدن داخل ہے۔

(3)جیب اس شگاف کو کہتے ہیں جو قمیض میں سینے پر ہوتا ہے۔خمار اس چادر کو کہتے ہیں جو سینے پر اوڑھی جاتی ہے سینے پر چادریں ڈالنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ اُن مقامات میں سے ہے جن کا جنسی میلان سے تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کو فتنے میں ڈالنا نہیں چاہتے اس لیے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فتنے سے بچایا۔(قرآناً عجبا)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم کرے جنہوں نے پہلی ہجرت کی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیت ''اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں'' (تاکہ سینہ اور گلا وغیرہ نظر نہ آئے) نازل کی، تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنا لیے۔(بخاری:4758)

(5) صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی تو انہوں نے قریش کی عورتوں کا ذکر کیا اور ان کے فضائل بیان کیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قریش کی عورتوں کو فضیلت حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے انصار کی عورتوں سے زیادہ تصدیق کرنے والی عورتیں نہیں دیکھیں نہ ان سے زیادہ عقل مند عورتیں دیکھی ہیں جب سورۃ النور کی یہ آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو جب ان کے مرد ان کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی تو ایک انقلاب آ گیا ایک شخص اپنی بیوی، بہن، بیٹی اور دوسری قریبی رشتہ دار خواتین کے سامنے تلاوت کرتا رہا تو ان عورتوں نے اپنی نقش و نگار والی ریشمی چادروں کو پھاڑا اور سر پر اوڑھ لیا انہوں نے ایمان اور تصدیق کے جذبے سے اس حکم پر عمل کیا وہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صفوں میں یوں نظر آتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔(بخاری:4759)

(6) اللہ رب العزت نے جاہلی رواج کی مخالفت کا حکم دیا۔ جاہلیت میں عورتیں اپنے سینوں پر کچھ بھی نہیں ڈالتی تھیں ان کی گردنیں سر کے بال اور کانوں کی بالیاں کھلی رہتی تھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمان خواتین کو حکم فرمایا کہ ان کی مخالفت کریں اور اپنی تمام حالتوں میں پردے کی احتیاط رکھیں جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا ان باتوں سے جو انہوں نے کہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا۔'' (الاحزاب:69)

سوال 6: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ﴾ ''اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے'' کس حلقے میں عورت اپنی زینت کے ساتھ پوری آزادی سے رہ سکتی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ ''اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں'' (i) شریعت نے ان رشتوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی اجازت دی ہے جن کا ہر وقت گھر میں آنا جانا رہتا ہے۔

(ii) دوسری مصلحت یہ ہے کہ قربت اور رشتے داری کی وجہ سے ان رشتوں کی طرف فطری طور پر جنسی میلان نہیں ہوتا جس کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں ہوتا ہے۔ (iii) شریعت ان رشتوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی اجازت دیتی ہے جن سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ (قرآناً عجباً)

(2) جس حلقے میں عورت اپنی زینت کے ساتھ پوری آزادی سے رہ سکتی ہے۔ (i) شوہر (ii) باپ (iii) شوہروں کے باپ (iv) اپنے بیٹے (v) شوہروں کے بیٹے (vi) بھائی (vii) بھائیوں کے بیٹے (viii) بہنوں کے بیٹے (ix) اپنے میل جول کی عورتیں (x) اپنے غلام (xi) ایسے نوکر چاکر جو شہوت والے نہ ہوں (xii) ایسے بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں۔ (قرآناً عجباً)

(3) ﴿اِلَّا لِبُعُوۡلَتِهِنَّ﴾ "مگر اپنے شوہروں کے لیے" یعنی شوہروں کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔

(4) زینت کا مرکزی نقطہ تو شوہر ہی ہیں اپنی بیویوں کے سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے یہاں تک کہ شرمگاہوں کو بھی۔ مگر شرم گاہوں کو دیکھنا مکروہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنی بیوی سے قربت کرے تو پردہ کر لے۔ دونوں گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔

رواہ الشافعی والطبرانی والبیہقی عن ابن مسعود عن عتبہ بن عنبر والنسائی عن عبداللہ بن سرجس والطبرانی ایضاً عن ابی امامۃ۔ ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کبھی نہیں دیکھی۔ (تفسیر مظہری: 222,223/8)

(5) ﴿اَوۡ اٰبَآئِهِنَّ اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ﴾ "یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے" یعنی اپنے باپ دادا، پردادا، نانا، پرنانا کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔

(6) ﴿اَوۡ اَبۡنَآئِهِنَّ اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ﴾ "یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے" اس میں اپنے بیٹے، پوتے، پرپوتے، شوہروں کے بیٹے، پوتے اور پرپوتے نیچے تک کے شامل ہیں۔

(7) ﴿اَوۡ اِخۡوَانِهِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اِخۡوَانِهِنَّ﴾ "یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے" اس میں بھائی، بھتیجے، ان کے بچے، خواہ وہ حقیقی ہوں علاتی یعنی (باپ شریک) ہوں یا اخیافی (ماں شریک) ہوں سب شامل ہیں۔

(8) ﴿اَوۡ بَنِیۡۤ اَخَوٰتِهِنَّ﴾ "یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے" اس میں بھانجے اور بھانجوں کے بچے سب شامل ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(9) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے بارے میں فرمایا کہ یہ میرے لیے حلال نہیں ہوسکتیں، جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں وہی دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں۔ (بخاری: 2645)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد) افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے (گھر میں آنے کی) اجازت چاہی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی۔ وہ بولے کہ آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (دودھ کا) چچا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے؟ تو انہوں

نے بتایا کہ میرے بھائی (وائل) کی عورت نے آپ کو میرے بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ افلح رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ انہیں (اندر آنے کی) اجازت دے دیا کرو (ان سے پردہ نہیں ہے)۔(بخاری:2644)

(11) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف فرما تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک صحابی کی آواز سنی جو (ام المؤمنین) حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! میرا خیال ہے یہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے دودھ کے چچا ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ صحابی آپ کے گھر میں (جس میں حفصہ رضی اللہ عنہا رہتی ہیں) آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب، حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ہیں۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق پوچھا کہ اگر فلاں زندہ ہوتے تو کیا وہ بے حجاب میرے پاس آسکتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! دودھ سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔(بخاری:2646)

(12) ﴿ اَوۡ نِسَآئِهِنَّ ﴾ ''یا اپنی عورتوں کے'' (i) اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں۔ (ii) اس سے مراد خدمت گار عورتیں، باندیاں، لونڈیاں وغیرہ آجاتی ہیں۔(قرآناً عجباً)

(13) یعنی مسلمان عورتوں کے لئے ایک دوسری پر نظر ڈالنا مطلقاً جائز ہے۔ اس میں اس امر کا احتمال بھی ہے کہ اضافت جنسیت کی مقتضی ہو، یعنی اپنی ''عورتوں'' سے مراد مسلمان عورتیں ہیں جو تمہاری جنس سے تعلق رکھتی ہیں تب اس میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جن کا موقف ہے کہ مسلمان عورت کی طرف ذمی عورت کا دیکھنا جائز نہیں۔(تفسیر السعدی:1815/2)

(14) امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں حمام میں جاتی ہیں، ان کے ساتھ مشرکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ سنو کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔(جامع البیان:129/18)

(15) مسلمان عورتوں کے سامنے زینت کے اظہار کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ انہیں کسی عورت کی زینت اور اس کے جسمانی اعضا کی حالت کو شوہروں کے سامنے بیان کرنے سے روک دیا گیا۔(قرآناً عجباً)

سوال 7: ﴿ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيۡنَ غَيۡرِ اُولِى الۡاِرۡبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يَظۡهَرُوۡا عَلٰى عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ﴾ ''یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ ﴾ ''یا اپنے غلاموں کے'' یعنی اس غلام کے لیے جو گھر میں صرف خواتین کی خدمت کے لیے مامور ہے، اپنی مالکہ کو اس وقت تک دیکھنا جائز ہے جب تک کے مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہے جب ملکیت مکمل طور پر یا جزوی طور پر

زائل ہوجائے تو مالکہ پر نظر ڈالنا جائز نہیں۔(تفسیر سعدی:1816/2)

(2) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد، پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہو گئی ہو تو چاہیے کہ اس سے پردہ کرے۔(مسند احمد،ابن کثیر:542)

(3)﴿اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ ''یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں'' یعنی وہ مرد جو تمھارے زیر دست ہیں اور تمھارے ساتھ ان کا تعلق ہے جو کسی قسم کی شہوانی اغراض نہ رکھتے ہوں، مثلاً ناقص العقل لوگ، جو شہوانی شعور نہیں رکھتے اور وہ لوگ جن میں عورتوں کے پاس جانے کی خواہش باقی نہ رہے، ان کی شرم گاہ میں شہوت ہو نہ ان کے دل میں خواہش۔ایسے شخص کے لیے نظر ڈالنا جائز ہے۔(تفسیر سعدی:1816/2)

(4)(i) اس سے وہ مرد مراد لیے گئے ہیں جن کا کھانے پینے کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔(ii) بعض نے نامرد مراد لیے ہیں۔(iii) بعض نے احمق مراد لیے ہیں۔(iv) بعض نے خصّی مراد لیے ہیں۔(v) بعض نے بالکل بوڑھے مراد لیے ہیں۔(vi) امام شوکانی کے نزدیک جن کے اندر قرآن کی بتائی ہوئی صفت شہوت والا نہ ہونا پایا جائے۔ وہ اس کے مصداق ہوں گے۔اور باقی شامل نہیں ہوں گے۔(قرآناً عجباً)

(5) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف رکھتے تھے، گھر میں ایک مغیث نامی مخنث بھی تھا۔اس مخنث (ہیجڑے) نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کل اللہ تعالیٰ نے تمھیں طائف پر فتح عنایت فرمائی تو میں تمھیں غیلان کی بیٹی کو دکھلاؤں گا کیونکہ وہ سامنے آتی ہے تو (موٹاپے کی وجہ سے) اس کے چار شکنیں پڑجاتی ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو آٹھ ہوجاتی ہیں۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے (ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: ''یہ (مخنث) تمھارے پاس اب نہ آیا کرے۔''(بخاری:5235)

(6)﴿اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾ یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں'' اس سے مراد وہ بچے ہیں جو نابالغ ہوں یا بلوغت کے قریب نہ پہنچے ہوں۔کیونکہ وہی عورتوں کی چھپی ہوئی باتوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔(قرآناً عجباً)

(7) یعنی وہ بچے جو اس قسم کی تمیز نہیں رکھتے ان کے لئے غیر عورتوں کو دیکھنا جائز ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ان میں شہوت پائی جاتی ہے۔یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ایسے بچوں سے پردہ کرنا فرض ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکے ہوں، کیوں اب وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں۔(تفسیر السعدی 1817/2)

سوال 8:﴿وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں (زور سے زمین پر) نہ ماریں کہ ان کی

وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو' بغوی نے لکھا ہے کہ عورت جب چلتی تھی تو پاؤں زمین پر مارتی تھی تا کہ اس کی پازیب کی آواز لوگ سن لیں۔اس کی ممانعت کردی گئی، کیونکہ یہ حرکت مردوں کے دلوں میں اس عورت کی طرف میلان پیدا کرتی ہے۔(جامع البیان:132/18)

(2)(i) پازیبوں کی جھنکار پاؤں مارنے سے سنائی دیتی ہے۔(ii) اُونچی ہیل (ایڑی) کے جوتے جن کی ٹک ٹک کی آواز زیوروں کی جھنکار سے کم نہیں ہوتی۔(قرآناً عجبا)

(3) یعنی وہ زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں تا کہ ان کے پہنے ہوئے زیورات مثلاً پازیب وغیرہ کی آواز نہ آئے اور اس سبب سے اس کی زینت ظاہر نہ ہو جو فتنے کا وسیلہ بن سکے۔اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے ''سدذرائع'' کے فقہی قاعدے کا استنباط کیا جاتا ہے، یعنی کوئی امر، اگرچہ وہ فی نفسہ مباح ہے مگر اس پر عمل کرنے سے کسی حرام امر کا ارتکاب ہوتا ہے یا اس کا خدشہ ہے، تو سدذریعہ کے طور پر یہ مباح امر ممنوع ہوجائے گا۔زمین پر پاؤں مارنا فی نفسہ مباح ہے لیکن چونکہ یہ اظہار زینت کا ذریعہ ہے، اس لئے پاؤں مار کر چلنے سے روک دیا گیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہترین احکام کا حکم دیا ہے اور بہترین وصیتیں عنایت فرمائی ہیں۔ان پر عمل کرنے میں بندہ مومن سے کوتاہی واقع ہونا ایک لابدی امر ہے۔(تفسیر السعدی:1817/2)

سوال 9: عورت کے خوشبو لگانے کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حواس کو مشتعل کرنے والی چیزوں پر پابندی لگائی ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا کہ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔(قرآناً عجبا)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے جو میرے محبوب تھے جو خاتون خوشبو لگائے ہوئے مسجد میں داخل ہو اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ گھر پہنچ کر غسل جنابت جیسا غسل نہ کرلے۔(ابی داؤد:4174)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو خاتون خوشبو کی دھونی حاصل کرے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شامل نہ ہو (بلکہ گھر ہی میں پڑھے)۔'' (ابی داؤد:4175)

سوال 10: اسلام نے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق میں کیا تبدیلی پیدا کی ہے؟

جواب۔(1) اسلام نے جو تبدیلی انسانی شعور میں پیدا کی اس کی وجہ سے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق میں تبدیلی آگئی۔

(2) مسلمانوں کو حسن اور جمال کا انسانی اور مہذب رنگ پسند آگیا۔(3) مسلمانوں کے لیے حسن کی ادائیں پسندیدہ نہ رہیں۔

(4) مسلمانوں کو عریانیت مطلوب نہ رہی۔

(5) مسلمانوں کے لیے ایک معیار قائم ہوگیا، سنجیدگی اور وقار کا جمال ہی تو پاکیزہ جمال ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

(6) اسلام نے حسن وجمال کے حیوانی معیار عریانیت سے کراہت پیدا کردی۔عریانیت کی طرف تو انسان اسی وقت مائل ہوتا ہے جب اس

کے احساسات حیوانی بن جاتے ہیں۔(قرآناعجبا)

(7)اسلام کے مقابلے میں جدید تہذیب نے حیوانی معیار جمال کا ذوق پیدا کیا ہے یہ عریانیت کا ذوق ہے جو مقامات کشش اور مقامات فتنہ کو نمایاں کرتا ہے اس ذوق کی وجہ سے عورتوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مردوں کو اس طرح ذوق نظارہ کی دعوت دے رہی ہیں جیسے جانور جانور کو پکارتا ہے۔ یہ ذوق جمالیات نہیں ذوق عریانیت ہے جس میں حیوانی رنگ غالب ہے۔آج جدید تہذیب نے انسانی ذوق کو کتنا گرادیا ہے۔(قرآناعجبا)

سوال11:﴿وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اوراے مومنو!تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کروتا کہ تم فلاح پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)توبہ کیا ہے؟ ان کاموں کو چھوڑ دینا جو اللہ تعالی کو پسند نہیں، اور ان کاموں کو کرنا جو اس کو پسند ہیں۔مومن توبہ کا محتاج ہے۔ رب العزت نے ایمان والوں کو خالص توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے ﴿وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾''اورتم سب مل کر اللہ تعالی کی طرف توبہ کرو''یعنی دنیا کی آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سب مل کر توبہ کرلو۔

(2) پردے کے احکامات آنے سے پہلے جو خلاف ورزیاں ہوتی رہیں اس کے انسان کے نفس پر اثرات کو توبہ ہی دور کرسکتی ہے۔(قرآناعجبا)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے،اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔(بخاری:6307)

(4)ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ ہم گنتے تھے رسول اللہ ﷺ ہر مجلس میں اٹھنے سے پہلے سو بار رب اغفرلی سے آخر تک پڑھتے یعنی اے میرے رب مجھ کو بخش دے یقیناً آپ توبہ قبول کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔(ترمذی:3434)

(5)انسان توبہ کر کے اپنی غلطیوں سے منہ موڑ کر رب کی طرف رُخ کرتا ہے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور اُجاگر ہوتا ہے۔ایمان والے شیطانی کشمکش کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حوصلہ دلاتے ہیں کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔(قرآناعجبا)

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

''اور تم میں سے جو مرد اور عورتیں بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کردو اور تمہارے غلاموں اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی، اگر وہ غریب ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(32)

سوال1:﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور تم میں سے جو مرد اور عورتیں بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کردو اور تمہارے غلاموں اور

تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی، اگر وہ غریب ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ﴾ ''اور تم میں سے جو (مرد اور عورتیں) بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کر دو'' رب العزت نے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ مجرد عورتوں اور مردوں کے نکاح کر دیں۔

(2)﴿الۡاَيَامٰى﴾ سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں جن کی بیویاں اور شوہر نہ ہوں۔ قریبی رشتہ داروں اور سرپرستوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا نکاح کر دیں۔

(3) رب العزت نے پوری کائنات میں زوجین کا سلسلہ رکھا ہے۔﴿سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا﴾ 'پاک ہے وہ ذات جس نے ہر کسی کے جوڑے پیدا کیے۔'' (سورۃ یس:36)(i) انسان کی جنسی خواہش ایک فطری خواہش ہے جس کی تسکین کے لئے نکاح کرنے میں آسانیاں پیدا کرنا ضروری تھا۔(ii) جنسی میلان کی تسکین کا بہترین طریقہ نکاح ہے۔(قرآناً عجباً) انسانی زندگی میں نکاح کا تعلق معاشرتی فلاح کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

(4) سیدنا علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ شہوت کو ختم کرتے ہیں۔'' (بخاری:1905)(5) بدکاری اور مقدمات بدکاری وغیرہ ہر ملامت کے بعد نکاح کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

(6) سیدنا سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ روای نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر آپ نے نظر کو نیچی کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو ان سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تمہارے پاس (مہر کے لیے) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں اللہ کی قسم یارسول اللہ ﷺ! آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر جاؤ اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں پایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا۔ اللہ کی قسم! یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ ایک تہبند ہے۔ انہیں (خاتون کو) اس میں سے آدھا دے دیجئے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے اس تہبند کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو ان کے لیے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں بلوایا جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر بتائیں۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر جاؤ۔ میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔ ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں۔ (بخاری:5087)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ "عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اسکے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اسکی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی آخرت میں تجھ کو ندامت ہوگی)"۔ (بخاری:5090)

(8) تین قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی خدا تعالیٰ مدد فرماتا ہے۔ اور جب وہ اس کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو غیب سے خدا تعالیٰ اس کے انتظامات فرما دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ لوگ بھی ہیں جو بدکاری سے بچنے کے لئے نکاح کا ارادہ کر لیں تو ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ غیب سے انتظامات فرما دیتا ہے۔ (تفسیر کمالین جلالین:4/273) (9) رسول اللہ ﷺ نے نکاح اور خوشبو لگانے کو پیغمبر کا طریقہ فرمایا ہے۔ (تفسیر مظہری:8/231)

(10) طبرانی نے حضرت انس بن مالک کی روایت سے حدیث مذکور ان الفاظ کی ساتھ بیان یہ ہے کہ حلال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے بقائے نسل کے لئے نکاح جس طرح فرض کفایہ ہے (تاکہ مسلمانوں کی نسل دنیا میں ختم نہ ہو) اسی طرح بقدر بقائے زندگی کھانا پینا ہر شخص پر فرض عین ہے اور تجارت زراعت وغیرہ دوسرے معاملات اور پیشے فرض کفایہ ہیں، اگر سب لوگ ان کو چھوڑ دیں گے تو معاشی انتظام درہم برہم ہو جائے گا اور دینی نظم بھی بگڑ جائے گا (اور سب گنہگار ہوں گے) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ امانت دار سچا تاجر (قیامت کے دن) انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی) (تفسیر مظہری:8/232)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی بہن، بیٹی یا عزیزہ کا) نکاح کر دو اگر ایسا نہ کرو گے روئے زمین پر فتنہ اور لمبا چوڑا بگاڑ پیدا ہو جائے گا رسوائی ذلت اور زنا کاری کا برا نتیجہ پیدا ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

(12) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تورات میں لکھا ہوا تھا کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ نکاح نہ کرے اس حالت میں اگر لڑکی کسی گناہ کا ارتکاب کر لے تو گناہ نکاح نہ کرنے والے پر پڑے گا۔ (تفسیر مظہری:8/234)

(13) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس کے لڑکا ہو وہ لڑکے کا اچھا نام رکھے

اور اچھی تہذیب سکھائے، جوان ہوجائے تو اس کا نکاح کردے، اگر بالغ ہوجانے کے بعد اس کا نکاح نہیں کرے گا اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھے گا تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا، دونوں حدیثیں شعب الایمان میں بیان کی ہیں۔ (تفسیر مظہری:234/8)

(14) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: علی تین کاموں میں دیر نہ کرنا، فرض نماز، جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو تو اس کو دفن کرنے میں اور بیوہ عورت کے نکاح میں جب کہ اس کا کفو (ہمسر) مل جائے۔'' (ترمذی، ابواب الصلوۃ:171)

(15) ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ ''اور تمہارے غلاموں اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی'' یہاں صالحین سے مراد وہ لونڈی اور غلام ہیں جو نکاح کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نکاح کے محتاج ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بدکار اور زانی نہیں ہوتے ان کی صلاحیت کی جزا ہے کہ ان کے نکاح کردیں۔

(16) یعنی اگر غلاموں میں صلاحیت کسب معیشت کی موجود ہے، تو ان کے فقر و افلاس بالفعل کو مانع نکاح نہ قرار دو۔ فقر و نکاح میں کوئی منافات نہیں۔ جو سر دست فقیر ہے کیا عجب کہ حسب مشیت صاحب معاش ہوجائے۔ نکاح اس مشیت تکوینی میں مانع نہیں۔ پس نہ عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غنا۔ (تفسیر ماجدی:462/3) (17) ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ﴾ ''اگر وہ غریب ہیں'' یعنی شوہر اور نکاح کرنے والے۔

(18) ﴿يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا'' یعنی یہ وہم نکاح کرنے سے نہ روک دے کہ نکاح کرو گے تو خاندانی بوجھ کی وجہ سے محتاج ہوجاؤ گے۔ نکاح کرنے والے سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ خوش حال کردے۔

(19) ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ وسعت والا'' جسے چاہے وہ واسع غنی کرسکتا اس کے ہاں تنگی اور کمی نہیں۔

(20) ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر ایک کی صلاحیت کو جانتا ہے جسے فقر کا اہل دیکھے گا اسے فقیر رکھے گا۔

(21) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت واسع سے یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارا دامن تنگ سہی لیکن رب وسعتوں والا ہے تم رب پر بھروسہ کرو تو رب تمہاری مدد کرے گا۔ (قرآناً عجباً)

(22) اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے مرد اور عورت کے اس فطری تعلق کو نظر انداز نہیں کیا۔ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں فلسفہ نکاح پر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نکاح انسان کا طبعی تقاضا ہے۔ عقلی حاجت اور تمدنی ضرورت ہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، الخطبہ وما یتعلق بھا:126,131/2)

(23) اس کے علاوہ اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس سے انسان کی اس بنیادی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے کہ وہ یہاں کسی نہ کسی طرح موجود رہے۔

(24) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعائیں موجود ہیں۔ جن میں صالح اولاد کی خواہش کا تذکرہ ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیئے۔ بلاشبہ میرا رب تو یقیناً بہت دعا سننے والا ہے۔'' (سورۃ ابراہیم:39) ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ

مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے ربّ کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے ربّ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (آل عمران:38)

(25) نکاح دینداری اور تقوٰی کے خلاف نہیں ورنہ یہ جلیل القدر انبیاء نہ نکاح کرتے نہ اولاد کی دعائیں مانگتے۔

(26) اچھے انسانی معاشرے اور صالح تمدن کا دارومدار مرد اور عورت کے صالح تعلق پر ہے مرد اور عورت کی جائز وابستگی معاشرے کو ایک ایسا سکون دیتی ہے جس سے اس کا درست اجتماعی شعور تشکیل پاتا ہے۔

(27) اچھے تمدن کے لیے ایسے افراد ضروری ہیں جن کے اندر احساس ذمہ داری پایا جائے اور یہ احساس ذمہ داری نکاح ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

(28) اگر مرد وعورت کے ناجائز تعلقات کو نہ روکا جائے تو اس کا نتیجہ یا تو یہ ہوگا کہ عورت کی اولاد کی پرورش کا بوجھ اٹھائے گا اور یا دونوں نسل کشی کے طرز عمل کو اختیار کریں گے جو ہر صورت میں انسانی معاشرے کے لیے مہلک ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس سے انسان کے وہ انسانی جذبات مٹ جائیں گے جنہیں ہمدردی، ایثار، قربانی، شفقت اور تعاون کہا جاتا ہے۔ اور انسانی معاشرے ایسے خود غرض درندوں کا انبوہ بن جائیں گے جنہیں اپنی خواہشات کی تسکین کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں ہوگا۔ لہٰذا نکاح ہی وہ عقلی و منطقی اور اخلاقی وانسانی ضرورت ہے جس پر تمدن کی فلاح وبقاء کا انحصار ہے۔

(29) نکاح دینی ضرورت: نکاح ایک انفرادی تمدنی ضرورت ہے جسے تمام معاشروں نے تسلیم کیا ہے لیکن قرآن وسنت نے اس پہلو کے علاوہ اسے اخلاقی ودینی ضرورت بھی قرار دیا ہے اور اس کی قیام پر بہت شدت سے عمل کرایا ہے قرآن نے تو اسے سنت انبیاء قرار دیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائیں تھیں۔'' (سورۃ الرعد:38)

(30) ''نکاح کرلو کیونکہ اس امت کی بہترین شخصیت کے ہاں سب سے زیادہ عورتیں تھیں۔'' (بخاری، کتاب النکاح)

(31) فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ نکاح کی کئی حالتیں ہیں مثلاً فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ وغیرہ۔ یعنی اگر برائی کے ارتکاب کا یقین ہوجائے تو نکاح فرض ہے ورنہ واجب بشرطیکہ وہ نان ونفقہ پر قادر ہے لیکن برائی کا امکان نہیں تو سنت ہے۔ نان نفقہ کی قدرت نہیں مگر ارتکاب جرم کا خوف ہے تو نکاح مباح ہے۔ نان ونفقہ کی اہلیت نہیں رکھتا تو مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ طبعی نااہلیت رکھتا ہے تو پھر اس کے لیے نکاح حرام ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر نکاح کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے اور کتب حدیث میں انہیں محفوظ کرلیا گیا ہے۔ ذیل میں چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ خدائے پاک مطہر کیفیت میں ملے اسے چاہئے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔ (ابن ماجہ، ابواب النکاح:135/1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساری دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔'' (شرح السنۃ:11/9) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑے جا رہا۔'' (شرح السنۃ:12/9)

(32) اسلام نے نکاح کی ترغیب دے کر غیر فطری راہوں کو بند کر دیا ہے۔ اس نے زنا، عیاشی اور رہبانیت وغیرہ جیسے سب غیر فطری طریقے بند کر کے تعلق کے صحیح مواقع مہیا کیے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے تبتل (جنسی قوت کو ضائع کرنا) کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''سنو خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے معاملے میں محتاط روش والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں نماز پڑھتا ہوں۔ سوتا ہوں اور شادیاں کرتا ہوں۔ پھر جس نے میرے طریقے سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔'' (بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح:757/2)

بخاری کی کتاب النکاح میں ان تین اشخاص کا ذکر ہے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی عبادت کا حال سن کر رات بھر نماز پڑھنے، دن بھر روزہ رکھنے اور شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو حضور ﷺ نے انہیں منع فرمایا اور اپنی ساری کیفیت بیان فرمائی جو سابقہ روایت سے ملتی جلتی ہے اس کے آخری الفاظ بھی یہی ہیں۔ ﴿وتزوج فمن رغب عن سنتی فلیس منی﴾ ''اور میں شادی کرتا ہوں پھر جس نے میرے طریقے سے کنارہ کشی کی وہ مجھ سے نہیں۔ مشکوۃ کی کتاب النکاح میں نبی کریم ﷺ کا وہ ارشاد موجود ہے جس میں آپ نے نکاح کو نصف دین قرار دیا۔ ''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ شادی کرے تو وہ آدھا دین مکمل کر لیتا ہے۔'' (مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح:628)

(33) سیدنا سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے تبتل یعنی عورتوں سے الگ رہنے کی زندگی سے منع فرمایا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ انہیں اجازت دے دیتے تو ہم تو خصی ہی ہو جاتے۔ (بخاری:5073)

سوال 2: مقاصد نکاح کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) عفت وعصمت: اسلامی نقطہ نظر سے انسان کا سب سے زیادہ قیمتی جوہر اس کی عفت ہے۔ یہی چیز اس کے جملہ حقوق کے لیے حصار ہے۔ عفت کے ضائع ہو جانے سے سیرت کی بنیاد تباہ ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی جب جنسی آوارگی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر سے بھی اخلاقی بندشیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں یہی وہ دروازہ ہے جہاں سے شیطانیت بآسانی داخل ہو کر پوری انسانی طبیعت کو متاثر کر سکتی ہے۔ بدون سبب اسلام نے عفت وعظمت کی حفاظت کے لیے سخت اقدامات کیے ہیں۔ اس نے زنا کو حرام قرار دیا ہے باہم اختلاط کے بے جا مواقع بند کیے ہیں۔ تہمت کے لیے بڑی سزا مقرر کی ہے، بری افواہیں پھیلانے والوں کو سخت وعید سنائی اور معاشرے کے لیے ضابطہ اخلاق کو اس طرح مرتب کیا کہ اس کی اجتماعی کیفیت کو اس طرح ڈھالا کہ اس میں نکاح آسان اور تغیر فطری طریق مشکل ہو جائے۔ قرآن وسنت کی رو سے نکاح جوہر عصمت کا بہترین محافظ ہے۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک میں نکاح کو احصان سے تعبیر کیا ہے (حقوق الزوجین:18) حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ جو مرد نکاح کرتا ہے وہ محصن ہے گویا وہ ایک قلعہ

تعمیر کرتا ہے اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے وہ محصنہ ہے یعنی اس قلعہ کی حفاظت میں آ گئی ہے جو نکاح کی صورت میں تعمیر کیا گیا ہے۔قرآن پاک میں اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے۔﴿وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ﴾ ''اوران کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کر دی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو۔'' (سورۃ النساء:24) ﴿فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ﴾ ''چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کر دو، جبکہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں۔اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں۔'' (سورۃ النساء:25)

(2) مودت ورحمت: دوسرا اہم مقصد مودت ورحمت ہے۔چونکہ عورت مرد کا تعلق صحیح تمدن کے لیے ضروری ہے اس لیے اس تعلق کو وقتی اور ہنگامی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ایک پائیدار اور مضبوط بندھن کی حیثیت دینی چاہیے یہ بندھن دراصل اس گہرے ربط وتعلق کی علامت ہے جو سکون خاطر اور اطمینان قلب کا باعث ہے۔قرآن اس مودت ورحمت کو اس تعلق کی بنیاد بھی قرار دیتا ہے اور نتیجہ بھی۔اور اس کا تعلق یوں بیان کرتا ہے:﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو۔اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (سورۃ الروم:21) ﴿هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ اِلَيۡهَا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اُس کی طرف سکون پائے۔'' (الاعراف:189) قرآن زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے جو گہرے ربط واتصال اور یقینی حفاظت کی علامت ہے۔اور جس کے تقدس اور عظمت کو برقرار رکھنا اسلامی معاشرے کا فرض ہے۔زوجین میں اس مودت ورحمت کو حدود اللہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔اور طلاق کو جو ابغض المباحات ہے اسی صورت میں جائز قرار دیا ہے جب مودت ورحمت کا یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکے۔ایک اچھے معاشرے کے لیے ازدواجی تعلق رحمت وکرم ہے، اس پر بچوں کی تربیت کا انحصار ہے۔اور یہی خاندان کے سکون کا سبب ہے۔باہمی مودت ورحمت نہ صرف ازدواجی تعلق کے استحکام کا ذریعہ ہے بلکہ گھر کے ماحول کو پرامن رکھنے کا وسیلہ بھی ہے۔

(3) جنسی قوتوں کا علاج: انسان کی جنسی قوتیں اسے اکثر بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہیں اسلام نے ان جنسی قوتوں کا علاج نکاح کی صورت میں کیا ہے جس سے انسان کی طبیعت میں اعتدال اور توازن پیدا ہوتا ہے۔اس طرح اسلام کا قانون ازدواج انسانی معاشرے کے افراد میں جائز درست اور پائیدار ربط پر زور دیتا ہے اور ان تمام ناجائز روابط کی نفی کرتا ہے جو جاہلیت قدیمہ یا جاہلیت جدیدہ میں پائے

جاتے ہیں۔اسلام ایک صالح معاشرہ استوار کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد نکاح ہے۔اسلام کے نزدیک پرسکون تمدن کا دارومدار نکاح پر ہے۔انسان کے جسمانی داعیات فطری ہیں ان کی تسکین کا مناسب اور بروقت انتظام مستحکم اجتماعی نظام کے لیے ضروری ہے۔اسلام نے ان فطری دواعی کو سامنے رکھا ہے اور نکاح کو نیکی قرار دیا ہے۔جن مذاہب نے جنسی تعلق کو گندگی قرار دیا ان کے معاشرے بالآخر جنسی بے راہ روی کا شکار ہوئے ہیں۔﴿لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۶﴾﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔پھر ہم نے اس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے تو ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔''
(سورۃ التین:4,6)(اسلام کا معاشرتی نظام:181,167)

﴿وَ لۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغۡنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَ الَّذِیۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ فَکَاتِبُوۡهُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِیۡهِمۡ خَیۡرًا ٭ۖ وَّ اٰتُوۡهُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیۡۤ اٰتٰىکُمۡ ؕ وَ لَا تُکۡرِهُوۡا فَتَیٰتِکُمۡ عَلَی الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ وَ مَنۡ یُّکۡرِهۡهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِکۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾

''اور جو نکاح کی طاقت نہ پائیں وہ لازماً پاک دامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں،اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو اُن سے مکاتبت کر لو اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(33)

سوال1:﴿وَ لۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغۡنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾''اور جو نکاح کی طاقت نہ پائیں وہ لازماً پاک دامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ لۡیَسۡتَعۡفِفِ﴾''اور پاکدامنی اختیار کریں''یعنی جو لوگ نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ حرام راستوں پر جانے سے بچیں،پاک دامنی اختیار کریں اپنے دل کو ایسے خیالات سے بھی بچائیں جو حرام کی دعوت دیتے ہوں۔

(2)﴿الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا﴾''اور جو نکاح کی طاقت نہ پائیں''یعنی وہ خود یا ان کے مالک مالی استطاعت نہیں رکھتے کہ نکاح کر سکیں یا ان کے مالک ان کا نکاح نہ کرتے ہوں اور وہ اپنے مالکوں کو مجبور بھی نہ کر سکتے ہوں۔

(3)﴿حَتّٰی یُغۡنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے'' اللہ رب العزت نے پاک دامنی

اختیار کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اس کے معاملے کو آسان کر دے گا ان حالات میں وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کشادگی کی امید لگائیں اور انتظار کریں۔

سوال2:﴿ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾ ''اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو ان سے مکاتبت کر لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾ ''اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو ان سے مکاتبت کر لو'' تمھارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو اپنے آپ کو خریدنا چاہے اور تم سے مکاتبت کا طلب گار ہو تو ان سے مکاتبت کر لو پھر اگر تم دیکھو کہ وہ کمانے کی طاقت بھی رکھتا ہے اور دین میں بھلائی رکھتا ہے۔یعنی وہ اپنے نفس کی آزادی کے لیے خرچ کر سکتا ہے اور مکاتبت میں اپنے مالک کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

(2)﴿وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ﴾ ''اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو مال مکاتبوں کے مالکوں کو دیا ہے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ غلام یا لونڈی کی مکاتبت میں اس مال میں سے کچھ دے یا مکاتبت کی رقم میں سے کچھ حصہ چھوڑ دے۔

(3) مکاتبت کی مالی امداد بھی کی جاسکتی ہے غلاموں کے مالک بھی کر سکتے ہیں اور اسلامی حکومت بھی زکوٰۃ کی مد میں سے مالی تعاون کر سکتی ہے۔

(4) عمرو بنت عبدالرحمن کہتی ہیں کہ: بریرہ لونڈی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی وہ اپنی کتابت کے سلسلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد چاہتی تھی۔انہوں نے کہا: ''اگر تو چاہے تو تیرے مالکوں کو میں رقم ادا کر دیتی ہوں مگر ولا (تیرا ترکہ) میرا ہوگا'' اور اس کے مالکوں نے کہا: اگر تو چاہے کتابت کی بقایا رقم دے دے پھر خواہ وہ تجھے آزاد کر دیں۔مگر اس کا ترکہ ہم ہی لیں گے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس بات کا ذکر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو۔اور ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں۔اور ایسی شرط جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے۔خواہ وہ جو شرط لگائے اسے کچھ بھی نہ ملے گا۔'' (بخاری۔کتاب الصلوۃ)

(5) اللہ تعالیٰ نے مکاتبوں کے لیے زکوٰۃ میں سے حصہ رکھا ہے اور زکوٰۃ میں سے مکاتبوں کو دینے کی ترغیب بھی دلائی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ﴾ ''بلاشبہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں اور ان پر کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں۔'' (التوبہ:60)

(6)﴿مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ﴾ ''اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے'' یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے مال دے کر تم پر احسان کیا ہے تم بھی دوسروں پر احسان کرو۔

سوال3: اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو کیا غلام کے مالک کو مکاتبت کا حکم دیا جاسکتا ہے؟

جواب: (1) اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو اس کے آقا کو حکم نہیں دیا جاسکتا جب کہ اس غلام میں بھلائی نظر نہ آئے۔

(2) یا غلام کما نہ سکتا ہو اور اسے ڈر ہو کہ وہ لوگوں پر بوجھ بن جائے گا یا غلام کے بارے میں آقا کو خوف ہو کہ آزادی ملی تو اسے فساد برپا کرنے کی قدرت حاصل ہوجائے گی ایسے میں مالک کو مکاتبت سے روکنا چاہیے۔

سوال4: ﴿وَلَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَمَنۡ يُّكۡرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم والا ہے۔''
رب العزت نے کسی کو زنا پر مجبور نہ کرنے کا حکم دیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ﴾ ''اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو'' رب العزت نے لونڈیوں ،کو بدکاری پر مجبور کرنے سے اس لیے روکا ہے کہ جاہلیت میں مالک اجرت کی خاطر لونڈی کو بدکاری کے لیے مجبور کرتا تھا۔

(2) اور اپنی لونڈیوں کو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں، پیشے پر مجبور نہ کرو تا کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرلو۔ اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو یقیناً اُن کے مجبور کیے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ بخشنے والا ، رحم کرنے والا ہے۔ (مسلم:7552)

(3) ﴿اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا﴾ ''اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں'' ایسی حالت میں تو آقا پر واجب ہے کہ اسے بدکاری سے روک دے۔ اور اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہے تو اس صورت میں وہ بدکار ہے۔

(4) ﴿لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾ ''کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو'' یعنی تمھارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ دنیا کے مال کی خاطر انہیں بدکاری کے لیے مجبور کرو جب کہ وہ تم سے بہتر اور پاک دامن ہوں، دنیا کا مال بہت تھوڑا ہے اور تمھاری کمائی تمھاری پاکیزگی ہے تھوڑے سے سامان دنیا کے لیے دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب نہ کماؤ۔

(5) ﴿وَمَنۡ يُّكۡرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم والا ہے۔'' (i) لونڈیوں کو بدکاری کی اجازت نہیں دی جاسکتی یہاں اس سے یہ واضح کرنا مطلوب ہے کہ اگر لونڈیاں اپنی مرضی سے بدکاری کی مرتکب ہوں تو وہ اپنے جرم کی ذمہ دار ہیں اگر مالک زبردستی پیشہ کرائے تو مجرم مالک ہے۔ (قرآناًعجباً)

(ii) اللہ رب العزت نے لونڈیوں کو جن پر جبر کیا گیا توبہ کی طرف، پاک دامنی کی طرف بلایا ہے۔ یعنی اب وہ گناہ چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیں۔ جو گناہوں سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ وہ گناہوں کا بے حد بخشنے والا الغفور ہے اللہ تعالیٰ اس پر

رحم فرمائے گا کیونکہ وہ رحیم نہایت رحم والا ہے اس کے آقا نے اسے گناہ پر مجبور کر کے اس پر رحم نہیں کیا اور اس لونڈی نے توبہ کر کے اپنے نفس پر رحم کیا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی توبہ کی طرف بلایا ہے جو اپنی لونڈیوں کو جبراً زنا پر مجبور کرتے رہے انھیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور تمام گناہوں کو ترک کر دینا چاہیے اگر وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں گے تو وہ گناہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

سوال 6: کیا زنا کی اجرت حرام ہے؟

جواب: (1) زنا کی اجرت حرام ہے نبی ﷺ نے پچھنے لگانے والے کی کمائی سے، زنا کی اجرت سے اور غیب کی بات بتانے والے کی مزدوری سے منع فرمایا۔

(2) نبی ﷺ نے فرمایا! مذاق کی اجرت گندی ہے پچھنے لگانے والے کی اجرت گندی ہے اور کتے کی قیمت گندی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1330/2)

﴿وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح آیات اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور متقیوں کے لیے ایک نصیحت بھی نازل کی ہے'' (34)

سوال 1: ﴿وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح آیات اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور متقیوں کے لیے ایک نصیحت بھی نازل کی ہے۔'' قرآن کی فضیلت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کی ہیں'' یعنی رب العزت نے تم پر وہ آیات نازل فرمائی ہیں جو واضح ہیں جن کی ہمیں ضرورت ہے جن میں اتنی وضاحت ہے کہ کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

(2) اس سے مراد وہ آیات ہیں جن میں زنا، قذف اور لعان کا قانون بیان کیا گیا ہے۔ جن میں بدکار مردوں اور عورتوں کو اہل ایمان سے رشتہ نکاح میں بندھنے سے روکا گیا ہے۔ جن میں بہتان لگانے اور فحش کی اشاعت سے روکا گیا ہے۔ جن میں عورتوں اور مردوں کو نگاہوں کی حفاظت اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے جس میں پردے کے احکامات دیئے گئے۔ جس میں غلاموں اور بے نکاح لوگوں کے نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں prostitution پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) ﴿وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ ''اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں'' یعنی ان آیات میں ان لوگوں کے واقعات ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے ان کے اچھے برے اعمال اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اس کی خبریں ہیں جن سے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو۔ ﴿فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ﴾ ''پھر ہم نے ان کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا۔'' (الزخرف: 56)

(4) یعنی جو کوئی رسول کی مخالفت کرے گا اس پر عذاب نازل کیا جائے گا۔

(5) یہ تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کا سوچا بھی نہ جا سکے۔ (قرآناً عجباً)

(6) ﴿وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بھی'' اللہ تعالیٰ نے یہاں وضاحت کی ہے کہ نصیحتیں ڈرنے والوں کے لئے ہوتی ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ تقویٰ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی ممکن ہے۔ (قرآناً عجباً)

(8) اللہ تعالیٰ نے آیات اہل تقویٰ کی نصیحت کے لیے نازل کی ہیں۔ تقویٰ والے ہی ان امور سے رکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ایسے امور کو اختیار کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

رکوع نمبر 11

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہے، چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو۔ نور پر نور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔'' (35)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہے، چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگرچہ اسے

آگ نے چھوا بھی نہ ہو۔نور پر نور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے" اللہ تعالیٰ ہی راہ نمائی اور روشنی عطا کرتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" (i) نور روشنی کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتی ہے۔ (ii) نور کا متضاد ظلمت ہے۔ یعنی اندھیرا۔ اس لحاظ سے کچھ سُجھائی نہ دینے کی کیفیت کا نام اندھیرا ہے اور سُجھائی دینے کی کیفیت کا نام روشنی ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو روشن کرنے والا ہے۔ (قرآناً عجبا)

(2) نور کی مثال انسان کی محدود سمجھ کے لیے ایک غیر محدود ذات کے تصور کو قریب لانے کے لئے دی گئی ہے۔ (قرآناً عجبا)

(3) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا ہادی ہے۔ وہ اس کے نور سے حق کی طرف ہدایت پاتے ہیں۔ اور وہ گمراہی سے اس کی ہدایت کی طرف آکر اسے مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔

(4) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔اللہ ہادی ہے ،آسمان والوں اور زمین والوں کا۔ وہی ان دونوں میں سورج ، چانداور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے۔ (ابن کثیر)

(5) اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے اس کا حجاب نور ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرہ مبارک کے انوار و جلال حد نگاہ تک مخلوق کو جلا کر راکھ کر دے۔ اس کے نور سے عرش، کرسی، سورج، چاند اور جنت منور ہیں۔ اسی طرح معنوی نور کا منبع بھی اللہ تعالیٰ ہے اس کی کتاب نور ہے، اس کی شریعت نور ہے، ایمان نور ہے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے مومن بندوں کے دلوں میں موجود معرفت الٰہی نور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نور نہ ہو تو گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں، لہٰذا ہر وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ہے وہ اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔ (تفسیر السعدی 1822/2:)

(6) ﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ﴾ "اس کے نور کی مثال" یعنی وہ نور جس کی طرف اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتا ہے ایمان والوں کے دلوں میں ایمان، اسلام اور قرآن کا نور ہے۔

(7) ﴿كَمِشْكٰوةٍ﴾ "ایک طاق کی سی ہے" (i) طاق دیوار کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں چراغ رکھا جاتا ہے۔ (ii) طاق سے مراد بندہ مومن ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی روشنی جہان میں پھیلتی ہے۔ (iii) چراغ سے مراد ایمان کی استعداد ہے۔ (قرآناً عجبا)

(8) ﴿فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾ "جس میں ایک چراغ ہے" طاق میں چراغ رکھنے کی وجہ سے روشنی ہر طرف پھیلتی ہے اور پورے ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔" (قرآناً عجبا) (9) کعب احبار نے کہا: المصباح سے مراد محمد ﷺ کا دل ہے (ابن ابی حاتم 2597/8)

(10) ﴿اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ﴾ "چراغ ایک فانوس میں ہے" فانوس اُس شیشے کو کہتے ہیں جس کے اندر چراغ رکھا جاتا ہے۔ (i) فانوس چراغ کو ہوا سے بچاتا ہے۔ (ii) فانوس کی وجہ سے چراغ کی روشنی صاف ہو جاتی ہے اور اس کی نورانیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ فانوس سے

مراد دل ہے۔ (قرآناعجبا)

(11)﴿اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ ''وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا'' یعنی اپنی خوب صورتی اور نفاست ولطافت کی وجہ سے یوں لگے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارہ۔

(12)﴿يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ﴾ ''وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے'' (i) زیتون کا درخت طویل عمر والا ہوتا ہے۔ جس کا ہر حصّہ مفید ہوتا ہے۔ (ii) زیتون کے درخت کو مبارک کہا گیا ہے کیونکہ زیتون کا درخت مفید ہوتا ہے اس کا تیل اس کی لکڑیاں، اس کے پتے اور اس کا پھل ہر چیز مفید ہوتی ہے۔ (قرآناعجبا)

(13) زیتون کا درخت بڑا بابرکت درخت ہوتا ہے اس سے گونا گوں فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کا تیل چراغوں میں بھی جلایا جاتا ہے اور نہایت نفیس مفید روشنی دیتا ہے یہ بطور سالن بھی کام میں آتا ہے اور ایک قسم کی خاص لذت بھی اپنے اندر رکھتا ہے کمال یہ ہے کہ درخت سے تیل نکالنے کے لئے کسی کولھو کی ضرورت نہیں ہر شخص بآسانی خود نکال سکتا ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے زیتون کے تیل سے ناسور اچھا ہوتا ہے۔ چوٹی سے جڑ تک اس کے درختوں میں تیل ہی تیل ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری:244/8)

(14)(i) زیتون کا درخت وادی مقدس طویٰ میں پیدا ہوتا ہے۔

(ii) زیتون کے مبارک درخت سے مراد قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی ہر چیز مفید ہے۔ (قرآناعجبا)

(15)(i) تیل سے آگ بھڑکتی ہے۔ (ii) تیل سے چراغ جلتے ہیں۔ (iii) تیل سے روشنی ہوتی ہے۔ یہاں تیل سے مراد قرآن مجید کا علم اور اس کا فہم ہے۔ (قرآناعجبا)

(16)﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾ ''جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی'' یعنی وہ صرف مشرقی جانب نہیں ہے کہ دن کے آخری حصے میں اس کو سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو ﴿وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾ اور وہ فقط مغربی جانب بھی نہیں کہ دن کے پہلے حصے میں اس کو سورج کی روشنی حاصل نہ ہوتی ہو۔ جب یہ دونوں امور نہیں تو وہ زمین کے درمیان میں اگا ہوا ہے۔ جیسے ملک شام کا زیتون جیسے صبح وشام سورج کی روشنی حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے وہ نہایت عمدہ ہوتا ہے اور اس کا تیل انتہائی صاف ہوتا ہے (تفسیر سعدی:1823/2)

(17) زیتون کے درخت سے قرآن مجید مراد لی گئی، اس کے شرقی یا غربی ہونے سے مراد: (i) اس کا مطلب ہے ساری دنیا کے لئے اس کا علم عام ہے۔ (ii) اس کا علم ساری زندگی کے لئے ہے۔ (iii) اس کا علم صرف ایک بار حاصل کرنے والا نہیں زندگی کے آغاز سے اختتام تک حاصل کرنے والا ہے۔ (قرآناعجبا)

(18)﴿يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ ''قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو'' یعنی اس کا تیل انتہائی صاف ہے جس کی وجہ سے جب اسے آگ لگتی ہے تو زیادہ روشنی ہوتی ہے۔

(19) آگ جلانے کا کام کرتی ہے۔آگ حرارت پہنچاتی ہے۔آگ سے چراغ جلائے جاتے ہیں۔(i) یہاں آگ سے مراد دلوں کے اندر حرارت پیدا کرنے والی دعوت ہے۔(ii) یہاں آگ سے مراد وہ منظم کوشش بھی ہے جو دلوں کو گرمانے کے لئے قرآن مجید کی خدمت کے لئے کی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے اس مقصد کے تحت ایک لڑی میں پروئے ہوئے افراد کو ذمہ داریاں دی جاتی ہیں۔کام کئے جاتے ہیں لوگوں کے اندر بیداری کی روح پھونکی جاتی ہے اور لوگ ذمہ داریاں پوری کرنے لگتے ہیں۔(قرآناعجبا)

(20) ﴿ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ﴾ ''نور پر نور ہے'' یعنی آگ کی روشنی اور زیتون کے تیل کی روشنی۔یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور اسے مومن کے احوال کے ساتھ تطبیق دی ہے نیز یہ کہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ زیتون کے پاک صاف تیل کی مانند ہے۔پس اس کی فطرت صاف اور تعلیمات الٰہیہ اور اعمال مشروعہ کے لئے مستعد ہے۔جب اس کے پاس علم وایمان پہنچتا ہے تو یہ نور اس کے قلب میں روشن ہو جاتا ہے جیسے آگ چراغ کی بتی کو روشن کر دیتی ہے۔ اس کا قلب برے ارادوں اور فہم کی خرابی سے پاک ہوتا ہے۔جب قلب میں ایمان جاگزیں ہوتا ہے۔تو تمام کدورتوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور قلب کی یہ صفائی،موتی کی طرح چمکتے ہوئے فانوس کی مانند ہے۔پس قلب میں نور فطرت،نور ایمان، نور علم اور معرفت کی صفائی تمام اسباب مجتمع ہو جاتے ہیں اور یوں قلب میں روشنی پر روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اور چونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور ہر کسی میں اس نور کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔(تفسیر السعدی:1823/2)

(21) (i) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔اس کی کتاب اس کا نور ہے۔اس کا رسول اپنی صفات کے اعتبار سے نور ہے۔اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کے ذریعے سے زندگی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کا نور انسان کے دل کے اندر قرآن وسنت کے سچے فہم سے اُترتا ہے۔جتنا زیادہ انسان علم حاصل کرتا ہے۔جتنا غور وفکر کرتا ہے اتنی ہی انسان کے اندر روشنی کی استعداد بڑھ جاتی ہے اتنا ہی زیادہ انسان بُرائیوں سے پاک ہونے کی کوششیں کرتا ہے یوں دل کا آئینہ شفاف ہو جاتا ہے۔(iii) مومن کے دل کے اندر حق کی روشنی آتی ہے تو وہ یہ روشنی سارے جہان میں پھیلاتا ہے۔وہ جہاں بھی ہو روشنی کا امین ہوتا ہے۔روشنی دل کے اندر آتی ہے تو سارے ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔(قرآناعجبا)

(22) یہ رب کی روشنی ہے جس سے تاریک دل روشن ہو جاتے ہیں۔جس سے گھٹے ہوئے،تعفن زدہ ماحول میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔روشنی ہے جو دلوں کے اندر اترتی ہے۔روشنی جب روشن دلوں سے پھوٹتی ہے تو ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔یہ رب کی روشنی ہے،جس سے تاریک دل روشن ہو جاتے ہیں۔جس سے رہنے سہنے کے ڈھنگ آ جاتے ہیں۔جس سے گھٹے ہوئے،تعفن زدہ ماحول میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔جس سے زندگی میں بہار آ جاتی ہے۔جس سے رہنے سہنے کے ڈھنگ آ جاتے ہیں۔جس سے زمین کے رہنے والے جہانوں کے بادشاہ کی رضا کے لیے جینے لگ جاتے ہیں اور اس کی پسند کے مطابق آسمانی Life Style سیکھ جاتے ہیں۔جس

سے زمین کے باشندے آسمانی زندگی یعنی جنت کی زندگی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔اگر رب کی روشنی نہ ہوتی تو نہ آسمان میں روشنی ہوتی نہ زمین میں، نہ آسمان میں کسی کو ہدایت ملتی، نہ زمین میں۔رب کی روشنی میں ٹھنڈک ہے، مٹھاس ہے،سکون ہے،اطمینان ہے،آؤ یہ روشنی دلوں میں بسالیں، گھرانوں کو روشن کرلیں، آؤ روشنیوں کے مسافر بن جائیں،آؤ یہ روشنی پورے جہان میں پھیلادیں، زمین کو رب کی روشنی سے بھر دیں، آؤ زندگی کو امر کرلیں، یہی روشنی انسان کی ایمانی زندگی ہے،اسی روشنی کے ساتھ قبر میں اترنا ہے، بہت دور ہم نے جانا ہے۔اسی روشنی کے ساتھ میدان حشر میں راستہ تلاش کرنا ہے،اسی روشنی نے جنت تک لے جانا ہے، دلوں کے چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔قرآن مجید دل سے مراد انسان کی سوچ، سمجھ اور عقل وشعور کی قوت لیتا ہے۔دل ہی سے انسان کی زندگی کے فیصلے ہوتے ہیں۔اس اعتبار سے دل کے پاس انسان کو کنٹرول کرنے کی قوت ہے انسانی زندگی کی گاڑی دل چلاتا ہے۔دل کا سٹیئرنگ خواہشات کے ہاتھ میں ہو تو یہی دل ولدل بن جاتا ہے۔جہاں پھنسنے والا، ہر خواہش کے ساتھ مزید نیچے کی طرف دھنستا چلا جاتا ہے۔اور نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔دل کو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش ہو تو یہی دل رب رحمان کی بستی بن جاتا ہے جہاں رب کی روشنی کے رنگ پھوٹتے ہیں۔جہاں محمد ﷺ کی محبت پروان چڑھتی ہے، جہاں کچھ کر گزرنے کی تمنا بیدار ہوتی ہے جہاں اپنی ہستی کو رب پر نچھاور کرنے کی آرزو ہی زندگی کی گاڑی کا سٹیئرنگ بن جاتی ہے لیکن رب کی رضا اسی دل کو مطلوب ہوتی ہے۔جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم رکھتا ہو۔جس کے دل کے اندر رب کی پہچان کی روشنی ہو اس کے لیے رب کی رضا سب سے قیمتی چیز بن جاتی ہے۔دل پر خواہشات حکومت کرتی رہیں تو دل رب کی روشنی سے محروم ہو جاتے ہیں۔(قرآناً عجباً)

(23) دلوں کی چار قسمیں ہیں: (i) ایک تو صاف اور روشن۔(ii) ایک غلاف دار اور بندھا ہوا۔(iii) ایک الٹا اور اوندھا۔(iv) ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا۔پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے۔اور دوسرا دل کافر کا دل ہے۔اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا پہچان لیا پھر منکر ہو گیا۔چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی ہے۔ایمان کی مثال تو اس میں ترکاری کے درخت کی مانند ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے۔اور اس میں نفاق کی مثال پھوڑے کی سی ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے۔اب ان میں سے جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔(تفسیر الاساس:3774/7)

(24) (i) دل کے اندر رب کی روشنی آئے تو انسان کے لیے رب کی رضا پانا، رب کی رضا کو جاننا، رب کی رضا والے کام کرنا، رب کی خوشی کے لیے جینا، رب کی خاطر جان دینا ہی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے، انسان رب کا بن جاتا ہے۔(ii) دل کے اندر رب کی روشنی آتی ہے تو یہ اس روشنی کا مزاج ہے یہ روشنی خود بخود دوسروں تک پہنچنے کے لیے بے قرار ہوتی ہے اسی لیے انسان نبیوں کے مشن کو، اصلاح کے کام کو، اپنا کام بنالیتا ہے۔(قرآناً عجباً) (25) رسول اللہ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ کی روشنی سے روشن تھا آپ ﷺ نے اس روشنی کو حرا میں پایا تھا۔

(26) رسول اللہ ﷺ جب طائف سے دُکھی دل لیے لوٹ رہے تھے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے نور کی پناہ کے لیے دُعا کی تھی۔

﴿اعوذ بنور وجهك الذی اشرقت به الظلمٰت وصلح علیه امر الدنیا ولاخرة﴾ ''میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے تمام ظلمتیں دُور ہو جاتی ہیں اور جس کی وجہ سے دنیا اور آخرت کی اصلاح ہو جاتی ہے۔'' (رحمۃ للعالمین)

(27) ابن عباس سے سنا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ، لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَأَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. أَوْلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ ''اے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لئے مناسب ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے انبیاء سچے ہیں۔ محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کیے ہوئے دلائل پر بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (بخاری:1120)

(28) انسان کے اندر حق کی طلب موجود ہوتی ہے یہ طلب بہت Power ful ہے گویا یہ پیٹرول ہے کہ آگ قریب بھی آئے گی تو بھڑک اُٹھے گا اگر اس طلب کو ضائع نہ کیا جائے تو ہر دم حق کو پانے کے لیے بے تابی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے مومن کو جہاں سے اللہ تعالیٰ کا نور ملے وہ بے تاب ہو کر لپکتا ہے کیونکہ اسی سے اس کا دل، اس کی زندگی روشن ہوتی ہے۔ اندر کی روشنی یعنی حق کی طلب اور باہر سے ملنے والا اللہ تعالیٰ کا علم دونوں مل جائیں روشنی پر روشنی بڑھنے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(29) ﴿يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف اسی کی راہ نمائی کرتا ہے جو اس کی طرف خود لپکنا چاہتا ہے۔ یہ نور طلب کے ساتھ ہی ملتا ہے۔ (قرآناً عجباً) یہ نور پاک اور طیب لوگوں کو ملتا ہے۔

(30) اللہ تعالیٰ اپنے نور کی اتباع کی توفیق جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ نور یہ قرآن ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ (جامع البیان:153/18)

(31)﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:257)

سوال 2:﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے'' تا کہ وہ اس سے عقل و فہم حاصل کریں یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ہے، نیز یہ مثالیں اس لئے بھی بیان کی گئی ہیں تا کہ باطل سے حق واضح ہو جائے کیونکہ ضرب الامثال معانی معقولہ کو محسوسات کے قریب کر دیتی ہیں اور بندوں کو واضح طور پر ان کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ (تفسیر السعدی:1823/2)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحدید:9)

(3)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمہاری جانب ایک واضح نور اُتار دیا ہے۔'' (النساء:174)

(4)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔'' پس اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ضرب الامثال اس ہستی کی بیان کی ہوئی ہیں جو تمام اشیاء کے حقائق اور ان کی تفاصیل کو جانتی ہے اور وہ یہ بھی جانتی ہے کہ ان میں بندوں کے لئے مصلحت ہے۔ پس تمہیں ان پر اعتراض اور ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ تمہیں ان میں تدبر اور غور و فکر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (تفسیر السعدی:1823/2)

(5) سعید بن جبیر نے کہا کہ وہ تمھارے اعمال کو جاننے والا علیم ہے۔ (ابن ابی حاتم:6204/8)

﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾

''(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور جن میں اس کے نام کو یاد کیا جائے، وہ اس میں صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں'' (36)

سوال 1: ﴿فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ﴾ ''(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور جن میں اس کے نام کو یاد کیا جائے، وہ اس میں صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ﴾ ''(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں'' ابن عباس نے کہا: مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ آسمان والوں کے لیے وہ گھر ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے تارے چمکتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے نور کی قندیلیں مسجدوں اور دین کی تعلیم کے مراکز میں روشن ہوتی ہیں۔ اس کے نور کی طرف ہدایت پانے والے ان گھروں میں رہتے ہیں جن کو بلند کرنے اور ان میں اپنے ذکر کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ گھروں سے مراد اللہ تعالیٰ کے گھر، اللہ تعالیٰ کی مسجدیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم کے مراکز ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(3) مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، ان کی تعظیم واجب ہے۔ حدیث ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ مجھ سے محبت کرے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ قرآن سے محبت کرے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ مسجدوں سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ کے گھر ہیں، اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت، وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی حفاظت میں وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتے اور حاجتیں پوری کرتے ہیں وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (قرطبی، تفسیر معارف)

(4) سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گھروں میں (بھی) مسجدیں (یعنی نماز پڑھنے کی مخصوص جگہیں) بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کریں۔ (قرطبی) (5) گھروں کو بلند کرنے سے مراد گھر کی دیواریں اٹھانا، گھر کی تعمیر کرنا ہے۔

(6) گھروں کو بلند کرنے سے مراد گھروں کو شرکیہ افعال واقوال سے پاک کرنا بھی ہے۔

(7) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔'' (بخاری: 450)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں سب سے محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے برے و ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں۔'' (مسلم: 671)

(9) (ا) اللہ تعالیٰ کے گھروں کو تعمیر کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا ہے۔

(ii) گھروں کو بلند کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم دینا بھی ہے۔

(10) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دوکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں ﴿اللھم اغفر له، اللھم ارحمه﴾ ''اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر۔'' جب تک کہ ریح خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے۔'' (بخاری:477)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔'' (التوبہ:18) مساجد کو بلند کرنے میں ان کی صفائی، ان کو ناپاکی سے پاک رکھنا اور ذکر الٰہی کے سوا دیگر آوازوں سے محفوظ رکھنا بھی شامل ہے۔

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو۔'' (الجن:18)

(13) سیدنا ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے نکلتا ہے، اس کو حج کا احرام باندھنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔'' (ابوداؤد:558)

(14) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے کہا (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے۔) اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، کیونکہ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔ (بخاری:470)

(15) ﴿وَيُذۡكَرَ فِيۡهَا اسۡمُهٗ﴾ ''جن میں اس کے نام کو یاد کیا جائے'' مساجد میں اللہ کا نام ذکر کرنے کا حکم ہے، اس میں ذکرِ الٰہی، تعلیم، مذاکرے، تلاوت، قرآن، تسبیح وتحلیل وغیرہ شامل ہیں۔

(16) مساجد میں فرض اور نفل ہر قسم کی نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا جاتا ہے۔ جیسے حرم کی نماز کو مختلف چینلز پر دیکھا کر پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔

(17) ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ فِيۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ﴾ ''وہ اس میں صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔'' رب العزت نے ان لوگوں کی مدح بیان فرمائی ہے جو مساجد کو عبادات کے ذریعے آباد کرتے ہیں وہ اخلاص کے ساتھ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔

(18) ان دو اوقات کے شرف کی وجہ سے ان کو مخصوص کیا ہے۔ (19) تسبیح میں نماز بھی شامل ہے۔

(20) صبح وشام کے اوقات کو اذکار کے لیے بھی مشروع کیا گیا ہے۔

(21) جن کے دل اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روشن ہوتے ہیں وہ صبح وشام مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کرتے ہیں۔(قرآناً عجبا)

﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ﴾

''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی'' (37)

سوال 1: ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ﴾ ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی'' (i) اللہ تعالیٰ کے گھروں میں دل لگانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں۔(ii) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔(iii) جو اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔(iv) جن کی تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتی۔(v) جو نماز قائم کرتے ہیں۔(vi) جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔(vii) جو اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔(قرآناً عجبا)

(2) مساجد کو ایسے لوگ آباد کرتے ہیں جو رب کی تسبیح پر، اس کے ذکر پر، دنیا اور اس کے مشاغل کو ترجیح نہیں دیتے انہیں تجارت اور خرید و فروخت ایسے مشغول نہیں کرتی کہ انہیں رب یاد نہ آئے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کردیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارا اٹھانے والے ہیں۔'' (المنافقون:9)

(3) ابن عباس نے کہا: ''ذکر اللہ سے مراد فرض نماز ہے۔''

(4) ﴿وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے سے'' یعنی وہ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔

(5) ﴿وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرنے سے'' یعنی وہ اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

(6) ﴿يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ ''وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی'' یعنی انھیں اس دن کا دھڑکا لگا رہتا ہے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ قیامت کا دن انتہائی ہولناک ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (۴۲) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔ (ابراہیم:42،43)

(7) ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ ''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔'' (المومن:18)

(8) ﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾ ''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا۔'' (الدھر:10)

﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' (38)

سوال1: ﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے'' یعنی ان کے اعمال صالحہ پر انہیں جزا دے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ اُن سے وہ بدترین عمل دور کردے جو انہوں نے کیے اور انہیں اُن بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الزمر:35) (2) اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک اعمال مقبول ہوں گے۔

(3) ﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (۱۰) فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۱۱) وَجَزٰىهُمْ

﴿بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾ (۱۲) ''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا۔'' (الدھر:10,12)

(4) ﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے'' یعنی وہ اپنے فضل و کرم سے اعمال سے بڑھ کر انہیں عطا کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے'' (الانعام:16)

(5) ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور ان چیزوں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (یونس:26)

(6) ﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے رزق سے مراد جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ بے حساب رزق دیتا ہے، اس سے مراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کرنا ہے۔ جہاں رزق کی فراوانی ہو گی۔ (قرآناً عجبا) ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر دی ہیں، جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال بھی گزرا ہے۔ اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو، ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ (بخاری:3244)

(7) اللہ تعالیٰ اُنہیں اتنا اجر عطا کرے گا کہ ان کے اعمال وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ بغیر شمار اور بغیر ناپ تول کے اجر عطا فرمائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے اُن کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں۔ جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' (39)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّ

وَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے اُن کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں۔جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے'' یعنی جنہوں نے اپنے رب کا ،اس کے رسولوں کا ،آخرت کے دن کا انکار کیا رب العزت نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ کافروں کے اعمال کے اکارت جانے اور ان کی حسرت کو ظاہر فرمائے۔

(2)﴿اَعۡمَالُهُمۡ﴾ ''اُن کے اعمال'' اس سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں کافر اور مشرک نیکیاں سمجھ کر کرتے ہیں۔مثلاً صلہ رحمی ،صدقہ وخیرات، ہسپتال بنانا،غریبوں کی خدمت کرنا، بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا، بیت اللہ کی تعمیر ،حاجیوں کو پانی پلانا۔(قرآناً عجباً)

(3)﴿كَسَرَابٍۢ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً﴾ ''صحرا میں سراب جیسے ہیں۔جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے'' سراب چلنے کو کہتے ہیں، اس ریت کو کہتے ہیں جو چلتے ہوئے پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے۔جو سورج کی شعاعوں کی وجہ سے چمکتی ہے تو پانی نظر آتا ہے۔کافروں کے اعمال کی مثال سراب کی طرح ہے جیسے سراب بنتے ہیں تو ریت پانی نظر آتی ہے ایسے ہی کافروں کے اعمال ہیں جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بے وزن ہوجائیں گے اور اُن کی جزا نہیں ملے گی۔(قرآناً عجباً)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا﴾ ''اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اُڑتی ہوئی خاک بنادیں گے۔'' (الفرقان:23)

(5)﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـًٔـا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے کچھ بھی نہ پایا'' یعنی جیسے سراب کے پاس جانے والے کو پانی نہیں ملتا اسی طرح کافر قیامت کے دن آئے گا اور وہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس خیر پائے گا جب کہ وہ اس کے پاس جائے گا تو بھلائی نہیں پائے گا بلکہ آگ میں داخل کردیا جائے گا۔(جامع البیان:159/18)

(6) پس اسے سخت ندامت ہوتی ہے اور امید کے منقطع ہوجانے کی وجہ سے اس کی پیاس اور بڑھ جاتی ہے۔اسی طرح کفار کے اعمال سراب کی مانند ہیں۔جاہل شخص جو معاملات کو نہیں جانتا اسے وہ اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں،ان کی ظاہری شکل وصورت اس کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے۔اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے انہیں بھی اچھے اعمال سمجھتا ہے اور وہ اعمال کا اسی طرح محتاج ہوتا ہے جس طرح ایک پیاسا شخص پانی کا محتاج ہوتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز جب اپنے اعمال کا سامنا کرے گا تو ان کو ضائع شدہ اور بے فائدہ پائے گا اور حال یہ ہوگا کہ یہ اعمال اس کے حق میں ہوں گے نہ اس کے خلاف ہوں گے۔(تفسیر السعدی:1826/2)

(7)﴿وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ﴾ ''اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے کسی معمولی کام کو بھی مخفی نہیں پائے گا تھوڑا یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا حساب چکا دے گا۔

(8)﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو دور نہ سمجھیں وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾

''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے، اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں، جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔'' (40)

سوال1:﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا﴾ ''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے، اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں، جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ ''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں'' سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے دوسری مثال بیان فرمائی ہے اور اس میں پانچ تاریکیاں ہیں۔ اس کا کلام تاریک، اس کا علم تاریک، اس کا عمل تاریک، اس کا نکلنا تاریک، اس کا داخل ہونا تاریک، اور اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں قیامت کے دن آگ میں ہوگا۔ (جامع البیان:161/18)

(2) گہرے سمندر سے مراد دنیا ہے۔

(3)﴿يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ﴾ ''جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے'' (i) موجوں سے دنیا کی زندگی کی موجیں ہیں یعنی وقت کی لہریں، گزرنے والا وقت ہے۔ (ii) بادل سے مراد کافرانہ اعتقاد ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(4)﴿ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ ''اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں'' ﴿ظُلُمٰتٌ﴾ سے مراد اندھیرے ہیں۔ کافروں کے کفر کو ظُلُمٰت سے یعنی اندھیروں سے مثال دی ہے۔ عقیدے کے اندھیرے ہیں۔ شرک کے اندھیرے ہیں۔ گمراہیوں کے اندھیرے ہیں۔ اللہ کے عذاب سے اور انجام سے ناواقفیت کے اندھیرے ہیں۔ کفر کے اندھیرے جو کافر کو ہدایت کے راستے پر نہیں آنے دیتے۔ (قرآناً عجباً)

(5)﴿اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا﴾ ''جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے۔'' (i) دوسری مثال میں کفر کے

اندھیروں کو سمندر کے اندھیروں سے واضح کیا کہ دنیا کی زندگی میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی نہیں پاتے کیسے اُن کے لئے گزرتے وقت اور حالات میں صحیح رویہ رکھنا ناممکن ہوجاتا ہے۔(ii) سمندر کے اُوپر بادل ہے سمندر میں چونکہ کفر کے اندھیرے ہیں اس لیے اندھیروں سے اُٹھنے والے بادل وہ کافرانہ اعتقادات ہیں جو گمراہیوں پر مشتمل ہیں۔(iii) جیسے گہرے سمندر کے اندھیروں میں جہاں سمندر کے اُوپر بادل چھائے ہوئے ہوں، موج پر موج چھائی ہوئی ہو، ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہیں دیتا ایسے ہی کافر پر اُس کے کافرانہ اعتقادات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ اُسے حق دکھائی نہیں دیتا اس لیے وہ ہدایت نہیں پا سکتا۔ (قرآناً عجباً)

(6) ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔'' (i) دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا نور اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اللہ کا کلام، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ جو زندگی گزارنے کا پروگرام ہیں۔ (ii) آخرت میں میدان حشر میں ملنے والا نور ہے۔

(7) کیونکہ اس کا نفس ظالم اور جاہل ہے، اس میں کوئی بھلائی اور کوئی روشنی نہیں سوائے اس بھلائی اور روشنی کے جو اس کا رب اسے عطا کر دے۔ ان دونوں تمثیلوں میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے تمام کفار کے اعمال مراد ہوں۔ دونوں تمثیلیں کفار کے اعمال پر منطبق ہوتی ہیں اور اعمال کے تعداد اوصاف کی بنا پر ان کو متعدد بیان کیا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ دونوں مثالیں الگ الگ گروہوں کے لئے بیان کی گئی ہوں۔ پہلی تمثیلیں قائدین کے لئے اور دوسری مثال پیروکاروں کے لئے ہو۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر السعدی:1827/2)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ‌ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيۡنَ ‌ۙ وَيَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' (ابراھیم:27)

(9) ﴿مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ‌ ؕ وَيَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف:186)

(10) ﴿اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ‌ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''پھر کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنے خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کے باوجود اسے گمراہی میں ڈال دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اس کو ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' (الجاثیہ:23)

رکوع نمبر 12

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ‌ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

﴿وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں؟ ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' (41)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۗ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں؟ ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے اپنا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ! کیا آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھ سے نہیں دیکھا کہ تم جانتے کہ کائنات کی ہر مخلوق فرشتے، انسان، جنات، حیوانات، نباتات جمادات، اپنے رب کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ یعنی زبان قال اور زبان حال سے اس کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۗ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (سورہ بنی اسرائیل:44)

(2) ﴿وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ﴾ ''اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں'' اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اُڑ رہے ہیں۔

(3) (i) پرندے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں ان کی تسبیح آسمان اور زمین کے درمیان فضاؤں میں اُڑتے ہوئے ہوتی ہے جب کہ دوسری مخلوقات یعنی حیوانات زمین پر چلنے پھرنے کی قدرت رکھتے ہیں فضاؤں میں پرواز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (ii) پرندوں کا تذکرہ اُن کی صف بندی اور منظم پرواز کی وجہ سے کیا گیا۔ (قرآناً عجباً)

(4) ﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ﴾ ''ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے'' یعنی مخلوق کے دلوں میں جو تسبیح الہام کردی گئی وہ اپنی تسبیح اور نماز کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کا ہر طریقہ بتا دیا ہے اور ایک راستہ سمجھا دیا ہے۔

(5) کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ جس کام پر اسے اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے بلا چوں چرا اس کو سر انجام دے رہی ہے۔ اور فطری قانون اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ ان سے سر مو تجاوز نہیں کرتی۔ ایسی

اطاعت کو بھی ان کی نماز اور تسبیح کہا جاسکتا ہے۔تاہم ان اشیاء کی نماز اور تسبیح اس کے علاوہ اور چیز ہے جسے ہم انسان یا جن جو مکلف مخلوق ہے، جان نہیں سکتے۔اور تسبیح کرنے والی اشیاء اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اس کا طریق کار کو خوب جانتی ہیں (تیسیر القرآن:275/3)

(6) رب العزت نے پہاڑوں کی تسبیح کے لیے فرمایا: ﴿اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِيِّ وَالۡاِشۡرَاقِ﴾ ’’بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کردیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے۔‘‘ (ص:18)

(7) چیونٹیوں کی تسبیح کے بارے میں نبی ﷺ نے واضح فرمایا کہ چیونٹی نے ایک نبی عزیر یا موسیٰ علیہ السلام کو کاٹ لیا تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایسی خلقت کو جلا کر خاک کردیا جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔(بخاری:3019)

(8)(i) اللہ تعالیٰ نے انسان پر واضح کیا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کا طریقہ زندگی اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے۔ہر ایک کے پاس اس کا علم اور فہم الہامی ہے یعنی یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کررہی ہے اور ہر ایک اپنا طریقہ جانتا ہے کہ وہ تسبیح کیسے کرے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔جس طرح اُن کی تخلیق پر کوئی اور قادر نہیں ایسے ہی اُن کے علم پر بھی کوئی اور قدرت نہیں رکھتا، حتیٰ کہ وہ خود بھی نہیں۔(ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ ننھی مخلوقات اپنے خالق کو پہچانتی ہیں اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتی ہیں لیکن تمہیں اختیار دیا ہے جس میں تمہارا امتحان ہے کہ چاہو تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلو اور چاہو تو انکار کردو۔اور تم اپنے خالق کو نہیں پہچانتے اپنی زندگی کے پروگرام کا علم نہیں رکھتے اور اپنی تسبیح اور عبادت کے طریقے نہیں جانتے (iii) اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے علم سے انسان کو اُس کی لاعلمی کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو تم اپنے رب کی ذات وصفات کا علم نہیں رکھتے یہی علم کی کمی تو انسان کی تسبیح، عبادت اور اطاعت میں رکاوٹ ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اس کے نور تک رسائی علم کے بغیر ممکن نہیں۔علم کے بغیر تو کفر اور گمراہی کے اندھیرے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی روشنی میں نہیں وہ اندھیرے میں ضرور ہیں۔(v) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ پرندوں کے پاس وہ عقل نہیں تھی جو انسان کے پاس ہے تو پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے الہام کردیا لیکن تمہارے پاس وحی کے توسط سے علم آیا رسولوں نے تمہیں علم سکھانے کی کوششیں کی لیکن اتنی منظم کائنات میں سب سے باشعور مخلوق کتنی غیر منظم ہے۔جیسے اقبال نے کہا: صفیں کج، جبین پریشان، سجدے بے ذوق (vi) اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی تنظیم سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کی وجہ پختہ الہامی علم ہے لہٰذا انسانی زندگی کے لئے سبق حاصل کرو کہ علم وحی کو پختہ کئے بغیر نہ وہ تنظیم سیکھ سکتے ہو نہ تمہاری صف بندی ہوسکتی ہے نہ تمہاری زمین پر زندگی نتیجہ خیز ہوسکتی ہے، لہٰذا علم وحی کی پختگی کے لئے کوشش کرو۔(vii) کائنات انسان کا ماحول ہے اور ہر چیز جس ماحول میں رہتی ہے اس کا اثر قبول کرتی ہے انسان کو وہ ماحول دکھایا گیا ہے جس میں وہ رہتا ہے اور یہ سمجھایا گیا ہے کہ دیکھو ہر چیز کیسے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور عبادت میں مشغول ہے انسان کے دائیں بائیں آگے پیچھے، اوپر نیچے ہر چیز شکلوں، رنگوں اور مزاجوں کے اختلاف کے باوجود بنیادی مقصد کے اعتبار سے ایک ہیں سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کی

حمد بیان کرنا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا ہے۔(viii) انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہر چیز ویسی ہی ہے جیسے اس کو رہنا چاہیے لہٰذا آپ بھی ویسے رہو جیسے آپ کو رہنا چاہیے یعنی حق کے مطابق۔ (قرآناً عجباً)

(9) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز حرکت میں ہے تسبیح بیان کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سب کو کائنات میں حرکت کرنے کے مواقع دے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس پر وہ گرفت کرے گا لہٰذا شعور اور ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم حاصل کرو، اپنی زندگی کے پروگرام کا علم حاصل کرو، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تسبیح میں مشغول ہو جاؤ۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے'' (42)

سوال 1: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے'' مالک ومختار اللہ تعالیٰ ہی ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے'' اللہ رب العزت ساری کائنات کا مالک ومختار ہے۔ وہی بادشاہ ہے، سچا معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زور آور بادشاہ ہے جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے۔

(2) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔'' (i) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے نہ بھاگو۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ اس کے عذاب سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں لہٰذا اپنی جان بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جانے کے، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی غلامی کے طریقوں کا علم حاصل کرو جیسا کہ ہر مخلوق صاحب علم ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں لہٰذا سرکشی چھوڑ کر اس کی طرف توجہ کرلو اُسے جانو، اُسے سمجھو، اُس سے خوف رکھو، اُسی سے اُمید کا رشتہ قائم کرلو، اسی پر توکل کرو، اُسی کے لئے جستجو، اُسی کے لئے جان دے دو، اُسی کے لئے جینے کے طریقوں کا علم حاصل کرلو، اُسی کے لئے جان گھلانے اور جان دینے والے کام کرو، اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ ہر ایک کے بارے میں عدل سے فیصلے کرے گا۔ (قرآناً عجباً)

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ

﴿يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے درمیان سے نکلتی ہے اور وہ آسمان کے ان پہاڑوں سے اَولے نازل کرتا ہے، جو اس (آسمان) میں ہیں پھر جس پر چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' (43)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے درمیان سے نکلتی ہے اور وہ آسمان کے ان پہاڑوں سے اَولے نازل کرتا ہے، جو اس (آسمان) میں ہیں پھر جس پر چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادل برستے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے'' رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نظارہ نہیں کیا کہ کیسے وہ بادلوں کے بکھرے ٹکڑوں کو نرمی اور سہولت سے اکٹھا کرتا ہے۔

(2) ﴿ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا﴾ ''پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے'' اللہ تعالیٰ کیسے بادلوں کو اکٹھا کر دیتا ہے اور بادل کس طرح تہ بہ تہ جم جاتے ہیں۔ وہی بادل پہاڑوں کی مانند ہو جاتے ہیں۔

(3) ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ﴾ ''پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے درمیان سے نکلتی ہے'' آپ بادلوں سے بارش کو برستے ہوئے دیکھتے ہو کس طرح وہ بارش برستی ہے اور اس سے زمین سیراب ہو جاتی ہے۔ ندی نالے اور دریا بھر جاتے ہیں۔ قسم قسم کی نباتات اگتی ہے۔

(4) (i) بارش کے لئے سورج اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حرارت دیتا ہے۔ (ii) بارش کے لئے سمندر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پانی کو بھاپ میں تبدیل ہونے کے لئے اللہ کے پانی حاضر کر دیتے ہیں۔ (iii) بارش کے لئے اوپر کی فضا سمندر سے اُٹھنے والی بھاپ کو ٹھنڈا کرنے کا کام کرتی ہے۔ (iv) بارش کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہوائیں بادلوں کو لے چلتی ہیں۔ (v) بارش کے لئے بادلوں کے ٹکڑے اللہ تعالیٰ کی حکم سے جڑ جاتے ہیں۔ (vi) اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے بارش کے قطروں کو ٹپکا دیتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(5) اللہ تعالیٰ نے بارش کی مثال سے یہ شعور دلایا ہے کہ بارش ایک ہم آہنگ عمل یعنی اجتماعی عمل کے نتیجے میں وجود میں آتی ہے زمین سے لے کر سورج تک ایک عظیم عمل جاری ہوتا ہے تو بارش برستی ہے۔ انسان کو یہ توجہ دلائی جارہی ہے کہ اگر سورج کو فقط اپنی فکر لاحق رہے سمندر اپنے گھر کے اندر مگن رہیں، سمندروں کا پانی فضاؤں میں نہ پہنچے اور پھر بادلوں کے ٹکڑے، ٹکڑیوں میں بٹے رہیں اور کوئی انہیں جوڑنے والا نہ ہو تو بارش کیسے برسے؟ (قرآناً عجباً)

(6) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' (الروم:48)

(7) ﴿اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟'' (الواقعہ:69,68)

(8) ﴿وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ ''اور وہ آسمان کے اُن پہاڑوں سے اولے نازل کرتا ہے جو اس میں ہیں'' اس سے مراد آسمان میں، بادلوں میں برف کا جم کر پہاڑ کی شکل اختیار کر لینا ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اولے برساتا ہے۔ (ii) اولوں کا برسنا ہلاکت کا باعث بنتا ہے جبکہ برف کا آہستگی کے ساتھ برسنا رحمت کا باعث بنتا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے رحمت عطا کرتا ہے۔ جس کو چاہے ہلاک کر دیتا ہے (قرآناً عجباً)

(9) ﴿فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ﴾ ''پھر جس پر چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس پر چاہتا ہے ژالہ باری کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بچا لیتا ہے۔

(10) ﴿یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ ''قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو ان بادلوں کے اندر سے بجلی نکلتی ہے جن کی تیز روشنی اور چمک کی وجہ سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔

(11) وہ ہستی، وہ ذات جس نے بادلوں کو اٹھایا، پہنچایا اور برسایا کہ ہمیں فائدہ حاصل ہو وہ کامل قدرت اور رحمت کی مالک ہے۔

﴿یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹتا ہے، بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے'' (44)

سوال 1: ﴿یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹتا ہے،

بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے" رات دن میں اللہ تعالیٰ ہی کا تصرف ہے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹتا ہے"(i) اللہ تعالیٰ دن اور رات کے بدلنے سے کبھی دن لمبے اور راتیں چھوٹی اور کبھی راتیں لمبی اور دن چھوٹے کر دیتے ہیں۔(ii) اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہٹا کر دن کے اندھیرے دور کر دیتے ہیں۔ سورج کی روشنی سے زمین کو چمکا دیتے ہیں۔(iii) اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہٹا کر رات کی تاریکی کو چاند کی روشنی سے دور کر دیتے ہیں یوں اللہ تعالیٰ کے نور اور اندھیروں کو کائناتی منظر سے دکھاتے ہیں کہ روشنیاں اور تاریکی کیسے اس کے حکم کی پابند ہیں۔(قرآناعجبا)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے وہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں، میرے ہی ہاتھ میں سب کچھ ہے میں رات اور دن کو ادلتا بدلتا رہتا ہوں۔(بخاری:4826)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم تکلیف دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! تو کوئی تم میں سے ہرگز یوں نہ کہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! اس لیے کہ زمانہ میں ہوں، رات اور دن میں لاتا ہوں، جب میں چاہوں گا تو رات اور دن ختم کر دوں (جب رات اور دن کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو رات اور دن کو یعنی زمانے کو گالی دینا دراصل اللہ کو گالی دینا ہوگا"(مسلم:5864)

(4)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ "اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدتِ مقررہ تک چلتا ہے۔ سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔"(الزمر:5)

(5)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ "بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے۔"(i) عبرت کے اصل معنی ہیں عبور کرنا، طے کرنا۔(ii) عبرت سے مراد وہ شعوری سفر ہے جس میں انسان ایک واقعے سے حقیقت کو Link کرتا ہے جب ایک انسان کسی ظاہری واقعے پر غور وفکر کا سفر کرتے ہوئے اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کے نور کو پالیتا ہے تو اسی کو عبرت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بصیرت والے وہ ہیں جو ظاہری واقعے سے غور وفکر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے نور کو پالیتے ہیں۔(قرآناعجبا)

(6)﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ "کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔"(النمل:86)

(7)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ "اور اُس کی

نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اوردن کو سونا اور تمہارا اُس کے فضل میں سے تلاش کرنا، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔'' (الروم:23)

(8)﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اوردن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (آل عمران:190)

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَيۡنِ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (45)

سوال 1: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَيۡنِ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' ہر طرح کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبے کی دلیل ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ کی ساری جاندار مخلوقات کا مادہ تخلیق پانی ہے رب العزت نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' (الانبیاء:30)

(2) پس وہ حیوانات جن کا سلسلہ تناسل جاری ہے، ان کا مادہ تخلیق نطفہ کا پانی ہے جب نر مادہ کو حاملہ کرتا ہے تو اسی آب نطفہ سے تخلیق ہوتی ہے اور وہ حیوانات جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف پانی کی رطوبتوں سے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً حشرات الارض۔ ان میں نطفہ وغیرہ موجود نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ آب نطفہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ پس مادہ تخلیق ایک ہے، مگر اس سے پیدا ہونے والی مخلوق بہت سے پہلوؤں سے (ایک دوسرے سے) مختلف ہوتی ہے (تفسیر السعدی:1831/2،1830)

(3)﴿وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَی الۡمَآءِ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اُس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے

کون زیادہ اچھا ہے۔'' (ھود:7)

(4) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ آپ کے پاس عالم کی پیدائش کا حال پوچھنے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (پہلے صرف) اللہ کی ذات تھی اور اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا اور آسمان اور زمین پیدا کیے۔'' (بخاری کتاب بدء الخلق) (5) حیوانات کی اصل کا ایک ہونا، اللہ کے ایک ہونے تک لے جاتا ہے۔

(6) ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ﴾ ''پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے'' یعنی سانپ اور اس جیسے جانور جو پیٹ کے بل رینگ کر چلتے ہیں۔

(7) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ﴾ ''اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے'' یعنی انسان اور پرندے جو دو پاوں پر چلتے ہیں۔

(8) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ﴾ ''اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے'' جیسے چوپائے اور مویشی وغیرہ چلتے ہیں۔

(9) ﴿يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔'' جیسے بعض حیوانات چار سے زیادہ پاؤں رکھتے ہیں۔

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں۔، سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلا شبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (سورہ الرعد:4)

(11) (i) اللہ تعالیٰ نے زندگی کی ایک اصل کو اپنی قدرت کا نشان بنایا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے ایک مادہ سے مختلف شکلوں والے جانور بنا کر اپنی قدرت کو ثابت کیا ہے (iii) اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ارادے اور تقدیر کے بغیر یہ اتفاق نہیں ہے کہ ہر چیز کی ایک تقدیر مقرر ہو گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ہدایت دی اور یہ شعور دیا کہ اُس کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''بلا شبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے'' (46)

سوال 1: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''بلا شبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے'' قرآن مجید کے احکامات حکمتوں اور مصلحتوں والے

ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کردی ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں زندگی کی کامیابی کے لیے احکامات اور ہدایت کا واضح بیان ہے۔ یہ آیات شریعت کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں جس سے گمراہی اور ہدایت میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

(2) یعنی ایسی واضح علامات ہیں جو حق کے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ (جامع البیان:166/18)

(3) یہ آیات اس ہستی کی نازل کردہ ہیں جس کا علم کامل ہے۔ ان کے نزول کے بعد کسی حق کو تلاش کرنے والے کے لیے مشکل باقی نہیں رہ گئی اور باطل پسند کے لیے کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی۔ ﴿لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ﴾ ''تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔'' (سورہ الانفال:42)

(4)﴿وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جن کے لیے بھلائی سبقت لے گئی۔ یہ آیات ہی صراط ہیں۔ یہ صراط الحق، صراط الھدیٰ، اور صراط النور ہیں۔ اور سچے مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول کے حکم کو قبول کرتے ہیں۔

(5) (i) صراط مستقیم سے مراد ہدایت کا راستہ ہے۔ (ii) صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے جس کے مطابق زندگی بسر کر کے انسان اپنی منزل جنت تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ سیدھا جنت تک لے جانے والا راستہ ہے اسی اعتبار سے اسے صراط مستقیم کہا گیا۔ (قرآناً عجباً)

(6) اس راستے پر وہ لوگ چلتے ہیں جو علم حق کو ترجیح دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (47)

سوال 1:﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' منافقوں کی بری عادات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت

کی' منافق اپنی زبانوں سے کہتے تھے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے بغیر یقین کے جس میں اخلاص نہیں تھا۔(تفسیر قرطبی:225/6)

(2)(i) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان دل میں بیٹھ جائے تو اس کے اثرات انسان کے عمل سے ظاہر ہوتے ہیں۔(ii) ایمان ایک شعور ہے جو عمل کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ ایمان کے دل میں بیٹھنے کے بعد انسان متحرک ہو جاتا ہے یہ شعور انسان کو بیٹھنے نہیں دیتا یہ بیداری ہر دم تیاری پر آمادہ رکھتی ہے۔

(iii) ایمانی شعور دل میں جتنا پختہ ہو جاتا ہے انسان زمین پر اتنا بڑا کام کرنے کی پوزیشن میں آجاتا ہے۔ ایمانی شعور کو مسلسل زندہ و متحرک رکھنے کے لئے کوششیں کرنی پڑتی ہیں۔(a) ایمانی شعور کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے حیات بخش علم کی ضرورت ہے۔(b) ایمانی شعور کو زندہ اور متحرک رکھنے والا علم محض مطالعے سے نہیں آتا۔ اس کے لئے باقاعدہ طور پر سیکھنے کی ضرورت ہے۔(c) ایمانی شعور کو زندہ رکھنے والی کتاب قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ ہے۔ اُن کو تا حیات سیکھتے رہنے والا، اُس کو پڑھنے اور پڑھانے والا، اُس کو سچی روح کے ساتھ سیکھنے کے لئے غور و فکر کرنے والا، اپنے شعور کی زندگی کے لئے کوششیں کرتا ہے۔(d) ایمانی شعور کو متحرک رکھنے والی علمی مجالس ہیں۔(e) ایمانی شعور کو بیدار رکھنے والے دعوتی کام ہیں جن کو اسلامی تنظیمیں منظم کرتی ہیں۔(f) ایمانی شعور کو بیدار رکھنے والے جہادی کام ہیں جہاں انسان اپنے شعور کی آخری منزل کو پہنچ جاتا ہے۔(g) ایمانی شعور کو متحرک رکھنے کے لئے کسی اسلامی تنظیم کے ساتھ وابستگی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کی وابستگی ایمانی کاموں سے نہیں رہ جاتی، آہستہ آہستہ دبے پاؤں دنیا کی محبت دل میں بسیرا کر لیتی ہے، شعور زنگ آلود ہونے لگتا ہے، ایمانی حرکت کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اور ایمانی شعور رکھنے والے انسان بھی کھوٹے ہو جاتے ہیں۔(قرآناً عجباً)

(3)﴿ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اقرار کے باوجود ان میں سے ایک جماعت منہ موڑنے لگتی ہے یعنی اپنے عملوں سے ٹھکرانے لگتی ہے۔ جو کہتی ہے وہ کرتی نہیں کیونکہ دلوں میں ایمان کی بجائے نفاق ہے اس لیے یہ مومن نہیں۔

(4)(i) کسی کے مومن ہونے کے لئے دل اور دماغ کی سوچ کا بھی ایمانی ہونا ضروری ہے۔(ii) کسی کے مومن ہونے کے لئے نفس کی کیفیات کا بھی ایمانی ہونا ضروری ہے(iii) کسی کے مومن ہونے کے لئے اس کے اعمال کا ایمانی ہونا بھی ضروری ہے۔(قرآناً عجباً)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ﴾ ''اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مال والے لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں گے۔''(سورۃ التوبہ:86)

(6)﴿وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں'' یعنی جن کے دلوں میں شک ہے، جن کا ایمان کمزور

ہے، جو زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دل ان کے ساتھ نہیں دیتے اور وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اس لیے وہ اطاعت نہیں کرتے۔ کتنے ہی کمزور ایمان کے لوگ ہیں جو نماز قائم نہیں کرتے، جو زکوۃ ادا نہیں کرتے، جو صدقات نہیں کرتے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا جَآءُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ وَهُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا بِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡتُمُوۡنَ﴾ ''اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے اور یقیناً اسی کے ساتھ ہی نکل گئے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے تھے۔'' (المائدہ:61)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' (مسلم:2784)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ساری اُمت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا'' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ ''جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔'' (بخاری:7280)

﴿وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾

''اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے'' (48)

سوال 1: ﴿وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾ ''اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ﴾ ''اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے'' یعنی جب انہیں جھگڑوں کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے۔

(2) ﴿اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾ ''تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔'' (i) جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے لیکن عملی طور پر وہ ایمان سے منہ موڑتے تھے اور عذر پیش کرتے تھے۔ (ii) جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حقیقت نہیں بیٹھی تھی وہ ان فیصلوں سے منہ موڑ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں سے وہ لوگ اس لیے منہ موڑتے تھے کہ انہیں یقین تھا رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے جو فیصلہ ہو گا اس میں کسی کی رعایت نہیں ہو گی (قرآناً عجباً) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى

اَلَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ﴿۶۱﴾ ''کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناوہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں۔اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کردے،اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو وہ تم سے منہ موڑتے ہیں،صاف منہ موڑنا۔(النساء:61,60)

(3)اگر انہیں قرآن کی طرف جس کو حق تعالیٰ نے رسول ﷺ پر اتارا ہے اور ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور دلوں میں اس کی پیروی کرنے پر از راہ غرور تیار نہیں ہوتے (مختصر ابن کثیر:1341/2)

(4)اس آیت کا حکم آپ ﷺ کی زندگی تک محدود نہیں۔بلکہ آپ کے پاس کوئی بھی اسلامی حکومت جس میں عدالتیں کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق فیصلے کرتی ہوں اور ایسی عدالت کی طرف سے اگر کوئی شخص کو بلاوا یا سمن آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہی بلاوا سمجھا جائے گا۔اور اس سے اعراض کرنے والا مومن نہیں بلکہ منافق ہوگا۔علاوہ ازیں ہمارے اختلافی مسائل میں بھی قرآن اور سنت حکم کی حیثیت رکھتے ہیں۔اور کتاب اور سنت میں ہمارے اکثر اختلافی مسائل کا حل بھی موجود ہے۔اگر کوئی شخص قرآن وسنت کی طرف جانے یا اس کا فیصلہ ماننے سے اعراض کرے تو وہ بھی حقیقتاً مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔(تیسیر القرآن:277/3)

سوال 2:اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے سے اعراض کی کیا وجوہ ہوسکتی ہے؟

جواب:منافقوں کے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے اعراض کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں۔(i)ایک یہ کہ وہ سچے دل سے ایمان نہ لایا ہو بلکہ اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر مسلمان ہوگیا ہو۔(ii)دوسرے یہ کہ وہ ایمان کا دعوے کرنے کے باوجود اس شک وشبہ میں مبتلا ہو کہ یہ شخص واقعی اللہ کا رسول ہے بھی یا نہیں؟یا یہ اللہ کا قرآن ہے بھی یا نہیں؟یا آخرت کے دن کے قیام اور اس دن جزا وسزا کا عقیدہ کچھ حقیقت بھی رکھتا ہے یا نہیں یا یہ سب باتیں محض افسانے یا من گھڑت باتیں ہیں۔(iii)تیسرے یہ کہ وہ اللہ اور رسول کو مان لینے کے بعد یہ اندیشے رکھتے ہیں کہ قرآن کے فلاں حکم نے ہمیں ذلیل کرکے رکھ دیا ہے اور مصیبت میں ڈال دیا ہے یا رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ ہمارے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ان تینوں صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو ان کے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ایسا شخص خود بھی فریب میں مبتلا ہے اور فی الحقیقت بڑا دغا باز اور خائن ہے۔جو ذاتی مفادات کی خاطر مسلمان بنا ہوا ہے۔اور مسلمانوں کو بھی فریب دے رہا ہے۔وہ اپنے آپ پر بھی ظلم کر رہا ہے اور باقی مسلمانوں پر بھی جو اس کے زبانی دعوے پر اعتماد کرکے اسے اپنی ملت میں شامل کرلیتے ہیں۔ان کے ظالم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنا حق تو پورا پورا وصول کریں۔خواہ اس میں دوسروں کی کتنی زیادہ حق تلفی ہو رہی ہو۔اور اسی

غرض کے تحت وہ اپنا فیصلہ وہاں لے جانا چاہتے ہیں جہاں انہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کی توقع ہو۔اور یہ دونوں باتیں ان کے ظالم ہونے کی دلیل ہیں۔(تیسیر القرآن:3/278)

﴿وَاِنۡ یَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَقُّ یَاۡتُوۡۤا اِلَیۡهِ مُذۡعِنِیۡنَ﴾

''اور اگر حق ان ہی کا ہوتو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں'' (49)

سوال1:﴿وَاِنۡ یَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَقُّ یَاۡتُوۡۤا اِلَیۡهِ مُذۡعِنِیۡنَ﴾''اور اگر حق ان ہی کا ہوتو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنۡ یَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَقُّ یَاۡتُوۡۤا اِلَیۡهِ مُذۡعِنِیۡنَ﴾''اور اگر حق ان ہی کا ہوتو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں۔''یعنی اگر فیصلہ ان کے اپنے حق میں ہوتا ہے توخوشی خوشی گردن جھکائے چلے آتے ہیں اور حاکم کے فیصلے کو سن کر تسلیم کر لیتے ہیں۔

(2)وہ شریعت کے اس فیصلے کو قبول کر لیتے ہیں جو ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے۔وہ اس بنا پر فیصلے کو قبول نہیں کرتے کہ یہ شرعی فیصلہ ہے۔

(3)اگر فیصلہ ان کی خواہشات کے خلاف پڑتا ہوتو وہ اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتے بلکہ مقدمے غیروں کے پاس لے جاتے ہیں۔جب ان کی خواہشات حق کے مخالف پڑتی ہیں وہ فیصلے دوسروں کے پاس لے جاتے ہیں۔

(4)مومن وہ ہے جوخوشی اور غم میں حق کی پیروی کرتا ہے جب شریعت کا حکم اس کی خواہشات نفس کے خلاف ہوتو وہ شریعت کو مقدم رکھتا ہے۔

﴿اَفِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَمِ ارۡتَابُوۡۤا اَمۡ یَخَافُوۡنَ اَنۡ یَّحِیۡفَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ؕ بَلۡ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾

''کیاان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں'' (50)

سوال1:﴿اَفِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَمِ ارۡتَابُوۡۤا اَمۡ یَخَافُوۡنَ اَنۡ یَّحِیۡفَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ؕ بَلۡ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)جولوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں اور شریعت کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتے ان کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اَفِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ﴾''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟''یعنی جس نے ان کے دلوں کو صحت کے دائرہ سے نکال دیا،اس کا

احساس جاتا رہااور وہ بیمار آدمی کی طرح ہو گئے جو ہمیشہ اس چیز سے اعراض کرتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہے اور اس چیز کو قبول کرتا ہے جو اس کے لئے ضرر رساں ہے۔" (سعدی 2/1833)

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض فطری فرائض ہیں اور کوئی سلیم القلب انسان ان فرائض سے منہ نہیں موڑ سکتا چونکہ نفاق کی وجہ سے فطرت صحت مند نہیں رہتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے بیماری قرار دیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) ﴿اَمِ ارۡتَابُوۡۤا﴾ "یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟" یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔

(4) (i) شک کی بیماری کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں شک ہو جاتا ہے۔ (ii) انسان کو اللہ تعالیٰ کے عدل کے بارے میں شک ہو جاتا ہے۔ (iii) انسان کو یہ شک ہو جاتا ہے کہ آیا اسلام عادلانہ نظام قائم کر سکتا ہے یا نہیں۔ (قرآناً عجباً)

(5) یہ سوال نفرت اور تعجب کے اظہار کے لیے ہے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ خالق اور رازق کے بارے میں کوئی شک میں مبتلا ہو جائے۔ (قرآناً عجباً)

(6) ﴿اَمۡ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يَّحِيۡفَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَرَسُوۡلُهٗ﴾ "یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ظلم و جور پر مبنی فیصلہ کرے گا حالانکہ یہ تو انہی کا وصف ہے۔ (تفسیر السعدی: 2/1833)

(7) ﴿بَلۡ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ "بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول کے فیصلوں پر راضی نہ ہونے والوں کو ظالم قرار دیا ہے۔ ظالم قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ سچائی اور انصاف کے نظام کو جمنے نہیں دینا چاہتے۔ (قرآناً عجباً)

(8) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ عدل اور حکمت پر مبنی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ﴾ "اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟" (المائدہ: 50)

(9) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے دل میں بیماری ہے اور اس کے ایمان میں شکوک و شبہات ہیں۔

(10) شریعت کے احکامات کے بارے میں بدگمان ہونا اور ان کو عدل اور حکمت کے خلاف سمجھنا حرام ہے۔

رکوع نمبر 13

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ؕ وَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾

"درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب اُنہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر

دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور ہم نے فرماں برداری کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (51)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب اُنہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور ہم نے فرماں برداری کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ ''درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب اُنہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور ہم نے فرماں برداری کی'' رب العزت نے اہل ایمان کی عمدہ عادات کی مدح فرمائی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد ﷺ کی سنت کے ماسوا کوئی اور راستہ تلاش نہیں کرتے۔

(2) جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ان کے مقدموں کے فیصلوں کے لیے بلایا جاتا ہے۔ خواہ وہ فیصلہ ان کی خواہشات کے مطابق ہو یا اس کے خلاف ہو تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اس فیصلے پر ہم نے اطاعت کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَــرَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِــيْمًا﴾ ''پس تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔'' (النساء:65)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو، پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔'' (النسا:59)

(4) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو'' (محمد:33)

(5)﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچالیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (التغابن:16)

(6)﴿ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ ''یہی لوگ کامیاب ہوں گے'' اور جنت میں جائیں گے۔

(7) فلاح کہتے ہیں مطلوب ومقصود کے حصول میں کامیابی اور امر مکروہ سے نجات کو۔ صرف وہی شخص فلاح پا سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو حکم اور ثالث بناتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اطاعت، خاص طور پر حکم شریعت کی اطاعت کی فضیلت بیان کی، تو تمام احوال میں اطاعت کی فضیلت کا عمومی تذکرہ کیا۔ (تفسیر السعدی:1834/2)

(8) کامیابی کے مستحق وہ لوگ ہیں جو ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کو دل کی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(9)(i) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں۔ انصاری ہیں، انصار کے ایک سردار ہیں، انہوں نے اپنے بھتیجے جنادہ بن امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ ''سننا اور ماننا، سختی میں بھی آسانی میں بھی، خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی، اور اس وقت بھی جب کہ تیرا حق دوسرے کو دیا جارہا ہو اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ، کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھین، ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا، کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کہے ہرگز نہ ماننا، کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا''۔

(ii) حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت کی، اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی، خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔ (iii) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام کا مضبوط کڑا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(10) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔'' (بخاری:7137)

(11) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مسلمان کے لئے امیر کی بات سننا اور اسکی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے پھر جب اسکو معصیت کا حکم دیا جائے پھر نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا۔'' (بخاری:7144)

(12) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقیٰ کی طرح چھوٹا ہو۔'' (بخاری:7142)

(13) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے حاکموں کی۔ عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک مہم پر بطور افسر کے روانہ کیا تھا۔ (بخاری:4584)

﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَخۡشَ اللّٰهَ وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' (52)

سوال 1: ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَخۡشَ اللّٰهَ وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' کامیاب لوگوں کی خصوصیات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں'' جس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اطاعت اور اس کے احکامات پر اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ (جامع البیان 168/18)

(2) (i) مومن سمع و اطاعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی اس کے حق میں مفید ہے۔ (ii) مومن کو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ اسی فیصلے میں اُن کے لیے انصاف ہے۔ (iii) مومن سمع و اطاعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ یا تو شیطان کا بہکاوا ہے یا نفس کی خواہشات (iv) مومن سمع و اطاعت اس لیے کرتا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ (v) مومن سمع و اطاعت کرنے کے قابل اس لیے ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) ﴿قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔'' (آل عمران:32)

(4) وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' (الاحزاب:71)

(5) ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (النساء:13)

(6) ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ

﴿وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

(7) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساری اُمت جنت میں جائے گی مگر سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔'' (بخاری:7280)

(8) ﴿وَيَخۡشَ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے'' یعنی جو ماضی کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور خواہشات نفس کی تکمیل سے باز آجاتا ہے۔ (9) جو کھلے چھپے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ (10) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برے انجام سے ڈرے۔ (جامع البیان 168/18)

(11) ﴿وَيَتَّقۡهِ﴾ ''اور اس کی نافرمانی سے بچے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرے۔

(12) اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اس کے برے عذاب سے بچتا ہے۔

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات میں سے ایک وہ ہے کہ جسے اقتدار اور جمال کی مالکہ عورت نے دعوت بدکاری دی مگر اس نے (دعوت کو رد کرتے ہوئے) کہا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔'' (بخاری:1423)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا۔'' (البقرۃ:281)

(15) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔'' (سورۃ آل عمران:102)

(16) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ﴾ ''تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' یعنی کامیاب وہ ہے جس نے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔

(17) (i) سمع واطاعت کرنے والوں کے لیے تمام کاموں کی تدبیر اللہ تعالیٰ کرتے ہیں (ii) سمع واطاعت کرنے والوں کے باہمی تعلقات کو اللہ تعالیٰ منظم کر دیتے ہیں۔ (iii) سمع واطاعت کرنے والوں کے فیصلے اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بنیاد پر کرتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ اپنے فیصلے خود کرتے ہیں اور بغیر علم وحکمت کے کرتے ہیں۔ (iv) سمع واطاعت کرنے والے بھٹکتے نہیں۔ (v) سمع واطاعت کرنے والوں کی قوتیں منتشر نہیں ہوتیں۔ (vi) سمع واطاعت کرنے والوں کی لگام خواہشات اور مفادات کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ (vii) سمع واطاعت کرنے والوں کی لگام اسلامی طریقہ کار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اسلامی طریقے کو اپنے آگے رکھتے ہیں اور خود پیچھے چلتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: تقویٰ اور خشیت کی صفات کن لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: تقویٰ اور خشیت کی صفات اُن لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔ (i) جو اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور ہوتے ہیں۔

(ii) جن کے دل اللہ تعالیٰ سے جُڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ (iii) جن کے شعور میں اللہ تعالیٰ کا خوف بسا ہوا ہوتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ، معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (53)

سوال 1: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ، معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' منافقوں کے حال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے آیت میں منافقوں کا حال بیان کیا ہے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات کی بیماری ہے جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے کی بجائے گھروں میں بیٹھے رہے۔

(2) ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے'' منافق اللہ تعالیٰ کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر انہیں جنگ کے لیے نکلنے کا حکم دیں تو وہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

(3) ﴿قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا﴾ ''آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ'' رب العزت نے ان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے نبی ﷺ سے فرمایا آپ ﷺ انہیں کہہ دیں کہ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ جیسا کہ فرمایا ﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔'' (التوبہ:96)

(4) ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔'' (المجادلہ:16)

(5)﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَكُمۡ وَلَا نُطِيۡعُ فِيۡكُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا لَا يَخۡرُجُوۡنَ مَعَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ نَّصَرُوۡهُمۡ لَيُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲﴾﴾ ”کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں، ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے“ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اگر اُنہیں نکالا گیا تو وہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ اُن کی مدد نہیں کریں گے اور یقیناً اگر وہ اُن کی مدد کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔“ (الحشر: 11,12)

(6)﴿طَاعَةٌ مَّعۡرُوۡفَةٌ﴾ ”معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے“ یعنی قسمیں کھانے کی بجائے دستور کے مطابق مومنوں کی اطاعت کرو۔

(7) تمہاری اطاعت معروف ہے یعنی منافق کی اطاعت کا ہر ایک کو علم ہے جیسے تمہاری بات جھوٹی ہے تمہاری قسمیں بھی کھوٹی ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو“ رب العزت نے منافقوں کو وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

(9)(i) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خبیر سے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خبر ہے کہ کون فرمانبردار ہے اور کون نافرمان۔ (ii) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے یعنی تم قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ (iii) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے پیچھے کام کرنے والی تمہاری سوچوں سے تمہارے دل کے رازوں سے آگاہ ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ وَاِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ﴾

”آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں“ (54)

سوال 1: ﴿قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ﴾ ”آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ ڈالا

گیا ہے اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔'' یعنی خلوص سے اعتقاد رکھتے ہوئے اور نیت کی صحت کے ساتھ اطاعت کرو کہ یہ واجب ہے۔(فتح القدیر 60/4)

(2) یعنی نفاق کو چھوڑ کر خلوص سے اطاعت کرو۔(قرطبی 227/6) (3) یعنی قرآن وسنت کی پیروی کرو۔

(4)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ﴾ ''پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے'' اگر تم ان دونوں یعنی قرآن وحدیث سے پھر جاؤ ان کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دو۔

(5) تو رسول اللہ ﷺ کا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا اور رسالت کی ذمہ داری ادا کرنا ہے۔

(6)﴿وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ﴾ ''اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔'' اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا، ان کا ادب اور احترام کرنا اور اس ادب کے تقاضوں کا خیال رکھنا تمہارا کام ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو، پھر اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔'' (المائدۃ:92)

(8) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگو! میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑے جارہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اس سے وہی شخص گریز کرے گا جسے ہلاک ہونا ہے۔(صحیح کتاب السنۃ الالبانی الجزء الاول رقم الحدیث:49)

(9) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ''تین آدمی اللہ کے یہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں (i) حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا (ii) اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ اپنانے والا (iii) کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔'' (بخاری:6882)

سوال 2:﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذِمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ ''اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے'' یعنی اگر تم نبی ﷺ کی بات مان لو گے ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا لو گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے سوا کسی طریقے سے بھی راہ راست نہیں پا سکتے۔

(2) رسول صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے اور صراط مستقیم پر چل کر ہی ہدایت مل سکتی ہے۔(قرآناً عجباً) رب العزت نے فرمایا:﴿صِرَاطِ اللّٰهِ

الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰہِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔'' (الشوریٰ:53)

(3)﴿وَ مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ﴾ ''اور رسول کے ذِمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔'' یعنی نبی ﷺ کے ذمے تمہیں صاف صاف پیغام پہنچا دینا ہے تاکہ کسی کے لیے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ اِنۡ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُہُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ وَ عَلَیۡنَا الۡحِسَابُ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھالیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے''۔ (الرعد:40)

(4)﴿فَذَکِّرۡ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ﴿ؕ۲۱﴾ لَسۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِمُصَۜیۡطِرٍ ﴿ۙ۲۲﴾﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:21,22) (5) نبی ﷺ نے پیغام پہنچا دیا اب حساب لینا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

(6) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، ایسی ہے جیسے اس شخص کی مثال جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے (یعنی دشمن کی فوج کو) اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، پس جلدی بھاگو۔ اب اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور شام ہوتے ہی نکل پڑے اور آرام سے چلے گئے اور ایک گروہ نے جھٹلایا اور صبح تک اپنے ٹھکانے میں رہے اور صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور انہیں تباہ کیا اور جڑ سے اکھیڑ دیا۔ پس یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں، اس کی پیروی کی اور جس نے میرا کہنا نہیں مانا اور سچے دین کو جو میں لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلایا۔'' (مسلم:2283)

﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' (55)

سوال 1: ﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ

مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔'' امت مسلمہ لوگوں کی قائد ہوگی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے'' اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں ،نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

(2)﴿لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا'' کہ وہ ان کو زمین کی خلافت عطا کرے وہ زمین میں خلفاء ہوں گے اور زمین کی تمام تدبیر ان کے دست تصرف میں ہوگی وہ اس دین کو، جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، یعنی دین اسلام کو جو تمام ادیان پر فائق ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ (تفسیر السعدی: 1837,1838/2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُرِيۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَنَجۡعَلَهُمۡ اَٮِٕمَّةً وَّنَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَنُرِىَ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَحۡذَرُوۡنَ ۝﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم انہیں رہنما بنا دیں اور ہم اُن کو وارث بنا دیں۔ اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے۔'' (سورہ القصص: 5,6)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوا، اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور قیصر (شاہ روم) بھی ضرور ہلاک و برباد ہوگا پھر اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہیں ہوگا (روم اور ایران دونوں مسلمانوں کے زیر نگیں ہوں گے) اور وہاں کے خزانے تم اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے۔'' (بخاری: 3027)

(4) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، جہاں تک زمین مجھے دکھائی گئی اور مجھے سرخ اور سفید (قیصر و کسریٰ کے) دو خزانے دے گئے۔'' (مسلم: 7258)

(5)﴿كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ﴾ ''جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا'' یعنی بنی اسرائیل کو عرض مقدس کا وارث بنایا تھا۔ (ایسر التفاسیر: 1011,1010)

(6) ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ ''اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اس کے فضل وشرف اور اس پر اپنی نعمت کی بنا پر دین اسلام کو پسند فرمایا یعنی وہ اس دین کو قائم کرنے، اس کے ظاہری وباطنی قوانین کو خود اپنی ذات پر اور دوسروں پر یعنی دیگر ادیان کے پیروکاروں اور تمام کفار پر نافذ کریں گے جو مفتوح اور مغلوب ہوں گے۔ (تفسیر السعدی:1837,1838/2)

(7) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' (مسلم:4953)

(8) سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک ضرور بضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہ چھوڑے گا مگر اس میں اس دین کو داخل کر دے گا، خواہ کوئی اسے عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اسلام (اور اہل اسلام کو) عزت دے گا اور کفر کو ذلیل وخوار کر کے رہے گا۔'' (مسند احمد:103/4:16959)

(9) نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی امت کو دنیا کا قائد بنائیں گے اور ان سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہنے والوں کی اصلاح ہو گی۔ اور انہیں خوف کے بعد امن نصیب ہو گا۔

(10) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔'' (ابوداؤد:2484)

(11) اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، نبی ﷺ کی زندگی میں مکہ، خیبر، بحرین، طائف، جزیرہ عرب اور یمن کا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ آپ ﷺ نے ہجر کے مشرکوں سے ٹیکس وصول فرمایا اور شام کے بعض علاقوں سے بھی، شام روم اور ہرقل نے، شاہ مصر نے، شاہ اسکندریہ مقوقس نے، عمان کے بادشاہوں نے اور نجاشی شاہ حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجے۔ (مختصر ابن کثیر 1343/2)

(12) ﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ ''اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔'' اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ ان میں سے جب اور جہاں کہیں ایک مسلمان ہوتا تو وہ اپنے دین کے اظہار کی قدرت نہیں رکھتا تھا اگر اظہار کرتا تو کفار کی طرف سے بے شمار اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمان من حیث الجماعت دوسروں کی نسبت بہت کم تھے روئے زمین کے تمام لوگ مسلمانوں کو اذیت دینے میں متحد تھے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ (تفسیر السعدی:1837/2)

(13) براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری تو ہم سخت خائف رہتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴾ اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک کرلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (الانفال:26)

(14) رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے جانتا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمادے گا۔ حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کرکے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کروگے۔'' میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہوجائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے جانتا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمادے گا۔ حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کرکے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کروگے۔'' میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہوجائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کر تب تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اللہ کی قسم! تیسری بات بھی ضرور پوری ہوکر رہے گی، کیونکہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے۔ (بخاری:3595)

(15) خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آچکے ہیں۔) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کردیئے جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقامِ صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں

ہوگا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔" (بخاری:3612)

(16) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ مدینہ کے لوگ (ایک آواز سن کر) گھبرا گئے اور آواز کی طرف چلے، کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے نبی ﷺ واپس لوٹ کر آرہے تھے۔ آپ ان سے پہلے ہی آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔" آپ ﷺ ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے، اس پر زین نہیں تھی اور آپ کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔ (بخاری:6033)

سوال 2: ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ "وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا﴾ "وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے" یعنی وہ ایک اللہ کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان میں سوائے پالان کی پچھلی لکڑی کے کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور آپ ﷺ کا فرمانبردار ہوں یا رسول اللہ! پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے اس کے بعد فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے کہا: یا رسول اللہ! فرمانبردار خدمت میں حاضر ہے۔ پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے اس کے بعد فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے کہا یا رسول اللہ! فرمانبردار آپ کی خدمت میں حاضر ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "تو جانتا ہے اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟" میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔" پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے، فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا فرمانبردار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو جانتا ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، جب بندے یہ کام کریں" (یعنی اسی کی عبادت کریں، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں) میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے۔" (مسلم)

(2) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا مجھے میرے باپ (عثمان) نے شعبہ سے خبر دی، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے عمرو بن میمون سے، انہوں نے عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسولِ کریم ﷺ کعبہ شریف میں سجدہ میں تھے۔ (ایک دوسری سند سے) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے، کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ ایک مرتبہ رسولِ کریم ﷺ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے

دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو قبیلے کی (جو) اونٹنی ذبح ہوئی ہے (اس کی) اوجھڑی اٹھا لائے اور (لا کر) جب محمد ﷺ سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے؟ یہ سن کر ان میں سے ایک سب سے زیادہ بدبخت (آدمی) اٹھا اور وہ اوجھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا، جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کرسکتا تھا۔ کاش! (اس وقت) مجھے روکنے کی طاقت ہوتی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے اور (ہنسی کے مارے) لوٹ پوٹ ہونے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے، (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ بوجھ آپ ﷺ کی پیٹھ سے اتار پھینکا۔ تب آپ ﷺ نے سر اٹھایا، پھر تین بار فرمایا: یا اللہ! تو قریش کو پکڑ لے۔ یہ (بات) ان کافروں پر بہت بھاری ہوئی کہ آپ ﷺ نے انہیں بددعا دی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا جدا) نام لیا کہ اے اللہ! ان ظالموں کو ضرور ہلاک کردے۔ ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو۔ ساتویں (آدمی) کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں آرہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جن لوگوں کے (بددعا کرتے وقت) آپ ﷺ نے نام لیے تھے، میں نے ان کی (لاشوں) کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا دیکھا۔ (بخاری:240)

(3) عروہ بن زبیر نے بیان کیا، آپ نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ سخت معاملہ مشرکین نے کیا کیا تھا؟ حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر آپ کی گردن میں اپنا کپڑا لپیٹ دیا اور اس کپڑے سے آپ کا گلا بڑی سختی کے ساتھ گھونٹنے لگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور انہوں نے اس بدبخت کا مونڈھا پکڑ کر اسے آنحضرت ﷺ سے جدا کیا اور کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کردینا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کے پاس سے اپنی سچائی کے لئے روشن دلائل بھی ساتھ لایا ہے۔ (بخاری:4815)

(4) ﴿وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾ ''اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔'' یعنی اگر کوئی کفران نعمت کرتا ہے تو یہ چیز اس کے باطنی فساد پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' (56)

سوال 1: ﴿وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ﴾''اور نماز قائم کرو'' یعنی کامل طریقے سے نماز کی ادائیگی کریں۔ اس کی شرائط، ارکان، واجبات اور سنتوں کا خیال رکھیں حتیٰ کہ نفس پاک ہوجائے۔

(2)﴿وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾''اور زکوٰۃ ادا کرو'' یعنی مال میں سے فرض زکوٰۃ نکالیں جیسے سونا، چاندی، کھیت اور جانور وغیرہ۔

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری:8)

(4) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ سے میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری:57)

(5) ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے سوائے اسلام کے حق کے۔ (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ (بخاری:25)

(6) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر ادا کرنا'' میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا'' میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا'' (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ میں نے مزید سوال نہیں کیا تاکہ آپ ﷺ کی طبیعت پر بار نہ ہو۔ (مسلم:252)

(7)﴿وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ﴾''اور رسول کی اطاعت کرو'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کے پابند رہیں۔

(8) اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر اس کے تمام ارکان، شرائط اور آداب کے ساتھ قائم کرنے اور اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عطا کیا اور ان کو اس مال پر خلیفہ بنایا کہ وہ یہ مال محتاجوں اور ان لوگوں پر خرچ کریں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کے ضمن میں کیا ہے اور یہ دو عبادات سب سے زیادہ جلیل القدر عبادات ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد، اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی جامع ہیں پھر اس حکم پر عطف کے ساتھ عام حکم دیا، فرمایا: وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ثبوت دو۔ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے

رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (تفسیر السعدی:1838/2)

(9) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔'' (بخاری:7137)

(10) ﴿لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ ''تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' یعنی رحمت کے طلب گار کو نماز قائم کرنی چاہیے اور زکوۃ ادا کرنی چاہیے جو بغیر صلوٰۃ وزکوٰۃ کے رحمت کی امید رکھتا ہے وہ سچا انسان نہیں ہے۔

(11) (i) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجے میں دنیا میں غلبہ اور آخرت کی جنت عطا کی جائے گی۔ (ii) دنیا کا غلبہ نبی ﷺ کی اطاعت کرتے ہی ممکن ہے۔ (iii) آخرت کی جنت کے لئے رسول ہی تیاری کرواتا ہے۔

﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ۚ وَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ‌ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے'' (57)

سوال1: ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ۚ وَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ‌ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے'' کافر اللہ تعالیٰ کو شکست نہیں دے سکتے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں'' منکر اور مخالف اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ پکڑنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) کافروں سے مراد یہاں سب غیر مسلم ہیں۔ یعنی کفار مکہ، عرب کے مشرک قبائل، مدینہ کے یہود و منافقین، یہ سب مل کر اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں تب بھی یہ اسلام کی راہ روک نہیں سکتے۔ اللہ کا دین تو یقیناً بلند ہو کر ہی رہے گا۔ رہے یہ معاندین تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انہیں رسوا کرے گا اور آخرت میں بھی انہیں جہنم کا عذاب بھگتنا ہوگا۔ (تیسیر القرآن:282,283/3)

(3) ﴿وَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ‌ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾ ''اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے'' یعنی کافروں کا برا انجام ہے اور ان کے لیے حسرت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

(4) ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہوگا جو بے حد برا اور بدترین ٹھکانہ ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِيَسۡتَاۡذِنۡكُمُ الَّذِيۡنَ مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَبۡلُغُوا الۡحُـلُمَ مِنۡكُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ وَحِيۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِيَابَكُمۡ مِّنَ الظَّهِيۡرَةِ وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّـكُمۡ ؕ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ وَلَا عَلَيۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ بَعۡضُكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور دو پہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں، ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر، تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (58)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِيَسۡتَاۡذِنۡكُمُ الَّذِيۡنَ مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَبۡلُغُوا الۡحُـلُمَ مِنۡكُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ وَحِيۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِيَابَكُمۡ مِّنَ الظَّهِيۡرَةِ وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّـكُمۡ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور دو پہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں'' گھروں میں اجازت لے کر آنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یہ ہر دور اور مقام کے مومنوں کے لیے رب العزت کی جانب سے ندا ہے۔ (2) اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حکم دیا۔

(3) ﴿لِيَسۡتَاۡذِنۡكُمُ الَّذِيۡنَ مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ﴾ ''تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے'' رب العزت نے غلاموں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ وہ آپ سے اجازت لے کر آپ کے پاس آیا کریں۔

(4) غلاموں سے یہاں مراد لونڈیاں اور غلام دونوں ہیں۔

(5)﴿وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ﴾ ''اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار'' یعنی تمھیں اپنے بچوں کو جو ابھی عقل کی حد تک نہیں پہنچے یہ سکھانا چاہیے کہ تین اوقات میں تم سے اجازت لے کر آئیں۔ یہ حکم غلاموں اور اور نابالغ بچوں کے لیے ہے۔ تین اوقات کے بارے آگے میں وضاحت فرمائی ہے۔

(6)﴿مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ﴾ ''فجر کی نماز سے پہلے'' یعنی فجر کی نماز کے لیے جاگنے سے پہلے اور یہ رات کی نیند کے اوقات ہوتے ہیں اور اس وقت لوگ عموماً اپنے بستروں میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

(7)﴿وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ﴾ ''اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو'' یعنی قیلولہ کرتے وقت جب بعض اوقات انسان معمول کے لباس میں نہیں سوتا اور بعض اوقات معمول کے لباس میں ہی سو جاتا ہے۔

(8)﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ ''اور عشاء کی نماز کے بعد'' یعنی جس وقت عشاء کے بعد انسان سو جاتا ہے۔ رات کے اوقات میں جب شب خوابی کا لباس پہنا ہوتا ہے۔

(9)﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ ''یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں'' رب العزت نے حکمت بیان فرمائی ہے کہ یہ تین پردے کے اوقات ہیں۔ بچے اور غلام بھی اجازت لے کر ان اوقات میں آپ کے پاس آئیں گے۔

(10) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اکثر لوگ اس آیت پر ایمان نہیں لائے (یعنی اس پر عمل کرنے سے بے پرواہیں) میں تو اپنی اس چھوٹی سی بچی کو بھی جو سامنے کھڑی ہے حکم دیتا ہوں کہ ان اوقات میں اذن لے کر آیا کرے۔'' (ابن کثیر، شوکانی)

سوال 2: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر، تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ﴾ ''ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر'' یعنی پردے کے اوقات کے علاوہ تمھارے غلاموں اور بچوں کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ بغیر اجازت کے تمھارے پاس آجائیں کیونکہ ہر وقت ان کا اجازت طلب کرنا لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہو سکتا ہے لیکن باقی لوگوں کو بغیر اجازت کسی وقت بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

(2)﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو'' یعنی تمہاری خدمت اور دیگر ضروریات کے لیے ان کا تمھارے پاس آنا جانا رہتا ہے۔ اس لیے انہیں ادب سکھاؤ اور انہیں تعلیم دو۔

سوال 3: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا

ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' یعنی یہ تادیب، تعلیم، بیان اور تشریع اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔

(2) جو بندوں کے حالات کو جاننے والا العلیم ہے کہ کیا چیز ان کے حالات کو درست کرنے والی ہے اور کیا چیز بگاڑنے والی ہے۔ وہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا الحکیم ہے۔ (تفسیر منیر: 636,637/9)

(3) وہ اپنی آیات کو حکمت سے بیان کرتا ہے تاکہ اس کے علم، اس کی رحمت اور حکمت کی معرفت حاصل ہو۔

(4) اس کا علم تمام واجبات و مستحبات اور تمام ممکنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہ اس حکمت کو بھی خوب جانتا ہے جس کی بنا پر ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا گیا۔ پس ہر مخلوق کو وہی تخلیق عطا کی گئی ہے جو اس کے لائق ہے اور اس نے تمام شرعی احکام عطا کیے ہیں جو اس کے مناسب حال ہیں۔ یہ متذکرہ صدر احکام بھی انہی میں سے ہیں جنہیں اس نے خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے اور ان کے ماخذ کو اور ان کے حسن کو واضح کیا ہے۔ (تفسیر السعدی: 1839,1840/2)

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (59)

سوال 1: ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ﴾ ''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں'' یعنی وہ بچے جو تین اوقات میں اجازت مانگ کر آیا جایا کرتے تھے۔ بالغ ہو جائیں تو وہ کسی وقت بھی بغیر اجازت کے نہ آئیں۔

(2) الحلم وہ عمر ہے جب سوتے یا جاگتے میں منی کا انزال ہو جاتا ہے۔ (تفسیر السعدی: 1840/2)

(3) ﴿فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے۔'' وہ بھی باقی بڑوں کی طرح اجازت طلب کر کے آیا جایا کریں۔ جن کے لیے رب العزت نے حکم دیا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کر لو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' (النور: 27)

(4) عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دریافت کیا۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اپنی ماں کے پاس بھی اجازت لے کر جایا کروں؟ فرمایا: ''ہاں'' اس نے کہا۔ ''میں تو اس کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں۔'' فرمایا: ''تب بھی اجازت لے کر جایا کرو۔ ماں کو برہنگی کی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟'' اس نے جواب دیا۔ ''نہیں۔'' فرمایا ''تو اجازت لے کر جایا کرو۔ (شوکانی) (تفسیر اشرف الحواشی: 428/1)

(5) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ اٰيٰتِهٖ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی آیات، احکامات اور دین کے اصول واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ جیسے اس نے ان بچوں کے لیے بلوغت کے بعد کے اجازت کے احکامات بیان کیے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان: 176/18)

(6) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا'' اللہ تعالیٰ علیم ہے اپنی مخلوق کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

(7) ﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' وہ حکیم ہے اپنی مخلوق کی تمام تدابیر اپنی حکمت سے کرتا ہے۔

(8) (i) جب کبھی معاشرتی زندگی میں بڑی تبدیلی آتی ہے تو تبدیلی کی لہروں کا اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ لوگوں کی ضروریات کو جانتا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کے ہر حکم میں بندوں کے مفادات کا خیال رکھا گیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں، سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں جب کہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (60)

سوال 1: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں، سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں جب کہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ ''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں'' قواعد ان معمر عورتوں کو کہا جاتا ہے جن کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے۔ اور انہیں نکاح کی رغبت اور اولاد کی امید نہ رہی ہو۔ کوئی مرد بھی ان

سے نکاح کی رغبت نہ رکھتا ہو۔ یا وہ اتنی بدصورت ہو چکی ہوں کہ کسی کو ان میں رغبت نہ ہو۔

(2)﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ ''سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں'' یعنی وہ اپنی چادر (جلباب) '' یعنی ظاہری لباس اتار کر رکھ دیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں حکم دیا ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ازخود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' (النور:31) (3) یعنی ان خواتین کے لیے اپنے چہروں کو ظاہر کرنا جائز ہے کیونکہ اب ان کے لیے فتنے کا خوف نہیں۔

(4)﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ﴾ ''جبکہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں'' چونکہ ان خواتین کے اپنی چادر اتار دینے میں نفی حرج سے بعض دفعہ یہ وہم بھی لاحق ہو سکتا ہے کہ اس اجازت کا استعمال ہر چیز کے لئے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس احتراز کو اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے دور کیا ہے: ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ﴾ ''جبکہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں'' یعنی ظاہری لباس اور چہرے کے نقاب کی زینت کو لوگوں کو نہ دکھائیں اور نہ زمین پر پاؤں مار کر چلیں کہ ان کی زینت ظاہر ہو کیونکہ عورت کی مجرد زینت خواہ پردے ہی میں کیوں نہ ہو اور خواہ اس میں عدم رغبت ہی کیوں نہ ہو۔ فتنہ کی باعث ہے اور دیکھنے والے کو گناہ میں مبتلا کر سکتی ہے۔ (تفسیر السعدی:1842,1843/2)

(5) ایسی عورتیں چادر اور نقاب اتار سکتی ہیں بشرطیکہ سر پر موٹا دوپٹہ اور آرائش دکھانا مقصود نہ ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بناؤ سنگار کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا عورتو! تم سب کا حال ایک سا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے آرائش حلال فرمادی ہے لیکن کسی پر ظاہر نہ ہو یعنی غیر مردوں کی نگاہوں میں جچنے کے لیے نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم)

(6)﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ ''اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے'' یعنی اگر وہ خواتین بھی ان اسباب کو اختیار

کریں جو پاکدامنی کا، عفت کا تقاضا کرتے ہیں مثلاً نکاح کرنا اوران امور کو چھوڑ دینا جن سے فتنے میں پڑنے کا خوف ہو۔

(7) یعنی اگر بوڑھی عورتیں بھی پردے ہمیں رہیں تو ان کے حق میں اچھا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1348/2)

(8)﴿وَاللّٰهُ سَمِیۡعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا'' اللہ تعالیٰ لوگوں کی تمام باتیں سنتا ہے۔

(9)﴿عَلِیۡمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل کی باتوں، ان نیتوں اور مقاصد سے خوب واقف ہے۔اس لیے ان خواتین کو ہر بری بات اور برے ارادے سے بچنا چاہیے۔

﴿لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اُمَّهٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اِخۡوَانِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخَوٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَعۡمَامِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ عَمّٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخۡوَالِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ خٰلٰتِکُمۡ اَوۡ مَا مَلَکۡتُمۡ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوۡ صَدِیۡقِکُمۡ ؕ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ تَحِیَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾

''اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ'' (61)

سوال 1:﴿لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اُمَّهٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اِخۡوَانِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخَوٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَعۡمَامِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ عَمّٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخۡوَالِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ خٰلٰتِکُمۡ اَوۡ مَا مَلَکۡتُمۡ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوۡ صَدِیۡقِکُمۡ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا﴾ ''اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور

بیمار پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا (اس گھر سے جس کی چابیوں کے تم مالک بنے) یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ" رشتہ داروں کے گھروں میں کھانا کھانے کے کیا احکامات ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَيۡسَ عَلَى الۡاَعۡمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡمَرِيۡضِ حَرَجٌ﴾ "اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں" اللہ رب العزت نے دین کے معاملے میں کسی حرج میں مبتلا نہیں کیا۔ اس نے دین کو آسان بنایا ہے۔ یعنی لوگوں پر، ان امور واجبہ کو ترک کرنے میں جن کا دارومدار ان میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مثلاً جہاد وغیرہ جن کا دارومدار بصارت، لنگڑے پن سے صحیح ہونا یا مریض کی صحت پر ہے اس عام معنی ہی کی وجہ سے، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اس میں کلام مطلق کیا گیا ہے اور اس کو مقید نہیں فرمایا جس طرح کہ اس نے اپنے اس ارشاد میں مقید فرمایا ہے۔ (تفسیر السعدی:1843/2)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَـكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ﴾ (النساء:29) اتری یعنی "ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ" چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری اسی طرح سے تنہا خوری سے بھی کراہت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھی نہ ہو کھاتے نہیں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی"۔ قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس سخت رسم کو مٹا دیا۔ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔ (ابن کثیر:567/3)

(3)﴿وَّلَا عَلٰۤى اَنۡفُسِكُمۡ﴾ "اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے" یعنی تمہارے اپنے اوپر بھی کوئی حرج نہیں۔

(4)﴿اَنۡ تَاۡكُلُوۡا مِنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ﴾ "کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ" یعنی تم پر اپنے گھروں، اپنی اولاد کے گھروں میں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ﴾ "تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔" (ابن ماجہ:2291)

(5) ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: "بہترین چیز جو تم کھاتے ہو، تمہاری کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔ (ابن ماجہ:3528)

(6)﴿اَوۡ بُیُوۡتِ اُمَّهٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اِخۡوَانِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخَوٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَعۡمَامِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ عَمّٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخۡوَالِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ خٰلٰتِکُمۡ﴾ ''یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔''

(7)﴿اَوۡ مَا مَلَکۡتُمۡ مَّفَاتِحَهٗۤ﴾ ''یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے'' یعنی ان گھروں میں سے بھی تم کھا سکتے ہو جن کی چابیوں کے تم مالک ہو۔ اس سے غلام اور نگران مراد ہیں، وہ مالک کے مال میں سے دستور کے مطابق کھا سکتے ہیں۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں جنگ کے موقعہ پر ہر صحابی کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں۔ صحابہ چلتے وقت اپنے ذمہ دار اشخاص کو اپنی کنجیاں دے جایا کرتے تھے اور یہ کہہ جاتے تھے کہ تم شوق سے اپنی ضرورت کی چیز استعمال کر لینا وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان مجاہدوں کا مال ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ انہوں نے بادل نخواستہ اجازت دے دی ہے۔ ہم امین ہیں اور امین کا کام خیانت نہیں اس پر یہ آیت کا حصہ اترا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1349)

(8)﴿اَوۡ صَدِیۡقِکُمۡ﴾ ''یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ'' یعنی دوستی کی وجہ سے دوستوں کے گھروں سے کھا پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(9)﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ'' (i) اکیلے کھانا عربوں میں اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اگر کوئی مہمان یا دوست نہ ملتا تو وہ کھانا ہی نہ کھاتے اللہ تعالیٰ نے اُن کے معاملے کو آسان کر دیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ گناہ کسی میں نہیں ہے دونوں طرح ہی جواز بنتا ہے لیکن اکٹھے کھانے میں برکت ہے۔ (قرآناً عجباً)

(10) بخاری سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔'' (بخاری:5392)

(11) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اشعری لوگ جب لڑائی میں (کھانے کے حوالے سے) محتاج ہو جاتے ہیں، یا مدینہ میں ان کے بال بچوں کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے ہیں پھر آپس میں برابر برابر بانٹ لیتے ہیں۔ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔'' (مسلم:6408)

سوال 2: ﴿فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ تَحِیَّۃً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے'' گھروں میں سلام کر کے جانے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو'' یعنی جب تم اپنے گھر یا کسی کے گھر میں داخل ہوں۔ خواہ

اس میں کوئی رہتا ہو یا نہ رہتا ہو جب اس میں داخل ہوں۔

(2)﴿فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِكُمۡ﴾ ''تو اپنے لوگوں کو سلام کرو'' تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔ کسی فرق کے بغیر تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جاؤ گے، یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔'' (مسلم:54)

(3) مسلمان ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی فرق اور امتیاز کے تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع کیا ہے۔

(4)﴿تَحِيَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور اس کی راہ نمائی کی ہے۔

(5)﴿مُبٰرَكَةً﴾ ''بڑا بابرکت ہے'' یعنی ہر قسم کے نقص سے سلامت، برکت، رحمت اور اضافے پر مشتمل ہے۔

(6)﴿طَيِّبَةً﴾ ''اور پاکیزہ'' یعنی سلام کا شمار ان پاک کلمات میں سے ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ سلام میں ان لوگوں کے لیے دل خوئی اور محبت ہے جنہیں سلام کیا جاتا ہے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا، جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس آدم علیہ السلام نے (جا کر) کہا، ''اسلام علیکم'' تو انہوں نے کہا ''اسلام علیک ورحمۃ اللہ'' پس انھوں نے ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کر دیا۔'' (بخاری:7622)

(8) ابوداؤد سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) دس (نیکیاں) ہیں۔'' پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) بیس (نیکیاں) ہیں۔'' پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پس وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''(اس کے لیے) تیس (نیکیاں) ہیں۔'' (ابوداؤد:5195)

(9) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی مجلس پر پہنچے تو اسے چاہئے کہ وہاں کے لوگوں پر سلام کرے پھر اگر اس کا بیٹھنے کو جی چاہے تو وہاں بیٹھ جائے پھر جب کھڑا ہو تو پھر سلام کرے اور پہلا زیادہ ضروری نہیں ہے پچھلے سے یعنی دونوں ضروری ہیں۔ (ترمذی:2706)

(10)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ

تم سمجھ جاؤ" یعنی یہ آیات شریعت کے احکامات اور اس کی حکمتوں پر دلالت کرتی ہیں۔

(11) اللہ تعالیٰ احکامات کو اس لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم دل سے ان میں غور و فکر کرو اور انہیں سمجھو۔

رکوع نمبر 15

﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِذَا كَانُوۡا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ يَذۡهَبُوۡا حَتّٰى يَسۡتَاۡذِنُوۡهُ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ۚ فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِبَعۡضِ شَاۡنِهِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

"درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کر لیں یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (62)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِذَا كَانُوۡا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ يَذۡهَبُوۡا حَتّٰى يَسۡتَاۡذِنُوۡهُ﴾ "درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کر لیں" واپسی پر اجازت مانگنے کے حکم کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ﴾ "درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے" یعنی ایمان والے وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ (جامع البیان: 187/18)

(2) ﴿وَاِذَا كَانُوۡا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ يَذۡهَبُوۡا حَتّٰى يَسۡتَاۡذِنُوۡهُ﴾ "اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کر لیں" اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو ادب سکھایا ہے کہ جس طرح گھروں میں واپسی پر اجازت مانگتے ہیں۔ اس طرح جب نبی ﷺ کے ساتھ کسی مہم پر ہو تو واپسی پر اجازت مانگیں۔

(3) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے ارشاد ہے کہ جب وہ کسی جامع معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں، یعنی آپ کی ضرورت اور مصلحت مثلاً جہاد اور مشاورت وغیرہ میں، جہاں اہل ایمان کا اشتراک عمل ہوتا ہے۔ تو اس معاملے میں اکٹھے رہیں کیونکہ مصلحت ان کے اجتماع واتحاد اور عدم تفریق وتشتت کا تقاضا کرتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان رکھنے والا رسول اللہ ﷺ اور آپ

کے بعد آپ کے نائب کی اجازت کے بغیر اپنے گھر لوٹتا ہے نہ اپنی کسی ضرورت سے دیگر مومنوں کو چھوڑ کر جاتا ہے۔ (تفسیر السعدی:1846,1847/2)

(4) اجتماعی کاموں کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے بعد امام سے، اپنے ذمہ دار سے اجازت لے کر جانا ضروری ہے۔

(i) اجازت لینا اس لیے ضروری ہے مسلمانوں کی زندگی اور ان کے ادارے منظم طریقے پر چل سکیں۔ (ii) اجازت لینا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے کام پورے وقار کے ساتھ ہوں۔ (iii) اجازت لینا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ رب العزت نے بغیر اجازت نہ جانے والوں کو کامل ایمان والے قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ اور ایمان والوں کے ان کے ادب پر ان کی مدح فرمائی ہے۔

سوال 3: ﴿فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اگر آپ ﷺ سے کوئی اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اجازت مانگیں تو آپ ﷺ کو اختیار ہے خواہ آپ انہیں اجازت دیں یا نہ دیں۔

(2) اجازت کو دینے کے لیے دو شرائط عائد کی گئی ہیں۔ (i) یہ اجازت طلبی ان کے کسی ضروری معاملے اور ضروری کام کے لئے ہو اور اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے اجازت طلب کرتا تو اس کو اجازت نہ دی جائے۔ (ii) اجازت دینے میں مشیت مصلحت کے تقاضے پر مبنی ہو اور اجازت دینے والے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا: اگر اجازت طلب کرنے والے کے پاس کوئی عذر ہو اور وہ اجازت طلب کرے اگر اس کے پیچھے بیٹھ رہنے میں اور ساتھ نہ جانے میں اسکی رائے یا شجاعت سے محرومی کی وجہ سے نقصان ہو تو صاحب امر اس کو اجازت نہ دے۔ (تفسیر السعدی:1847/2)

سوال 4: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ﴾ ''اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اجازت

مانگنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اجازت طلب کرنے والے نے کوتاہی، کمی اور غلطی کی ہو۔ (2)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا۔ وہ گناہوں کا بہت بخشنے والا ہے اور ان پر رحم فرمائے گا وہ نہایت رحم والا ہے کہ اس نے عذر کی بنا پر اجازت طلب کرنے کا جواز عطا کیا ہے (تفسیر سعدی 2/1847)

﴿لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ یَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ یَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡکُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡیَحۡذَرِ الَّذِیۡنَ یُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِیۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ یُصِیۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾

''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے'' (63)

سوال 1: ﴿لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔'' نبی ﷺ سے احترام سے مخاطب ہونے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے'' لوگ نبی ﷺ کو آپ ﷺ کا نام یا کنیت سے مخاطب کرتے تھے جیسے عام لوگ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں۔ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے احترام سے مخاطب ہونے کا حکم دیا ہے کہ نبی ﷺ کا نام یا کنیت سے آپ ﷺ کو نہ مخاطب کریں بلکہ یا رسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ کہہ کر مخاطب ہوں۔

(2) یعنی رسول اللہ ﷺ کا تمہیں بلانا اور تمہارا رسول اللہ ﷺ کو بلانا ایسے نہ ہو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ پس جب رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں تو ان کی آواز پر لبیک کہنا تم پر فرض ہے یہاں تک کہ اگر تم نماز کی حالت میں ہو تب بھی تم پر آپ کے بلانے پر جواب دینا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا امت میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں اور ہم پر آپ کی اتباع واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی دیتی ہو۔'' (سورہ الانفال: 24) اسی طرح تم رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، یعنی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت (یا محمد) ''اے محمد!'' یا (یا محمد بن عبداللہ) ''اے محمد بن عبداللہ!'' نہ کہو جیسا کہ تم ایک

دوسرے سے مخاطب ہوتے ہو۔ بلکہ آپ کو فضل وشرف حاصل ہے اور آپ دوسروں سے ممتاز ہیں اس لئے آپ سے مخاطب ہوتے وقت یہ کہا جائے "اے اللہ کے رسول!" "اے اللہ کے نبی!" (تفسیر السعدی:2/1847,1848)

(3) رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے کے لیے جن آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اس کا تذکرہ ہمیں سورۃ الحجرات میں بھی ملتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ یقیناً جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں بلاشبہ اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔ اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" (الحجرات:1,5)

(4) ابوسعید بن معلّی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول ﷺ نے مجھے پکارا میں آپ ﷺ کی خدمت میں نہ پہنچ سکا بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم نہیں دیا ہے کہ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب کہ وہ (یعنی رسول) تم کو بلائیں" پھر آپ نے فرمایا مسجد سے نکلنے سے پہلے میں تمہیں قرآن کی عظیم ترین سورہ سکھاؤں گا۔ تھوڑی دیر بعد آپ باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا اور معاذ بن معاذ عنبری نے اس حدیث کو یوں روایت کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے خبیب نے، انہوں نے حفص سے سنا اور انہوں نے ابوسعید بن معلّی رضی اللہ عنہ سے جو نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے سنا اور انہوں نے بیان کیا وہ سورۃ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ہے جس میں سات آیتیں ہیں جو ہر نماز میں مکرر پڑھی جاتی ہیں (بخاری:4647)

سوال2: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو ہم خوب جانتے ہیں جو نظریں بچا کر چپکے سے چلے جاتے ہیں۔

(2) اللہ رب العزت نے ان کے مقابلے میں اہل ایمان کی مدح کی ہے کہ وہ جب کسی اجتماعی معاملے میں نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو بغیر اجازت واپس نہیں جاتے۔ اس کے بعد ان لوگوں کو وعید سنائی ہے جو بغیر اجازت چلے جاتے ہیں اور ان کا جانا آپ کے سامنے نہیں آتا۔

(3) مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھے رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آجانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت ﷺ کی اجازت کے نہیں جاسکتا تھا جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ ﷺ سے اجازت چاہتا اور آپ ﷺ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبہ کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظریں بچا کر سرک جاتے تھے سدی فرماتے ہیں جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ لے کر بھاگ جاتے۔ (ابن کثیر)

(4) مجلس سے صدر کی اجازت کے بغیر اٹھ کر چلے آنا ممنوع ہے۔ یعنی ایسے امور جن کا تعلق سب مسلمانوں سے مشترک ہو۔ جیسے جہاد یا مجلس مشاورت، یا کوئی مشترکہ مفادات کے لیے اجتماع ہو۔ خواہ ایسی میٹنگ جنگ یا جہاد سے تعلق رکھتی ہو یا حالت امن سے، مومنوں کا یہ کام نہیں ہے کہ آپ کی اجازت لیے بغیر وہاں سے چل دیں۔ ہاں اگر انہیں کوئی ضرورت کام کی بنا پر اس مجلس و اجتماع کے اختتام سے پہلے جانا ضروری ہو تو وہ اس سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں اجازت لئے بغیر وہاں سے چلے نہیں آتے اگر وہ اپنی کوئی ضرورت آپ سے بیان کریں۔ تو انہیں اجازت دینا آپ کی صوابدید پر منحصر ہے اور اگر آپ یہ سمجھیں کہ ان کا یہ ذاتی کام اس اجتماعی مفاد کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تو بے شک آپ انہیں اجازت نہ دیں۔ اور اگر آپ انہیں اجازت دے دیں تو ان کے لیے دعائے مغفرت بھی کیجئے۔ کیونکہ اپنی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے اجتماعی معاملات اور آپ کی صحبت سے محروم رہنا حقیقتاً دنیا کو دین پر ترجیح دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اگر کسی مخلص مومن کو اس کی التجا کی بنا پر آپ اجازت دے بھی دیں تو اس کے حق میں آپ کے استغفار کی برکت سے اس تقصیر کا تدارک ہو سکے گا۔ ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی واقعی ضرورت کے بغیر ایسے اجتماعی مفادات کی اجازت طلب کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں یہ حکم آپ کی ذات یا آپ کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین یا کسی بھی اسلامی حکومت کے ایسے مشترکہ مفاد کی مجلس کے بھی خلفائے راشدین یا کسی بھی اسلامی حکومت کے ایسے مشترکہ مفاد کی مجلس سے بلا اجازت چلے جانا آداب مجلس کے بھی خلاف ہے اور شرعاً ناجائز بھی ہے مجلس چھوڑ کر جانے کا جواز صرف اس صورت میں ہے کہ فی الحقیقت کوئی ضرورت لاحق ہو جس کی بنا پر امیر مجلس سے رخصت ہونے کی اجازت حاصل کی جائے۔ اگر امیر مجلس اس کی اجازت دینے یا اس کے ذاتی کام کے مقابلہ میں اس کے شریک مجلس رہنے کو زیادہ اہم سمجھتے ہوں اور وہ اجازت نہ دیں تو کسی مومن کو اس سے کچھ شکایت نہیں

ہونا چاہیے۔(تیسیر القرآن:288/3)

سوال3:﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''سو جولوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کوکوئی فتنہ پہنچے یا اُن کودردناک عذاب پہنچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''سو جولوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کوکوئی فتنہ پہنچے یا اُن کودردناک عذاب پہنچے'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بارے میں فرمایا ہے اور یہ مومنوں اور منافقوں کے لیے عام ہے۔اور قیامت تک کے لیے ہے کہ اس بات سے ڈرو کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے پھر وہ کافر ہو کر مرجائیں یا دنیا میں انہیں دردناک عذاب پہنچے اور یہ ان کے دلوں کی کجی ہے۔

(2) منافق اللہ کے نبی سے اور اس کی کتاب سے ہٹ جایا کرتے اور جماعت سے نکل جاتے اور مخالفت پر اتر آتے تھے۔

(3) امر رسول سے آپ ﷺ کی راہ، آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کا طریقہ، اور آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی شریعت ہے۔(مختصر ابن کثیر:1351/2) (4) علماء کے اقوال وافعال نبی ﷺ کے اقوال وافعال سے ملائے جائیں اگر موافق ہوں تو قبول کر لیے جائیں اور اگر موافق نہ ہوں تو رد کر دیئے جائیں۔

(5) نبی ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے کے خلاف ہے وہ رد کر دیا جائے گا۔(بخاری، مسلم)

(6) جس نے شریعت کے خلاف کوئی کام کیا اسے فتنے اور دکھ بھرے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کر دے گا جو انہوں نے عمل کیے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''(64)

سوال1:﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ ؕ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کر دے گا جو انہوں نے عمل کیے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے'' اللہ تعالیٰ

آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ آسمان والے اور زمین والے اس کی ملکیت میں ہیں، اس کے بندے ہیں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے۔ وہ خالق ہے، مالک ہے، اپنے بندوں میں جیسے چاہے تصرف کرتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اس لیے اس کے رسول کے بارے میں اس سے ڈریں اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے حکم سے اس کی یعنی رسول کی اطاعت کی جائے۔

(2)﴿قَدۡ يَعۡلَمُ مَآ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ﴾ ''یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال اور افعال کا علم رکھتا ہے۔ تم جو بھی کام کرتے ہو وہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس سے کائنات کا کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ﴾ ''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں۔'' (الشعراء:217)

(4)﴿اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ‌ ۚ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلۡ سَمُّوۡهُمۡ‌ ؕ اَمۡ تُنَبِّـــُٔوۡنَهٗ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ بِظَاهِرٍ مِّنَ الۡقَوۡلِ‌ ؕ بَلۡ زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مَكۡرُهُمۡ وَصُدُّوۡا عَنِ السَّبِيۡلِ‌ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ﴾ ''تو کیا وہ جو نگران ہے ہر جان پر جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کا شریک ہوسکتا ہے؟) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں۔ آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو، یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟ یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا اُن کی مکاریاں اُن کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے پھر اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔'' (الرعد:33)

(5)﴿اَلَاۤ اِنَّهُمۡ يَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ لِيَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ‌ ؕ اَلَا حِيۡنَ يَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِيَابَهُمۡ ۙ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ‌ ۚ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (ہود:5)

(6)﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)

(7)﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا‌ ؕ كُلٌّ فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6)

(8)﴿وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ‌ ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ‌ ؕ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا نہیں کوئی

نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔" (الانعام:59)

(9)﴿وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کردے گا جو انہوں نے عمل کیے'' یعنی قیامت کے دن وہ اپنی موت کے بعد وہ اپنے رب کے پاس لوٹائے جائیں گے پھر انہیں ان کے اعمال کے بارے میں خبر دی جائے گی پھر خیر و شر کے بارے پوری پوری جزا دی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامۃ:13)

(10) اللہ تعالیٰ چھوٹے بڑے سب اعمال کے بارے آگاہ فرمائے گا۔

(11)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا'' (الکہف 49) وہ اس مقصد کے لیے اعضاء سے بھی گواہی لے گا۔

(12) اس دن فیصلے اس کے عدل کے مطابق ہوں گے اور لوگ اس کے فضل سے محروم نہیں رہیں گے۔

(13)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ وہ سب لوگوں کو آگاہ کرے گا کہ انہوں نے اپنی پہلی زندگی میں کیا اعمال کیے۔ وہ ہر چیز کا پورا علم رکھنے والا ہے۔ اس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اعمال کا پورا پورا اجر دے گا۔ جب سب اس کے حکم کی طرف لوٹائے جائیں گے جس دن اس کے سوا کسی کا کوئی حکم نہیں ہوگا۔

آیاتها ٧٧ ۔ ٢٥ سورۃ الفرقان مکیۃ ٤٢ ۔ رکوعاتها ٦

سوال 1: سورۃ الفرقان کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ الفرقان مکّی ہے۔ اس کے 6 رکوع اور 77 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ پچیسویں (25) سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ بیالیسویں (42) سورت ہے۔

رکوع نمبر 16

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴾

''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو'' (1)

سوال 1: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبٰرَكَ﴾ ''بہت برکت والا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنی ذات کی ثناء بیان فرمائی ہے کیونکہ اس کی خیر عظیم اور مخلوقات پر اس کی برکتیں بہت زیادہ ہیں۔

(2) تبارك یعنی اللہ تعالیٰ کی بھلائی اور احسانات کثیر ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے اوصاف نہایت کامل اور دائمی ہیں۔

(4) ﴿الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ﴾ ''وہ جس نے فرقان اُتارا'' اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن عظیم نازل فرمایا جو حق اور باطل، شرک اور توحید، عدل اور ظلم، حلال اور حرام، ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے۔

(5) ﴿عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ ''اپنے بندے پر'' یعنی اپنے معزز رسول محمد ﷺ پر قرآن عظیم نازل فرمایا۔

(6) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ﴿1﴾ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ﴿2﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ﴿3﴾﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ بالکل سیدھی ہے تا کہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کر دے اور مومنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (الکہف: 1,3)

(7) ﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴾ ''تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو'' قرآن مجید کو فرقان بنا کر نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سارے جہان والوں کے لئے بُرے انجام سے خبردار کرنے والے اور کھلے ڈرانے والے ہوں۔ (قرآناً عجباً)

(8) عالم سے مراد جن اور انسان ہیں۔

(9) ﴿نَذِيْرَا ۙ﴾ ''ڈرانے والا ہو'' یعنی کفر، شرک، ظلم، شر اور فساد کے انجام، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی سزا سے، دنیا و آخرت میں اس

کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:1017)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ”آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور اُنہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔“ (الانعام:19)

(10) اس سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ (i) آپ کی نبوت صرف آپ ﷺ کے دور کے لئے نہیں تھی بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔(ii) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔(iii) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جنوں اور انسانوں سب کے لئے ھادی ہیں۔(قرآناً عجباً)

(11) اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ”آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔“ (الاعراف:158)

(12) جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی ہے پس میری امت کا جو انسان کے نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت عطا کی اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ (بخاری:335)

(13) پہلے نبی ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سب لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں﴿بُعِثْتُ اِلَى الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ﴾ ”میں سیاہ اور سرخ کی طرف مبعوث کے گیا ہوں۔“ (قرآناً عجباً)

(14)﴿وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ (۲۹) قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ وَ اِلٰی طَرِیْقٍ

مُّسْتَقِيْمٍ (۳۰) يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳۱) وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۲)﴾ ’’اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ’’خاموش ہو جاؤ‘‘ پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔انہوں نے کہا: ’’اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے۔اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔‘‘ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘ (سورہ الاحقاف:29،32)

﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾

’’وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے اولا نہیں بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ‘‘ (2)

سوال1: ﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ ’’وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے اولا نہیں بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ‘‘ رسول بھیجنے والا عظیم رب آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے‘‘ یعنی جس نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ’’کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے ولا ہے۔‘‘ (سورہ المائدہ:40)

(2) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی

طرف سب کولوٹ کر جانا ہے۔'' (النور:42)

(3)﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔'' (سورہ فاطر:13)

(4)﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے، تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (ال عمران:26)

(5) تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ ''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (سورہ الملک:1)

(6)﴿وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾ ''اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی''۔(سورہ الانعام:73)

(7)﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''بدلے کے دن کا مالک ہے''۔(سورہ الفاتحہ:3)

(8)﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''آج بادشاہت کس لیے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے'' (المومن:16)

(9)﴿وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ ''اور جس نے اولاد نہیں بنائی'' اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکین عرب کے عقائد کا رد کیا ہے۔ یہودی کہتے تھے عُزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، مشرکین عرب کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے عقائد کو رد کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ (قرآناً عجباً) اس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور مخلوق اس کی محتاج ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (۱۴۹) اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰۗىِٕكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ (۱۵۰) اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۱۵۲) اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَي الْبَنِيْنَ (۱۵۳)﴾ ''سو آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ موجود تھے؟ سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں؟ (الصفت:140,153)

(10) اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے باشندے اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں۔ اس کی رحمت کے محتاج اور اس کی عظمت کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

(11) ﴿وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ﴾ ''اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے'' کیسے کوئی اس کے اقتدار میں شریک ہو سکتا ہے حالانکہ سب کی پیشانیوں کے بال اس کی مٹھی میں ہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر مخلوق حرکت کر سکتی ہے نہ سکون نہ وہ کسی طرح کے تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ لَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِيۡرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اُس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں، خوب بڑائی بیان کرنا۔'' (بنی اسرائیل:111)

(12) ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ﴾ ''اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا'' اس نے سارے جہانوں کو تخلیق کیا، اوپر والے جہانوں کو اور نیچے والے جہانوں کو، اس نے حیوانات، نباتات اور جمادات کو تخلیق کیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُ‌ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ﴾ ''وہ ہر چیز کا خالق ہے، چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔'' (الانعام:102)

(13) ﴿فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا﴾ ''پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ'' آیت کے اختتام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ثناء ہے۔ بادشاہت اسی کی، خلق اسی کی، علم اسی کا، حکمت اس کی اس نے ہر چیز کو ایسے تخلیق کیا جو اس کے لائق اور اس کے لیے مناسب ہے۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ مخلوق جس شکل میں ہے اس کے علاوہ وہ کسی اور شکل وصورت میں ہو اور مناسب لگے، کوئی عضو کسی مخلوق کا ایسا نہیں ہے جو اس مقام کے علاوہ کسی اور مقام کے لیے مناسب ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَىۙ (۱) الَّذِىۡ خَلَقَ فَسَوّٰى (۲) وَالَّذِىۡ قَدَّرَ فَهَدٰى (۳)﴾ ''آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔ وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا۔ اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دکھائی۔'' (الاعلیٰ:1,3)

(14) ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِىۡۤ اَعۡطٰى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اُسے راستہ دکھایا۔'' (طٰہٰ:50)

(15) ﴿وَكُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ﴾ اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک اندازے سے ہے۔ (الرعد:8)

﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ وَلَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا يَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا﴾

''اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا'' (3)

سوال 1: ﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّهُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ وَلَا یَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا یَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا﴾ ''اورلوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّهُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ﴾ ''اورلوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی نادانی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے عاجز مخلوق کو اپنا معبود بنالیا جو کچھ بھی تخلیق کرنے پر قادر نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ یَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَیۡئًا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔'' (الحج:73)

(2) ﴿وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّهُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ (۲۰) اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ (۲۱)﴾ ''اور وہ لوگ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے۔'' (النحل:20,21)

(3) ﴿قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَیۡنٰهُمۡ كِتٰبًا فَهُمۡ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنۡهُ ۚ بَلۡ اِنۡ یَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔'' (الفاطر:40)

(4) ﴿هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (لقمان:11)

(5) ﴿اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ كَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل

نہیں کرتے۔'' (النحل:17)

(6)﴿اَیُشْرِکُوْنَ مَالَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ﴾ ''کیا وہ اُن کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے اور وہ سب خود پیدا کیے جاتے ہیں؟'' (الاعراف:191)

(7)﴿وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ''اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا'' یعنی وہ اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟ چنانچہ تخلیق ان پر متشبہ ہوگئی ہے، آپ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔'' (الرعد:16) (8)﴿وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ﴾ ''اور نہ ان کی وہ مدد کرسکتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔'' (الاعراف:192)

(9) جھوٹے معبود کوئی اختیار نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے وہ عطا کردے تو کوئی روکنے والا نہیں، روک لے تو کوئی عطا کرنے نہیں۔

(10) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے لکھنے والے (کاتب) فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہو مجھے لکھ کر بھیجو۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے''۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو عطاء کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کوئی کوشش تیری کوشش کے مقابلہ میں نفع دینے والی نہیں۔'' (مسلم:1342)

(11)﴿وَلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ ''اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا''

جھوٹے معبود موت اور زندگی کے مالک نہیں، موت کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کے بھی وہ مالک نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور ان سے بہت بلند ہے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں۔'' (سورہ الروم:40)

﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ‌ ۛۚ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا﴾

''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ‌ ۛۚ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں'' کافر قرآن کا انکار کرتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا﴾ ''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

(2) ﴿اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَرٰهُ﴾ ''کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جس کو اس نے گھڑ لیا ہے'' وہ قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے جسے محمد ﷺ نے گھڑ کر خود تصنیف کر کے اللہ تعالیٰ کے نام منسوب کیا ہے۔

(3) ﴿وَاَعَانَهٗ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ﴾ ''اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔'' یعنی ان کے بہتان کے مطابق قرآن مجید کی تالیف و ترتیب میں دوسرے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے۔

(4) ﴿فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا﴾ ''سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔'' رب العزت نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بہتان دراصل حق کا انکار، ظلم اور جھوٹ ہے۔ یہ قرآن تو ہدایت اور نور ہے اور محمد ﷺ کے حالات کے بارے میں آپ ﷺ بخوبی آگاہ ہو۔ کیا پوری قوم ان کی سچائی اور امانت کے بارے میں آگاہ نہیں ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ محمد ﷺ قرآن کی تصنیف میں مدد حاصل کرنے کے لیے کسی کے پاس نہیں گئے! کیا وہ نہیں جانتے کہ قرآن جیسا اعلیٰ پائے کا کلام تصنیف کرنا ممکن نہیں ہے۔

﴿وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾

''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔'' کافر قرآن کو پچھلے لوگوں کے افسانے کہہ کر کیسے جھٹلاتے تھے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوار کھا ہے۔'' کافروں کا بہتان یہ ہے کہ قرآن شاعری اور کہانت ہے جیسا کہ نضر بن حارث نے کہا۔

(2) وہ کہتے ہیں قرآن پہلے لوگوں کے واقعات پر مبنی کتاب ہے جسے ہر کوئی سنتا ہے اور آگے بیان کر دیتا ہے محمد ﷺ نے بھی ان کہانیوں کو سن کر لکھ لیا ہے۔

(3) مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کے نزول کو ہلکا ثابت کرنے کے لیے اسے انسانی کاوش قرار دیا کہ یہ انسانوں کے لیے سنانے کی وجہ سے اس علم کو پانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔(قرآناعجبا)

(4)﴿فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔'' یعنی قرآن مجید جو واقعات ہیں صبح وشام اسے پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔اسی سلسلے کو تحریر میں لاکر قرآن کی شکل میں پیش کر دیا ہے(نعوذ باللہ)

﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (6)

سوال1:﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' انکار قرآن کے جواب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے'' رب العزت نے کافروں کے الزام کا جواب دیا ہے جو وہ قرآن کے انکار کے لیے دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔

(2) رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا آپ ﷺ کہہ دیں۔اس قرآن میں اگلوں اور پچھلوں کے سچے واقعات ہیں جس ہستی نے قرآن نازل کیا ہے اس کے علم نے زمین وآسمان کی چھپی ہوئی اور ظاہر چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اس کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ مخلوق قرآن گھڑ کر کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اس کی طرف سے نہ ہو۔وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم سے یہ معاملہ کیسے چھپ سکتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے تو وہ نعوذ باللہ جھوٹ گھڑنے والے کی اس کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے ان کی جانوں اور شہروں کو اس کے حوالے کر دیتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جو قرآن کا انکار کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم کا انکار کیے بغیر قرآن کا انکار کرنا ممکن نہیں۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بات اس حوالے سے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُمی تھے ایک انسان اتنی قدرت کہاں رکھتا ہے کہ وہ ایسا

معجزانہ کلام پیش کر سکے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے بارے میں واضح کیا کہ اسے اُس نے نازل کیا ہے جو زمین و آسمان کے راز جانتا ہے اس وجہ سے کتاب میں ہر بات سچی ہے حکمت سے بھرپور ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اس کتاب کو اس نے اُتارا ہے جو آسمان و زمین کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے اس لیے انسانی زندگی کے بارے میں جو احکامات ہیں، جو قوانین ہیں، بے مثال ہیں اس میں گزشتہ اقوام کے جو حالات ہیں اس میں صداقت ہے، اس میں مستقبل کے بارے میں جو پیشن گوئیاں ہیں وہ سچی ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(4) اگر انہوں نے قرآن حکیم میں تدبر کیا ہوتا تو وہ اس کے احکامات اور اس کے علم سے جان لیتے کہ یہ قرآن غائب اور حاضر تمام امور کا علم رکھنے والی ہستی کے سوا کسی کی طرف سے نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کے باوجود انہیں چھوڑا نہیں بلکہ وعدہ کیا کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو وہ ان کو اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے گا۔

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾ ''یقیناً وہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ اتنے بڑے الزامات پر، مشرکوں کے حق سے انکار پر بھی رحمت کرتا ہے، مہلت دیتا ہے ورنہ قرآن کے گھڑنے کا الزام اتنا بڑا ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آسکتے ہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ اپنی صفت غفور سے اُمید دلاتے ہیں کہ اگر تم اب بھی پلٹ آؤ تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت تمہیں ڈھانپ لے گی۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ‌ؕ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَلَكٌ فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا'' (7)

سوال 1: ﴿وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ‌ؕ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَلَكٌ فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا'' کافروں کی تکذیب اور سرکشی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوۡا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا'' جن لوگوں نے رسول ﷺ کو جھٹلایا انہوں نے کہا۔

(2) ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ﴾ ''کہ یہ کیسا رسول ہے؟'' یعنی یہ کیسا رسول ہے، وہ رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔

(3) ﴿يَاۡكُلُ الطَّعَامَ﴾ ''جو کھانا کھاتا ہے'' یعنی یہ تو انسانی خصوصیت ہے۔ رسول کو تو فرشتہ ہونا چاہیے تا کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہوتا۔

(4) ﴿وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ﴾ ''اور بازاروں میں چلتا ہے'' یعنی بازاروں میں جانا تجارتی لین دین کرنا اور خرید و فروخت کرنا رسول کے لائق نہیں۔ (5) مشرکوں کو اعتراض رسول اللہ ﷺ کے انسان ہونے پر تھا۔ مشرکوں کو رسول اللہ ﷺ کی بشریت پر اعتراض اس لئے

تھا کہ وہ بشریت کو رسالت اور نبوت کی عظمت کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ (قرآناً عجباً)

(6)﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ‌ؕ وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ‌ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الفرقان:20)

(7)﴿لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَلَكٌ﴾ ''اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟'' مشرکوں نے ایک بشر کے مقام کی بلندی کا بس اتنا ہی خواب دیکھا تھا کہ فرشتے آئے اور اس کے ساتھ مددگار رہو۔ یعنی وہ کسی صورت اکیلے انسان کی بات کو توجہ دینے کے لئے تیار نہیں تھے جب تک کہ اس کے ساتھ فرشتہ نہ ہو۔ (قرآناً عجباً)

(8)﴿فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا﴾ ''کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا'' یعنی ایک انسان رسالت کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے؟ اسے یہ قدرت اور طاقت حاصل نہیں۔ فرشتہ آتا تو وہ اعلان کرتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ان کی بات مانو۔ ان کے گمان کے مطابق آپ ﷺ رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لیے کافی نہیں۔

﴿اَوۡ يُلۡقٰٓى اِلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاۡكُلُ مِنۡهَا‌ ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا﴾

''یا اس کے ساتھ کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو'' (8)

سوال1: ﴿اَوۡ يُلۡقٰٓى اِلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاۡكُلُ مِنۡهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا﴾ ''یا اس کے ساتھ کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوۡ يُلۡقٰٓى اِلَيۡهِ كَنۡزٌ﴾ ''یا اس کے ساتھ کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا'' یعنی ایسا مال رسول کو دیا جاتا جو کسی محنت مشقت کے بغیر اکٹھا کیا جاتا۔

(2)(i) مشرک خزانے کو وحی سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔ (ii) مشرک رسول اللہ ﷺ کی مالی حالت کی خستگی کو قرآن قبول نہ کرنے کا جواز بناتے تھے۔ (iii) اس سے مشرکین کی values کا پتہ چلتا ہے ان کے نزدیک زمین پر سب سے قیمتی چیز مال ہی تھا۔ (قرآناً عجباً)

(3)﴿اَوۡ تَکُوۡنُ لَہٗ جَنَّۃٌ یَّاۡکُلُ مِنۡہَا﴾ ''یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا'' مشرکوں نے رسول اللہ کے بارے میں یہ بات بظاہر اظہار و ہمدردی کے لئے کی تھی کہ چلو رزق کے معاملے میں بے نیاز ہو جائے لیکن اصل میں وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اتنے خستہ مالی حالات والے پر کیسے یقین کر لیں کہ وہ کائنات کے بادشاہ کا نمائندہ ہے؟ (قرآناً عجباً)

(4)﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور ظالموں نے کہا'' مشرک جو اعتراض رسول اللہ ﷺ پر کرتے تھے اور اس کا باعث شبہات نہیں بلکہ ان کا ظلم تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ ظالموں نے کہا۔

(5)﴿اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا﴾ ''کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو۔'' مشرک لوگوں سے کہتے تھے کہ تم ایک ایسے شخص کے پیچھے چل رہے ہو جو مخبوط الحواس ہے حالانکہ وہ آپ ﷺ کی کامل عقل کے بارے میں خوب جانتے تھے۔

(6) مشرک وحی کو ہلکا ثابت کرنے کے لئے، دوسروں کو ایمان کے راستے سے روکنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو کم عقل اور کم فہم ثابت کرتے تھے۔ (قرآناً عجباً)

﴿اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا﴾

''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں! سو وہ بہک گئے ہیں چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے'' (9)

سوال 1: ﴿اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا﴾ ''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں! سو وہ بہک گئے ہیں چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔'' مشرک بے بنیاد باتیں گھڑ کر گمراہ ہوئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ﴾ ''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں!'' مشرکین کے اعتراض پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ پر باتیں چھانٹنے والوں کا حال یہ ہے کہ ایک بات پر ٹھہرتے ہی نہیں کبھی جادوگر کہتے ہیں، کبھی شاعر، کبھی مجنون دراصل یہ خود بہک گئے ہیں اور بے عقلی کی باتیں کر کے خود ہدایت کے راستے سے دور ہو رہے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(2)﴿فَضَلُّوۡا﴾ ''سو وہ بہک گئے ہیں'' یعنی وہ حق کے راستے کو گم کر بیٹھے ہیں۔ اب اس کے بعد ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں (ایسر التفاسیر:1019)

(3)﴿فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا﴾ ''چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے'' یہ ان کے گمراہی میں دور تک بھٹکنے کی وجہ سے ہے کہ وہ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔

(4) جو سیدھے راستے سے بھٹکے گا وہ جہاں بھی جائے گا گمراہ ہوگا کیونکہ حق ایک ہے، اس کا راستہ ایک ہے۔ انہوں نے جو باتیں کہی ہیں وہ گمراہی پر مبنی ہیں، اس میں کوئی بھی ہدایت کی بات نہیں۔ اس لیے وہ سیدھا راستہ نہیں پا سکتے۔

رکوع نمبر 17

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ وَ یَجۡعَلۡ لَّكَ قُصُوۡرًا﴾

''بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر ایسے باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے'' (10)

سوال 1: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ وَ یَجۡعَلۡ لَّكَ قُصُوۡرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر ایسے باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ﴾ ''بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر عطا کر دے'' مشرکوں نے جب نبی ﷺ کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیا تو آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے۔

(2) ﴿جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾ ''ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں'' اگر وہ چاہے تو آپ ﷺ کو ان کے چاہے ہوئے باغوں سے بہتر باغ عطا فرما دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں۔

(3) ﴿وَ یَجۡعَلۡ لَّكَ قُصُوۡرًا﴾ ''آپ کے لیے محلات بنا دے'' یعنی آپ ﷺ کو شاندار محل بھی عطا فرما دے۔

(4) باغات اور محلات سے زیادہ قیمتی دولت اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق اور یہ شعور ہے کہ وہ ساتھ ہے، اس کی نگرانی میں ہیں یہ اتنی قوت بخش روحانی غذا ہے جس کے مقابلے میں دُنیا کے مال و متاع کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بابرکت ہونے کی بات کی ہے کہ وہ چاہے تو ایک نہیں کئی پختہ محل دے دے اور چاہے تو ایسے باغ دے دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں مگر ان کے مطالبات حق کی تلاش اور نجات کی طلب کے لیے نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ وہ دشمنی اور عناد کی بناء پر کر رہے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

﴿بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالسَّاعَةِ ۟ وَ اَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیۡرًا﴾

''بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' (11)

سوال 1: ﴿بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالسَّاعَةِ ۟ وَ اَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیۡرًا﴾ ''بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالسَّاعَةِ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے'' قیامت کا جھٹلانا دراصل رسالت کو جھٹلانا ہے۔ اصل سبب

قیامت کی جواب دہی کا خوف نہ ہونا ہے اگر دلوں کے اندر اس جواب دہی کا خوف بیٹھ جائے تو ایسے مطالبات نہیں کیے جاتے۔ (قرآناً عجبا)

(2) ﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ ''اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' جھٹلانے والے کا ایک ہی علاج ہے کہ اس پر عذاب نازل کر دیا جائے۔ اس لیے رب العزت نے فرمایا کہ ان کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلے بہت زیادہ بھڑک رہے ہوں گے جو اتنی الم ناک اور خوف ناک ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا﴾

''وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے'' (12)

سوال 1: ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا﴾ ''وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ''وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی'' اللہ تعالیٰ نے آگ کو ایک زندہ وجود کی صورت میں سامنے رکھا ہے جو جھٹلانے والوں کو دیکھ رہی ہے۔ پھر انہیں دیکھ کر اُس کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا ہے۔ یہ انتقام کی آگ ہے جو مجرموں کو دیکھ کر جوش کھا رہی ہے اور ان سے کلام کرتی ہے جب کہ ابھی منکرین اپنے مقام پر نہیں پہنچے۔ (قرآناً عجبا)

(2) ﴿سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا﴾ ''تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے'' جہنم کا دیکھنا اور چلانا ایک حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کے اندر دیکھنے اور بولنے جیسی صلاحتیں پیدا کر دینا مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ (قرآناً عجبا)

(3) ﴿اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ (۷) تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۸)﴾ ''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔ قریب ہو گی کہ وہ غصہ سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا'' (الملک: 7,8)

(4) (i) جہنم کے غضب اور جوش انتقام میں کھولنے اور دھاڑنے کی وجہ سے سرکش انسان بھی سرکشی چھوڑنے کی سوچنے لگتا ہے اور کلام اللہ پر غور کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے (ii) جہنم پر یقین رکھنے والے افراد کے اندر ایک ایسا یقین اُترتا ہے جو رگوں میں دوڑنے والے خون کو بھی منجمد کرنے کی کوشش کرتا ہے یوں خوف کی یہ لہر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا دیتی ہے۔ (قرآناً عجبا)

(5) حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے ہمارے ساتھ ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے ایک تنور کے پاس سے گزرے جب اس کے اندر دھکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو یہ آیت تلاوت فرمائی ''اور جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے۔'' (الفرقان: 12) یہ سن کر ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے لوگ انہیں چار پائی پر ڈال کر گھر لائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس (صبح سے لے کر) ظہر تک بیٹھ کر ہوش

میں لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کو ہوش نہ آیا۔ (تفسیر ابن کثیر 415/3)

(6) حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں نیند نہ کروں تو میں کبھی نہ سوتا اس ڈر سے کہ کہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ ہو جائے اور اگر میرے پاس مددگار ہوتے تو میں انہیں ساری دنیا میں منادی کرنے کے لیے بھیج دیتا (جو کہتے) ''لوگو! آگ سے خبردار ہو جاؤ، لوگو! آگ سے خبردار ہو جاؤ۔'' (ابونعیم فی الحلیہ: 369/2)

(7) حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی'' اور رونے لگتے، ان سے کہا گیا ''اے ابومیسرہ! کیوں روتے ہو؟'' حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے (پل صراط کے) اوپر سے گزرنا ہے لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی یا نہیں؟'' (ابن کثیر: 179/3)

(8) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو روتے دیکھ کر پوچھا گیا ''آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مجھے آگ میں نہ پھینک دے اور اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی پرواہ نہیں۔'' (حسن بصری صفۃ الصفوہ: 233/3)

(9) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ﴾ ''یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری قبر کے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری جہنم کے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری زندگی اور موت کے فساد سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری مسیح دجال کے فساد سے۔'' (نسائی: 2062)

(10) ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (65) إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (66)﴾ ''جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے۔ بلاشبہ وہ بہت بڑی چمٹنے کی جگہ اور اقامت ہے۔'' (الفرقان: 65,66)

(11) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے اور ارشاد فرماتے: ﴿اللَّهُمَّ! قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ﴾ ''اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا لیں جس روز کہ آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔'' (ابوداؤد: 5045)

(12) حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ کون سی دعا کثرت سے مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا اکثر مانگا کرتے تھے؟ وہ یہ ہے: ﴿اللَّهُمَّ! آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اللہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔'' (مسلم 6840)

﴿وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا﴾

''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے'' (13)

سوال1:﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ ''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہ ہلاکت کو پکاریں گے'' جہنم کی تنگی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے''۔ کافروں کو آزادی سے آگ تک پہنچنے کے بعد بچنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ ایک تنگ مقام سے انہیں زنجیروں میں جکڑ کر پھینک دیا جائے گا۔(قرآناً عجباً)

(2)﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ ''تو وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے'' اس وقت وہ اپنے لیے موت، رسوائی، اور فضیحت کو پکاریں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والے ہیں اور خالق کائنات نے انہیں ان کے اعمال کی پاداش میں اس جگہ بھیج کر انصاف کیا ہے مگر یہ دعا اور استغاثہ ان کے کسی کام آئیں گے نہ انہیں اللہ تعالی کے عذاب سے بچا سکیں گے۔

﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾

''آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو'' (14)

سوال1:﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾ ''آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾ ''آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو'' اس سے مراد یہ ہے کہ عذاب موت کی طرح ہے تم ایک عذاب سے نکلو گے تو دوسرا تمہارا منتظر ہوگا ایک عذاب کو نہیں بہت سے عذابوں کو پکارو یعنی بہت سی موتوں کو پکارو۔(قرآناً عجباً)

﴿قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا﴾

''آپ کہہ دیں کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت، جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے؟ جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' (15)

سوال1:﴿قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت، جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے؟ جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' جنت اچھی ہے یا جہنم آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی بعث اور جزا کو جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو۔

(2)﴿اَذٰلِكَ﴾ ''کیا یہ'' یعنی وہ بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب۔

(3)﴿خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے'' یعنی کیا غیض و

غضب سے بھڑکتی ہوئی آگ بہتر ہے یا جنت جس کا وعدہ شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں سے کیا گیا ہے۔

(4)﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ یقیناً ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔ اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں۔ پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقیناً کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے۔ پھر بے شک اُن کی واپسی یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی۔ یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے۔ (الصفت:62,70)

(5) اللہ تعالیٰ انسان کو مستقبل کے منظر میں لے جا کر یہ شعور دلاتے ہیں کہ دیکھو کفر اور شرک کا انجام زیادہ اچھا ہے جو عذابوں کی صورت میں ہے یا جنت جس کا وعدہ متقین سے ان کی فرماں برداریوں کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(6) یہاں یہ سوال سب کے سامنے اس لیے رکھا جا رہا ہے کہ شاید لوگ جہنم کے عذاب سے عبرت پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے بُرے انجام سے بچ جائیں۔ (قرآناً عجباً)

(7)﴿ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴾ ''جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' یعنی ہمیشہ رہنے والی جنت اہل ایمان اور تقوی کے لیے ثواب اور ان کا ٹھکانا ہوگی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (ایسر التفاسیر:1021)

﴿ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴾

''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں، آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے'' (16)

سوال 1: ﴿ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴾ ''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں، آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ﴾ ''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی ہمیشہ رہنے والی جنت میں متقیوں کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ (جامع البیان 201/18)

(2) جنت میں ہر قسم کی لذت والی چیزیں نصیب ہوں گی۔ کھانے پینے کی چیزیں، نرم و نازک ریشمی کپڑے، عالی شان محل، رنگ برنگ کی سواریاں اور دل خوش کن مناظر سب ہی کچھ ہوں گے۔ وہ وہ نعمتیں ہوں گی جو نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا کھٹکا گزر سکتا ہے۔ یہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ موج اڑاتے رہیں گے، نہ انہیں زوال ہوگا نہ ختم ہوں گی۔ نہ ان میں کمی آئے گی،

نہ ان سدا بہار محلوں سے اکتائیں گے۔ من بھاتے کھانے معرج مشروب، دل پسند لباس، اونچے اونچے شاہانہ محل، طرح طرح کی نعمتیں، مبارکبادیوں اور سلامتیوں کی صدائیں، فرشتوں کی دل جوئیاں، حوروں کی محبت بھری نگاہیں، غلاموں کی سرگرم خدمتیں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار پر بہار سبحان اللہ ایک جنتی کو حق تعالیٰ کس کس نعمت سے نوازے گا۔ اے اللہ! ہمیں بھی اپنے سچے وعدوں کا حق دار بنا اور توحید کی سچی تڑپ عطا فرما (آمین)۔ جب رب نے اپنے نیک بندوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے تو وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اس کی بڑی مہربانی ہے کہ بلاعوض اپنے بندوں کو ایسی ایسی جلیل الشان نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 1358/2)

(3)﴿كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا﴾ ''آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے'' (i) جنت کا وعدہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی طرح اپنے ذمے واجب کرلیا ہے۔ (ii) یہ ایسا وعدہ ہے جس کا اہل ایمان مطالبہ کرسکتے ہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا اس لیے وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ (قرآناً عجبا)

(4) یہ اہل ایمان پر خصوصی کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ادائیگی کو اپنے ذمے واجب کرلیا۔ (قرآناً عجبا)

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾

''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے ہیں تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' (17)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے ہیں تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' مشرکوں پر قیامت کے دن کی لعنت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جھٹلانے والے مشرکوں کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن مشرکوں کو غیر اللہ کی عبادت پر لعنت ملامت کی جائے گی۔

(2)﴿وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ﴾ ''اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ کہے گا'' اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹنے کے لیے جھوٹے معبودوں سے کہیں گے۔

(3)﴿ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾ ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے معبودوں کو جمع کرے گا اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے بھی میدان حشر میں پوچھے جائیں گے۔ جیسا کے رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ

اتَّخِذُوۡنِیۡ وَاُمِّیَ اِلٰـہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ قَالَ سُبۡحٰنَکَ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَیۡسَ لِیۡ ٭ بِحَقٍّ ؕ اِنۡ کُنۡتُ قُلۡتُہٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَہٗ ؕ تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِکَ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا: ''آپ پاک ہیں۔ میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔'' (المائدہ:116)

(4) (i) دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے اُن سے گمراہ ہونے والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا اپنی مرضی سے تمہاری عبادت کر کے گمراہ ہوئے تھے۔ (ii) اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی عقل و شعور اور گویائی عطا کر دے گا۔ (iii) یوں یہ گواہی بھی انسان کے خلاف پڑے گی۔ (iv) یہ سوال جرم کی تشہیر اور رُسوائی کے لیے کیا جائے گا۔ (v) یہ سوال جرم کو ثابت کرنے کے لیے کیا جائے گا۔ (vi) آج جب کہ مہلت عمل ہے اس میں مشرکوں کو شعور دلانے کے لیے کیا گیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(5) ﴿وَیَوۡمَ یَحۡشُرُہُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ یَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اَہٰۤؤُلَآءِ اِیَّاکُمۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۚ بَلۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَکۡثَرُہُمۡ بِہِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾﴾ اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا:40,41)

(6) ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ اَعۡدَآءً وَّ کَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6)

﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ مَا کَانَ یَنۡۢبَغِیۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِکَ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ وَلٰکِنۡ مَّتَّعۡتَہُمۡ وَاٰبَآءَہُمۡ حَتّٰی نَسُوا الذِّکۡرَ ۚ وَکَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا﴾

''وہ کہیں گے: پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے'' (18)

سوال 1: ﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ مَا کَانَ یَنۡۢبَغِیۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِکَ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ وَلٰکِنۡ مَّتَّعۡتَہُمۡ وَاٰبَآءَہُمۡ حَتّٰی نَسُوا الذِّکۡرَ ۚ وَکَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا﴾ ''کہیں گے: پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ﴾ ''وہ کہیں گے: پاک آپ کی ذات ہے'' قیامت کے دن خود ساختہ معبود کہیں گے پاک ہے تیری ذات

عزت وجلال والی، سارے کمال آپ کی ذات کے لیے ہیں۔

(2)﴿مَا كَانَ يَنۢبَغِيۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِكَ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ﴾ ''ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں'' یعنی ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کی عبادت کرتے جب کہ ہم تیرے بندوں کو تیری عبادت کے لیے بلاتے ہیں۔اس طرح تو ہم انھیں گمراہ کردیتے۔

(3)﴿وَلٰكِنۡ مَّتَّعۡتَهُمۡ وَاٰبَآءَهُمۡ﴾ ''لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا'' یعنی آپ نے انھیں اور ان کے آباواجداد کو دنیا کی لذتوں اور شہوتوں سے فائدہ اٹھانے دیا۔

(4)﴿حَتّٰى نَسُوا الذِّكۡرَ﴾ ''یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے'' یعنی دنیا کی لذتوں میں مشغول ہو کر اور شہوتوں میں ڈوب کر نصیحت کو بھلا بیٹھے۔

(5)یعنی تیرا ذکر، تیری عبادت اور جو کچھ تیرے رسول ان کے پاس لے کر آئے ان کو بھلا بیٹھے رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰىهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾ ''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلادیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (الحشر:19)

(6)(i)ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جو اُس نے پیغمبروں پر نازل کیا تھا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

(ii)ذکر بھلا دینے سے مراد اللہ تعالیٰ کے کلام کو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احکامات کو نہ سیکھنا، نہ سمجھنا، یاد نہ رکھنا، نہ اُن پر عمل کرنا۔(قرآناعجبا)

(7)انہوں نے توحید پر ایمان اور قرآن کو چھوڑ دیا۔(سمرقندی:557/2)

(8)﴿وَكَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا﴾ ''اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے'' ﴿قَوۡمًۢا بُوۡرًا﴾ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل خشک ہو چکے اور جن کی زندگی میں خلا پیدا ہو گیا۔(قرآناعجبا)

(9)بائرین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے۔جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔وہ کسی اصلاح کی طرف راغب نہیں ہوتے اور وہ ہلاکت کے سوا کسی چیز کے لائق نہیں ہوتے پس انہوں نے اس مانع کا ذکر کیا جس نے ان کو اتباع ہدایت سے روک دیا اور وہ ہے ان کا دنیا سے متمتع ہونا جس نے ان کو راہ راست سے روک دیا۔پس ان کے لیے ہدایت کا تقاضا معدوم ہے یعنی ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں جب تقاضا معدوم اور مانع موجود ہو تو آپ جو شر اور ہلاکت چاہیں ان کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔(تفسیر السعدی:1860/2)

﴿فَقَدۡ كَذَّبُوۡكُمۡ بِمَا تَقُوۡلُوۡنَ ۙ فَمَا تَسۡتَطِيۡعُوۡنَ صَرۡفًا وَّلَا نَصۡرًا ۚ وَمَنۡ يَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ نُذِقۡهُ عَذَابًا كَبِيۡرًا﴾

''سو جو تم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے'' (19)

سوال1:﴿فَقَدۡ كَذَّبُوۡكُمۡ بِمَا تَقُوۡلُوۡنَ ۙ فَمَا تَسۡتَطِيۡعُوۡنَ صَرۡفًا وَّلَا نَصۡرًا ۚ وَمَنۡ يَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ نُذِقۡهُ عَذَابًا كَبِيۡرًا﴾ ''سو جوتم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَدۡ كَذَّبُوۡكُمۡ بِمَا تَقُوۡلُوۡنَ﴾ ''سو جوتم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے'' مشرکوں کے معبود جب ان سے بے زاری کا اظہار کریں گے تو ان عبادت کرنے والوں سے رب العزت فرمائیں گے کہ انھوں نے تمھیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا یا تم اس شرک پر خود راضی تھے؟ اب تمھارے معبود تمھیں جھٹلا رہے ہیں جنہیں تم نے اپنا کارساز اور اپنے اور رب کے درمیان واسطہ بنا رکھا تھا۔ وہ تو تمہارے سب سے بڑے دشمن بن جائیں گے اور تم پر عذاب واجب ہو جائے گا۔

(2)﴿فَمَا تَسۡتَطِيۡعُوۡنَ صَرۡفًا وَّلَا نَصۡرًا﴾ ''پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو'' یعنی تم اب عذاب کو اپنے اوپر سے ہٹا سکتے ہو نہ تمھارے معبود اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا کر تمھاری مدد کر سکیں گے۔

(3)﴿وَمَنۡ يَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ نُذِقۡهُ عَذَابًا كَبِيۡرًا﴾ ''اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے'' یہ عام خطاب سب لوگوں سے کیا جائے گا رب العزت تمام انسانوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے تم میں سے جس نے شرک کیا ہو گا یا میرے سوا کسی کی عبادت کی ہو گی ہم قیامت کے دن اسے سخت عذاب میں پکڑیں گے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (20)

سوال1:﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کھانا پینا اور بازاروں میں آنا جانا انبیاء کے منصب اور مقام کے خلاف نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم نے انبیاء کو ایسی مخلوق نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کھانے پینے کے محتاج تھے۔ کھانا پینا اور بازاروں

میں آنا جانا منصب نبوت کے خلاف نہیں۔(2) نہ ہم نے انہیں فرشتے بنایا ہے۔ہم نے انہیں آپ لوگوں کے لیے نمونہ بنایا ہے۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلۡنٰهُمۡ جَسَدًا لَّا يَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوۡا خٰلِدِيۡنَ﴾ ''اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' (الانبیاء:8)

(4) (i) اللہ رب العزت نے واضح کیا ہے کہ پہلے رسول بھی انسان تھے، کھانا کھاتے تھے، غذا کے محتاج تھے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے یعنی تجارت کرتے تھے رزق حلال کماتے تھے یہ کوئی نبوت سے ہٹے ہوئے کام نہیں ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(5) اللہ رب العزت نے انبیا کو پاکیزہ خوبیاں، قابل تعریف، عادات، معجزات اور عمدہ اقوال وافعال عطا فرمائے ان کو دیکھ کر ایک عام عقل والا انسان بھی ان کی نبوت اور رسالت تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(6) ﴿وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ﴾ ''اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟'' یعنی یہ ہماری اپنی مخلوق کے بارے میں سنت ہے کہ ہم ان کو ایک دوسرے سے آزماتے رہتے ہیں مومن کو کافر سے، غنی کو فقیر سے، تندرست کو مریض سے اور ہم دیکھتے ہیں کہ کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع کرتا ہے۔ہم صبر کرنے والوں کو وہ جزا دیتے ہیں جن کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔ایک فرشتہ جس کی کمر کعبے کے برابر تھی میرے پاس آیا اور اس نے کہا آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو نبی اور بندہ (غلام) رہیں اور اگر چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں میں نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا، جبرائیل علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ اپنے آپ کو نچلا رکھو۔ میں نے کہہ دیا میں نبی اور بندہ (غلام) رہنا چاہتا ہوں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے میں غلاموں کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ (تفسیر مظہری: 288/8)

(8) ﴿وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا﴾ ''اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے کہ وحی اور رسالت کا مستحق کون ہے۔ (قرآناً عجبا)

(9) رب العزت نے فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے'' (الانعام:124)

(10) اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کے بارے میں جانتا ہے۔اچھے اعمال ہوں گے تو بہترین بدلہ دے گا اور برے اعمال پر سزا دے گا۔